بناتِ اربعہ
یعنی
چار صاحبزادیاں
www.KitaboSunnat.com
تالیف
حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ
محمدی شریف ضلع جھنگ پنجاب

باسمہ تعالیٰ شانہ وجل مجدہ

ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ (قرآن)

نے پالکوں کو ان کے باپوں کی
طرف نسبت کر کے بلاؤ یہ اللہ کے ہاں زیادہ انصاف ہے

یعنی

چار صاحبزادیاں

رضی اللہ تعالیٰ عنہن

بناتُ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعداد چار ہونیکا مدلل ثبوت۔
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں کی سوانح اور فضائل و
مناقب پر جامع و مدلل کتاب اور مسئلہ بناتِ رسول کے بارہ میں

اعتراضات کا مکمل ازالہ

تالیف

حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ
محمدی شریف ضلع جھنگ (پنجاب)

دارالکتاب
کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار، لاہور

ضابطہ

نام کتاب : بنات اربعہ

مصنف : حضرت مولانا محمد نافع دامت برکاتھم

ناشر : دارالکتاب، کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

طابع : زاہد بشیر

اشاعت : 2013

قیمت :
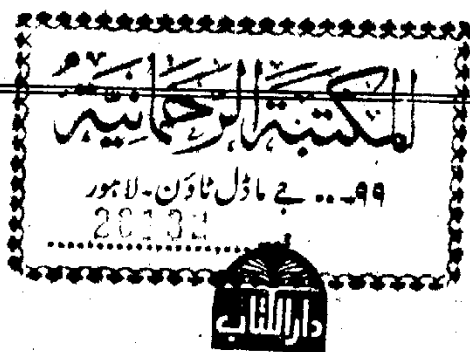
قانونی مشیر ———— بااہتمام

مہر عطاء الرحمن ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور — حافظ محمد ندیم

فون: 0300-4356144=7241866 — 0300-8099774

فہرست مضامین

بناتِ اربعہ

اولادِ نبویؐ شیعہ علماء کی نظروں میں

سوانح :- صاحبزادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	" ازالہ شبہات "	۱۶۴
۱	زینب کا ابوہالہ کی لڑکی ہونے کا شبہ پھر اس کا ازالہ۔	۱۶۵
۲	صاحبزادی زینب کے ربیبہ ہونے کا اعتراض اور اس کا حل،	۱۷۳

سوانح حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

فہرست عنوانات سوانح سیّدہ اُم کلثوم

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ازالہ شبہات

فہرست عنوانات

سوانح حیات حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

چند اہم مباحث

فہرست عنوانات

دفع توہّمات

(دس۱۰ عدد)

از حضرت علامہ مولانا خالد محمود صاحب سیالکوٹی زید مجدہم
سنت نگر۔ لاہور

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں صحتِ نسب قائم رکھنے کی بہت تاکید کی ہے۔ عہدِ جاہلیت میں لے پالک بیٹے اپنے اصل باپ کی بجائے پالنے والے باپ سے نسبت کیے جاتے تھے۔ یہ خلافِ واقع نسبتیں دینِ فطرت کے یکسر خلاف تھیں۔ ہندو تمدن میں نیوگ کی راہ سے کسی کی اولاد کسی کے نام آجاتی۔ اسلام نے جہاں اور بہت سی معاشرتی برائیاں دور کیں صحتِ نسب کا پاس رکھنا اور غلط نسبت سے بچنا بھی دینِ فطرت کے لیے ضروری ٹھہرایا اور یہ صحیح ہے کہ صحت مند فکر کسی دوسرے باپ کی طرف انتساب میں کوئی عزت محسوس نہیں کرتی۔ قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

اُدعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ (پ ۲۱ الاحزاب رکوع ۱)
" بلاؤ لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے یہی انصاف ہے اللہ کے ہاں "

یہ حکم اس لیے ہے کہ نسبی تعلقات اور ان کے احکام میں کسی پہلو سے اشتباہ والتباس واقع نہ ہونے پائے۔ سو حق یہ ہے کہ انہیں ان کے باپوں کے نام سے ہی پکارو۔

یہ صرف مردوں کے لیے ہی نہیں کہ ان کا نسب مشتبہ نہ رہے۔ عورتوں کے

بارے میں بھی حکم یہی ہے کہ انہیں اصل باپ کی بجائے کسی اور باپ کی طرف نسبت نہ کرو۔ قرآن کریم کے ایسے احکام اپنے عموم میں عورتوں کو شامل ہیں۔

عرب لوگ قبائل و بطون کے امتیاز میں بہت حساس واقع ہوئے ہیں۔ اس جذبہ نے اسلام کی اس اصولی دعوت کے بعد اور نکھار چاہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من ادعی الی غیر ابیه وهو یعلم انه غیر ابیه فالجنة علیه حرام"

سنن ابی داؤد۔ صفحہ ۳۵۰، ج ۲)

اور یہ بھی فرمایا: "من ادعی الی غیر ابیه وانتمی الی غیر موالیه فعلیه لعنة الله المتتابعة الی یوم القیمة" (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: "جس نے اپنے باپ کے سوا کسی اور نسل کا انتساب چاہا اور اسے پتہ ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں تو وہ جنت میں کبھی نہ جائے گا۔"

اسلام کے اس انقلابی اعلان کا اثر یہاں تک پہنچا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّٰی حضرت زیدؓ جو پہلے زید ابن محمدؐ کہلاتے تھے پھر زید ابن حارثہ بن گئے اور قانون قرار پایا کہ نسبت اصل باپوں کی طرف ہی ہے۔ یہی انصاف اور حق کے زیادہ قریب ہے۔ صلۂ رحمی اسلام کی اساسی تعلیم ہے۔ اس پر عمل تبھی ہو سکتا ہے کہ لوگ رشتہ داری میں ایک دوسرے کو پہچانیں۔ پس انساب کا ضروری علم سیکھنا لازم ٹھہرا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" تعلموا من انسابکم ما تصلون به ارحامکم فان صلة الرحم محبة فی الاهل مثراة فی المال ومنساة فی الاثر (جامع ترمذی ص۱۹ ج ۲)

ترجمہ: اپنے انساب کو جانو کہ تم اپنے رشتہ داروں میں صلۂ رحمی

بروئے کار لا سکو۔ صلۂ رحمی اپنے لوگوں میں محبت کا سبب ہے۔

مال میں ثروت ہے اور اثر میں دیرپا ہے۔

اسلام کے اسی معاشرہ میں اہلِ بیت رسالتؐ نے پرورش پائی تھی۔ دین فطرت کی آواز بناتِ رسولؐ حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے کانوں میں بھی پہنچی ہوگی۔ انہیں بناتِ رسول کہنے والے ان کے بارے میں اسلام کے اس اساسی حکم سے ہٹ کر کوئی دُوسرا فیصلہ نہ کر سکتے تھے نہ ان کے بارے میں تاریخ کوئی دُوسرا فیصلہ دے سکتی تھی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ بیٹیاں تو کسی اور کی ہوں اور کہلائیں بناتِ رسولؐ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اسی عنوان سے پذیرائی دیتے رہیں۔ قرآن کریم پر اور حدیث پر اگر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل نہ ہوگا تو اور کس کا ہوگا؟

اسلام کے اس انقلابی اعلان کے بعد اگر زید ابنِ حارثہؓ زید ابنِ محمدؐ نہیں رہ سکتے تو یہ سیدات مطہرات کسی اور کی بیٹیاں ہو کر بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیسے رہ سکتی تھیں؟

قرآنِ کریم اور حدیث شریف کی ان واضح ہدایات کی روشنی میں یہ محال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، اُمہات المومنینؓ یا صحابہ کرامؓ ان لے پالک بیٹیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں کہتے رہیں۔ اور دینِ فطرت کو عالمی سطح پر پیش کرنے والا پیغمبر خود اپنے ہاتھوں اور اپنے گھر میں دینِ فطرت کو عمل میں نہ لا سکے۔

سو حق یہ ہے کہ یہ تینوں سیدات مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی بیٹیاں تھیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن آواز تو باپوں کے نام سے دی جائے اور نسبتیں غیر باپوں کے نام سے قائم رہیں اور وہ بھی پیغمبر کے گھر میں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ خود اہلِ بیتِ رسالتؐ تعلیم رسالت سے بے بہرہ رہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:
"انکم تدعون باسماءکم و اسماء اٰباءِ کم۔" (رواہ ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲۵)

ترجمہ: بیشک تم لوگ قیامت کے دن اپنے ناموں اور اپنے باپوں کے نام سے بلائے جاؤ گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اپنی نسبی شرافت کو برملا ظاہر فرماتے۔ یہ اپنوں میں اپنی بڑائی ہے اور قوم کی ایک مرکزی عظمت کا اظہار ہے۔ یہ کسی پہلو سے کوئی عیب نہیں۔ اور اس میں کوئی خودنمائی نہیں۔ دوسروں کے سامنے اپنی بڑائی کا اظہار بے شک صحیح نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

انا انفسکم نسبًا و صهرًا و حسبًا۔ لیس فی اٰبائی من لدن آدم سفاح کلنا نکاح۔ (الزرقانی شرح مواہب۔ ص ۶۷، ج۔۱)

نسب کے اس امتیازی ماحول میں حضرت سیّدہ زینب، حضرت سیّدہ رقیہ اور حضرت سیدہ اُمِّ کلثومؓ کا نسب چھپا رہے یہ بات کسی طرح لائق باور نہیں۔ پھر یہ ایک بیٹی کی بات نہیں۔ تینوں کی تین بیٹیاں اس مشتبہ نسب میں رہیں اور سالہا سال تک اور کسی غیر معروف گھر میں نہیں بلکہ پیغمبر کے گھر میں جو کل جہان کے لیے مثال ہوگا۔

یہ بات کسی طرح قرینِ قیاس نہیں جو خدا حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے لے پالک بیٹے کو حضورؐ کی نسبت میں رکھنے کی اجازت نہیں دیتا وہ لے پالک بیٹیوں کو کس طرح سالہا سال تک بناتِ رسولؐ کے عنوان میں اہل بیتِ رسالت میں رکھ سکتا تھا۔ اگر کوئی ایسی صورت ہوتی تو اس کے لیے اتنا ہی جلی اور واضح اعلان ہوتا جتنا حضرت زید ابنِ حارثہ کے لیے ہوا تھا۔

باپ کی فطرت اولاد میں: اکثر دیکھا گیا ہے کہ باپ کے بدنی خصائص اور

آثار خلیات اولاد میں بھی ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ ڈاکٹر لوگ خون ملا کر اصل اور فرع کو بھانپ لیتے ہیں ا باپ بیٹے کا خون عام طور پر مل جاتا ہے۔ حضرت انسؓ بن مالک کہتے ہیں کہ ایک یہودی عورت (زینب بنت حارث) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بکری کا گوشت لائی جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ آپؐ نے اس سے کچھ گوشت کھایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو صورتِ حال سے اطلاع دے دی اور آپؐ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ دیکھیے صحیح بخاری جلد اول صہ ۳۵۶ اور جلد ثانی صہ ۶۱۰۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مہلک اثر سے محفوظ رہے۔ مگر صحابہؓ محسوس کرتے تھے کہ آپؐ کے تالو میں اس کے اثرات ہیں۔ محدثین لکھتے ہیں:

ان اثر تلک اللقمه من الشاة کان باقیاً تعتریه حتی الوفات۔ اِذ کان یعرف ذٰلک بتغیر لون اللهوات۔ اس زہریلے لقمے کا اثر باقی رہا۔ یہ صورت آپؐ کو وفات تک پیش آتی رہی اور بہ صورت تالو کے رنگ کی تبدیلی سے پہچانی جاتی تھی۔ وفات کے وقت آپؐ نے اس کے پورے اثر کو محسوس کیا اور اکابر صحابہؓ اس پہلو سے آپؐ کو شہید کہتے رہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ لکھتے ہیں کہ آپؐ نے اس مرض میں یہ بھی فرمایا کہ اس زہر کا اثر ہمیشہ ہوتا رہا مگر اب اس نے اپنا پورا کام کر دیا ہے۔ تو اس معنیٰ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زہر سے شہادت ہوئی۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ اور بھی بعض سلف اس کے قائل تھے۔ (نشر الطیب صہ ۲۰۳)

مہلک اثرات کا پہلے دبے رہنا اور وفات کے قریب پھر سے تازہ ہو جانا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدہ زینب میں بھی دیکھا گیا۔ آپؐ نے اپنے سفرِ ہجرت میں جو تکلیفیں اٹھائی تھیں ان کا اعتراف خود لسانِ نبوت سے منقول ہے۔ حضور نے فرمایا تھا:

"خیبر نا تی اُصیبت فیِ"

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت اس زہر کے اثرات بڑی شدت سے محسوس کیے۔ یہ صورت حضرت زینب رضی اللہ عنہا میں بھی دیکھی گئی۔ وفات سے قبل ان کے وہی زخم پھر سے تازہ ہو گئے۔ یہ ایک عجیب بدنی نسبت تھی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی بیٹی میں منتقل ہوئی۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی شہید ہو کر ہی دنیا سے رخصت ہوئیں۔

فلم تزل وجعة حتى ماتت من ذلك الوجع فكانوا يرون انها شهيدة۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ۔ صـ ۲۱۶)

حافظ ابن کثیر نے بھی آپ رضی اللہ عنہا کے لیے "شہیدہ" کے الفاظ لکھے ہیں:

"ماتت شهيدة" (البدایہ والنہایۃ ۔ جلد ۵ ۔ صـ ۳۰۸)

اس قسم کے واقعات تبلا رہے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بعض جسمانی حالات میں ان کے والد گرامی کے بعض جسمانی حالات کارفرما تھے۔ یہ فطری مناسبت تاریخ کا ایک ناقابلِ انکار واقعہ ہے۔ اور ان لوگوں کی آنکھوں کا سُرمہ ہے جو اس موضوع کو پوری بینائی سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ سو اس میں ہرگز کسی پہلو سے تردد نہیں کہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی صاحبزادی تھیں اور آپ کے بدنی اثرات آپ کی بیٹی میں دیکھے گئے۔ شہید باپ کی شہیدہ بیٹی میں یہ اثر بہت نمایاں تھا۔ پھر آپ یہ بھی دیکھیے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوالعاص بن ربیع بدر کے قیدیوں میں قید ہو کر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو حضور کا جذبہ پدری کس طرح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے احساسات کا ساتھ دے رہا تھا اور آپ اپنی بیٹی کے لیے کس قسم کا درد اپنے دل میں محسوس کر رہے تھے۔ کبھی کسی نے بیوی کی پچھلک اولاد کے بارے میں اس قسم کے جذباتِ شفقت

اُبھرتے دیکھے ؟ بالخصوص جب کہ ان کی والدہ بھی موجود نہ رہی ہو اور پرورش کنندہ باپ اس کی جگہ اور کئی شادیاں کر چکے ہوں۔

حق یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اولاد کے لیے ماں اور باپ دونوں کی شفقت کا سایہ تھے۔ حضور اکرمؐ نے اسی احساس درد سے فرمایا تھا کہ یہ میری خیر بنات ہے جسے میرے لیے اتنے مصائب سے گزرنا پڑا۔

خیریت اور فضیلت میں فرق

وقائع بدر اور واقعاتِ ہجرت نے کچھ اس طرح کروٹ لی کہ حضرت زینبؓ کا یہ اذیتیں اٹھانا حضرت ابوالعاص کے ایمان لانے کا سبب بن گیا۔ حضرت زینبؓ کی یہ اچھائی (خیر) حضرت ابوالعاص تک متعدی ہوئی اور یہ وہ صفت ہے جس میں آپ تینوں بہنوں سے ممتاز رہیں۔ حضرت سیدہ رقیہؓ اور حضرت سیدہ اُم کلثومؓ کے خاوند حضرت عثمانؓ پہلے سے مسلمان تھے لیکن حضرت زینبؓ کے خاوند حضرت ابوالعاص پہلے سے مسلمان نہ تھے۔ جنگِ بدر میں مشرکین کے ساتھ ہو کر آئے تھے پھر قید بھی ہوئے اور حضرت زینبؓ کو ان کا فدیہ مکہ سے مدینہ بھیجنا پڑا اور وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا دیا ہوا ہار تھا جو حضرت زینبؓ نے اپنے خاوند کے فدیہ میں بھیجا تھا ہار کا یہ واقعہ کس طرح حضرت زینبؓ کے مدینہ آنے کا سبب بنا۔ یہ اہلِ علم سے مخفی نہیں۔ اب حضرت ابوالعاص سے جو نیکی اور قربانی عمل میں آئے گی وہ سب حضرت زینبؓ کا ہی خیر شمار ہوگا۔ جو مختلف افراد میں پھیلتا چلا گیا تھا۔

"خیر" اور "افضل" کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب بیٹیوں میں افضل حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا ہیں ان کی شان اپنی ذات میں بہت ارفع

اور بلند ہے لیکن خیر البنات حضرت زینبؓ ہی شمار ہوں گی۔ اپنی ذات میں فضیلت رکھنا اور بات ہے اور دوسروں تک اچھائی پہنچے۔ یہ پہلوئے خیر ہے۔

عالم کبیر ملّا علی قاری علیہ الرحمۃ ربہ الباری لکھتے ہیں:

فباب الخیریۃ وھی الطاعۃ للحق والمنفعۃ للخلق متعد وباب الفضیلۃ لازم۔ (شرح فقہ اکبر صہ ۸۲)

ترجمہ: خیر جو طاعت حق اور لوگوں کو نفع پہنچانے کا نام ہے متعدی ہے اور فضیلت فعل لازم ہے۔

فضیلت کا دوسروں تک پہنچنا ضروری نہیں لیکن خیر کا دوسروں تک متعدی ہونا ضروری ہے۔

افضل البنات حضرت فاطمۃ الزہراؓ حضرت علیؓ کی زوجہ تھیں تو خیر البنات حضرت زینبؓ حضرت علیؓ کی والدہ ٹھہریں۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق حضرت زینبؓ کی بیٹی حضرت امامہ (بنت ابی العاص) سے نکاح کیا تھا اور یہ بھی خیر البنات کا ہی خیر تھا جو حضرت علیؓ کو ملا اور حضرات حسنینؓ کے لیے درجہ شفقت مادری بنا۔ اور دیکھا جائے تو اس پہلو سے حضرت علیؓ بھی ذی النورین ہو گئے اور اس جہت سے خیر البنات حضرت زینبؓ حضرت علیؓ کی والدہ ٹھہریں اور افضل البنات آپ کی زوجہ محترمہ بنیں۔

کعبۃ بیت اللہ شریف قیام کائنات کا مرکز اور مسلمانوں کا قبلہ ہے جس دن مکہ فتح ہوا اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسے حضرت سیدہ زینبؓ کے بیٹے علی بن ابی العاص کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

توفی علی بن ابی العاص وقد ناھز الحلم وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اردفه علی راحلته یوم الفتح (الاصابہ۔ جلد ۲ صفحہ ۵۰۳)

المختصر کہنا صرف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جس بیٹی کو خیر البنات فرمایا اس کا خیر پوری اُمت تک متعدی ہوا اور اس لیے حضورؐ نے فتح مکہ کے دن اپنے نواسہ حضرت علی کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ لے پالک بیٹی یا ربیبہ کے بیٹے سے یہ لطف و محبت جو حضورؐ علی سے فرما رہے تھے تاریخ عرب میں کہیں نظر نہیں آتا۔ خصوصاً جبکہ وہ بیوی جس کی یہ اولاد ہو بقیدِ حیات نہ ہو اور پھر سوتیلا باپ اور نکاح بھی کر چکا ہو۔ بس حق یہی ہے کہ یہ علی حضورؐ کے حقیقی نواسے تھے۔ اور حضرت زینبؓ آپؐ کی حقیقی بیٹی تھیں اور اپنے والدِ محترم کی شفقت و محبت کی بجا طور پر حقدار تھیں۔

حضرت رقیہ اور اُمّ کلثوم کا نکاح عتبہ و عتیبہ سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم کا نکاح اسلام کے قوانینِ نکاح اترنے سے پہلے ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کردیا ہوا تھا لیکن رخصتی کی نوبت ابھی نہ آئی تھی۔ سورۃ تبت یدا کے نزول سے ابولہب سیخپا ہو گیا اور اس کی جاہلیت اور اُبھری۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لینے کی ایک صورت نکالی۔ اپنے بیٹوں کو بلایا، باپ کی عزت کا واسطہ دیا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لڑکیوں رقیہ اور اُمّ کلثوم کو طلاق دے دو۔

عرب معاشرہ میں بیوی کی پچھلگ بیٹیاں یا لے پالک بیٹیاں کبھی غیرت یا دشمنوں کی عداوت کا موضوع نہیں بنیں اور ان کی تکلیف کبھی اس وقتی باپ کی تکلیف نہیں سمجھی گئی۔ ابولہب کا اپنے بیٹوں کا حکم دینا کہ تم رقیہ و اُمّ کلثوم کو طلاق دے دو، یہ اسی لیے تھا کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچے۔ وہ اس لیے انہیں طلاق نہیں دلوا رہا تھا کہ اس سے حضرت خدیجہؓ کو اذیت پہنچے۔ او نچے

گھرانوں میں بچھلگ بیٹیاں غیرت کا موضوع تو بن سکتی ہیں عداوت کا نہیں۔ عداوت انہی بچوں سے ہوتی ہے جو اس خاندان کے ہوں ۔ رسالت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر بحث تھی اور قرآن کریم آپ پر ہی اترا تھا۔ سورۃ تبت یدا اسی میں تھی اس سے چڑ کر ابولہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے کی تو سوچ سکتا تھا اس سے حضرت خدیجہ کی یتیم بچیوں سے عداوت پیدا ہونے کی کوئی وجہ وجیہ نہ تھی۔

سو عتبہ اور عتیبہ کا حضرت رقیہ اور ام کلثوم کو طلاق دینے کا واقعہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ حضور کی ہی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ بچھلگ یا لے پالک ہرگز نہ تھیں۔ لے پالک بیٹیاں دوسرے باپ کے لیے کبھی اس طرح غیرت کا موضوع نہیں بنتیں نہ تاریخ عرب میں اس کی کوئی نظیر ملتی ہے۔

حضرت رقیہؓ کی وفات پر حضرت عثمانؓ کی افسردگی

حضرت رقیہؓ کی وفات پر حضرت عثمانؓ کی افسردگی اس وجہ سے تھی کہ ان کا حضورؐ سے رشتہ صہری منقطع ہو گیا ہے یہ بذاتِ خود ایک صدمہ کی بات تھی ۔ اگر وہ حضرت خدیجہؓ کی بچھلگ بیٹی ہوتیں تو ان کا حضورؐ سے رشتہ صہری نہ پہلے تھا نہ اب منقطع ہوا اور نہ اس کے جانے پر اب انہیں کچھ افسردگی ہوئی تھی۔ لیکن یہ حقیقت ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس موقع پر حضرت عثمانؓ کی افسردگی اس وجہ سے تھی کہ ان کا حضورؐ سے رشتہ صہری منقطع ہو گیا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ ہیثم بن حبیب الصرفی سے روایت کرتے ہیں۔

عن الھیثم عن موسیٰ بن کثیر ان عمر مرّ بعثمان رضی اللہ عنہما وھو حزین قال ما یحزنک قال الا احزن وقد انقطع الصھر بینی وبین رسول اللہ ﷺ وذالک حدثان ماتت بنت رسول اللہ ۔ (مسند امام اعظم مطبع محمدی لاہور ص ۲۰۵)

حافظ ابو بشر دولابی حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب وفات رقیہؓ کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا:

"الحمد للہ دفن البنات من المکرمات"

(بیٹیوں کو دفن کرنا باپ کی عزتوں میں سے ہے)۔

حضرت عثمانؓ کی یہ غمگینی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور نہ تھی۔ آپؐ نے اپنی دوسری بیٹی اُمّ کلثومؓ بھی ان کے نکاح میں دے دی۔ تاریخ ولد آدم میں حضرت عثمانؓ واحد ہستی ہیں جن کے نکاح میں پیغمبر کی دو بیٹیاں رہی ہوں۔ ذی النورین ہونے کا یہ وہ شرف ہے جو اولادِ آدم میں حضرت عثمانؓ کے سوا اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

خصائص بناتِ رسولؐ

بہت کم ایسا ہُوا ہے کہ ایک مرد کی دو بیویاں آپس میں محبّت و سلوک سے رہی ہوں۔ سوکنیں ایک دوسرے کے بارے میں دل میں کوئی اچھا جذبہ نہیں رکھتیں۔ اب جب کبھی آپس میں کوئی اُلجھن ہوگی تو کیا ایک دُوسری کے خاوند کو بُرا کہے گی؟ نہیں خاوند تو دونوں کا ایک ہے، وہ ایک دوسری کے سسرال کو بُرا کہیں گی؟ نہیں سسرال تو دونوں کے ایک ہیں۔ سو یہ جذبۂ رقابت جب بھی اُبھرے گا تو ایک دوسری کے والدین کی طرف لوٹے گا، کیونکہ والدین دونوں بیویوں کے اپنے اپنے ہیں۔

اب غور کیجیے جو خاتون پیغمبر کی بیٹی کی سوکن ہوگی کیا احتمال نہیں کہ وہ اسی جذبۂ رقابت میں اپنی سوکن کے والدین کو ناپسند کرنے لگے۔ اب اگر یہ جذبہ مخالفت پیغمبرؐ کی طرف لوٹے اور اس کے بارے میں کسی مسلم خاتون کے دل میں بوجھ آیا تو کیا اس بیچاری کا ایمان باقی رہے گا؟ ہرگز نہیں۔ اب بتائیے ان خواتین کے

اسلام کو بچانے کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے ؟

اس کا اس کے سوا اور کوئی حل ممکن نہ تھا کہ پیغمبر کی بیٹی پر سوکن آہی نہ سکے۔ تاکہ پہلی بیوی کے جذبۂ رقابت میں کہیں اس کے والد محترم کی (جو ایک نبی بھی ہیں) کہیں بے ادبی نہ ہو جائے۔ اس پہلو سے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہوگی کہ آپ کی بیٹیوں کے ساتھ کوئی دوسری عورت نکاح میں جمع نہ ہو سکے اور حضور کی کسی بیٹی پر کوئی سوکن نہ آسکے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "الخصائص الکبریٰ" میں ایک باب باندھا ہے "باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بان بناته لا یتزوج علیهن۔" (جلد ۲ ص ۲۵۵)

جب تک حضرت رقیہؓ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں رہیں آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ پھر جب تک حضرت ام کلثومؓ آپؓ کے نکاح میں رہیں آپؓ نے اور نکاح نہیں کیا۔ جب تک حضرت فاطمۃ الزہراؓ حضرت علیؓ کے نکاح میں رہیں آپ نے اور نکاح نہیں کیا۔

اُم کلثومؓ بنتِ رسولؐ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ نے بھی اور نکاح کیے اور حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے بھی اور نکاح کیے۔ یہ صورتِ حال کھلی واقعاتی شہادت ہے کہ حضرت رقیہؓ اور حضرت اُم کلثومؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی بیٹیاں تھیں۔ اگر یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی پچھلگ بیٹیاں ہوتیں تو ان کے نکاح میں ہونے سے حضرت عثمان کے لیے اور نکاح کرنا منع نہ ہوتا۔ حضرت اُم کلثومؓ کے بعد آپ نے کئی نکاح کیے۔ فاطمہ بنتِ ولید، فاختہ بنتِ غزوان۔ رملہ بنتِ شیبۃ اور نائلہ سب آپ کی بیویاں تھیں۔

اللہ رب العزت حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم کو جزائے خیر دے

اور آپ کی مساعی جمیلہ کو اور نافع بنائے۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں کے حالات، کمالات اور درجات، ایسے محققانہ اور نفیس پیرائے میں بیان فرمائے ہیں کہ اس کتاب کی اشاعت واقعی اس عہد کا ایک نہایت اہم علمی اضافہ ہے۔ مولانا کا انداز بیان محض تبلیغی نہیں تحقیقی بھی ہوتا ہے۔ ایک مؤرخ کی حیثیت میں آپ بات کی آخری تہ تک اترتے ہیں: رُحماء بینھم کے بعد آپ کی یہ تحقیقی پیشکش بیشک دنیائے علم پر ایک عظیم احسان ہے۔ رب العزت آپ کی ان مساعی کو مشکور فرمائیں اور آپ کو ہر فتنہ اور ہر عین لامہ سے محفوظ فرمائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کا اس انداز سے ذکر کرنا کہ اس کے پڑھنے سے قارئین اپنے دلوں میں ان نفوس کریمہ کی مزید عظمت وعقیدت محسوس کریں مؤلف کے عقیدہ محبت اہل بیت اور اس کے اخلاص عمل کی ایک کھلی شہادت ہے۔ امید واثق ہے کہ قارئین اس کتاب کے مطالعہ سے اپنے دلوں میں ایک غیر معمولی سکون وطمانیت محسوس کرینگے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں کا خاصہ ہے کہ ان کے حالات سے دلوں کو سکون ملتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھتی ہے۔

خالد محمود عفا اللہ عنہ

حال وارد پاکستان۔ (لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی
سید الاولین والاخرین امام الرسل وخاتم النبیین
وعلی ازواجہ المطہرات وبناتہ الاربعۃ الطاہرات
الطیبات زینبؓ ورقیۃ وام کلثومؓ وفاطمۃ وعلیٰ اھل بیتہ
وجمیع اصحابہ واتباعہ باحسان الیٰ یوم الدین

ضرورت تالیف

تالیف ہذا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چہار صاحبزادیوں کے سوانح اور سیرت تحریر کرنے کا ارادہ ہے (بعونہٖ تعالیٰ)۔ بعض لوگ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے حق میں افراط و تفریط کرتے ہوئے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو حقیقی دختر شمار کرتے ہیں اور باقی تین صاحبزادیوں حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کو آنجنابؐ کی حقیقی اولاد شریف سے خارج گردانتے ہیں۔ اور ان کو ربائب اور لے پالک بیٹیوں سے تعبیر کرتے ہیں۔

جبکہ فرمان خداوندی اس طرح ہے کہ :-

ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ (سورہ احزاب : ٥)

یعنی لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کرکے پکارو۔ یہی اللہ تعالیٰ کے ہاں پورا انصاف ہے۔

چنانچہ فرمان خداوندی کا تقاضا ہے کہ اولاد کو اپنے آباء کی طرف منسوب کریں اور غیر آباء کی طرف انتساب ہرگز نہ کریں مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے یہی حکم ہے۔

بنا بریں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بنات ثلاثہ کو دوسرے آباء کی طرف منسوب کرنا نہایت ناروا طریق ہے اور شریعت کی تعلیمات کے بالکل برعکس رویّہ ہے۔

یہ دور بڑا پُر فتن اور ابتلاء و آزمائش کا دور ہے۔ اس دور میں اسلام کی تعلیمات پر کاربند رہتے ہوئے ایمان کو محفوظ رکھنا نہایت دشوار ہو رہا ہے۔ اسلام کے واضح مسائل اور مُصدّقہ چیزوں میں اپنی طرف سے ترمیم و تنسیخ کی جارہی ہے۔ اور مسلّمہ معتقدات کو مسخ کیا جارہا ہے۔

چنانچہ اولادِ نبوّی کو بڑی بے باکی سے طعن و تشنیع کا ہدف بنایا جارہا ہے۔ اور اس مبارک خاندان کے نسبی تقدّس کو پامال کیا جارہا ہے۔ بڑے نازیبا الفاظ کے ساتھ ان کے وقار کو مجروح کیا جارہا ہے۔

ان حالات میں ضروری سمجھا گیا ہے کہ سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چہار صاحبزادیوں کے نسب شریف کو صحیح طور پر پیش کیا جائے اور پھر ہر ایک صاحبزادی کے سوانح اور سیرت کو الگ الگ مرتب کیا جائے تاکہ ان مخدرات طاہرات کا عالی مقام واضح ہوسکے۔

ترتیب مضامین

اب ان مضامین کو مندرجہ ذیل طریقے پر پیش کرنے کی صورت اختیار کی گئی ہے۔

ابتدائی امور کے بعد سب سے پہلے سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر خیر، ان کے سابق ازواج اور ان کی اولاد کو تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اولاد ہوئی، اس کو درج کیا گیا ہے اس کے ساتھ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کے فضائل ومناقب کو بھی بیان کر دیا گیا ہے اور یہ مضامین فریقین کی کتابوں سے مرتب کیے گئے ہیں خصوصاً شیعہ کی چودہ [۱۴] عدد معتبر کتب سے ہر چہار بنات کا ثبوت اور ان کا تذکرہ بقدر ضرورت نقل کر دیا گیا ہے۔

بعد ازاں علی الترتیب ہر چہار صاحبزادیوں کے سوانح اور حالات زندگی تحریر کیے گئے ہیں اور ان کے ساتھ ازالۂ شبہات کے عنوان سے قابل اعتراض چیزوں کے جوابات بھی پیش کر دیئے گئے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوانح کے آخر میں چند ضروری مباحث لکھے گئے ہیں جن میں حضرت فاطمہ رض کے سوانح اور فضائل سے متعلق اہم گوشوں کی وضاحت پیش کی گئی ہے۔

آخر کتاب میں "دفع توہمات" کا ایک عنوان ہے جس میں بعض لوگوں نے "توحد بنت الرسول" پر جو اپنے مزعومات تحریر کیے ہیں۔ ان کو مستحسن طریقہ سے زائل اور ان کے خام مظنونات کو شائستہ طرز سے مسترد کر دیا گیا ہے اور جو چیزیں قابلِ جواب معلوم ہوئیں ان کو صاف کر دیا گیا ہے۔ (بتوفیقہٖ تعالیٰ)

مزید برآں واضح رہے کہ ہم نے بیشتر مقامات پر سُنی و شیعہ ہر دو فریق کی کتب سے قابلِ اعتماد مواد پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ ناظرین کرام کو ان مباحث کے سمجھنے میں سہولت میسر آ سکے اور قلبی اطمینان نصیب ہو۔ اور "مسئلہ نبات" میں جو صحیح مسلک ہے اس سے آگاہ ہو سکیں۔

"اصل استدلال"

"بنات اربعہؓ" (یعنی چار صاحبزادیاں) کے مسئلہ میں بنیادی استدلال قرآن مجید سے ہے، چنانچہ پردہ کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا کہ:

یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المؤمنین

یدنین علیھن من جلابیبھن ..... الخ (سورۃ الاحزاب: ۵۹)

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہ نیچے لٹکالیں اپنے اوپر اپنی چادریں .... الخ

پردہ کا حکم آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی جمیع ازواج مطہرات جناب کی سب "صاحبزادیوں" اور اہل اسلام کی تمام خواتین کے لئے ہے قرآن مجید کی یہ صریح عبارت تبلا رہی ہے کہ آنجنابؐ کی ازواجِ مطہرات اور آنجنابؐ کی صاحبزادیاں زیادہ ہیں۔ ایک نہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کی عورتیں بے شمار ہیں۔

عبارۃ النص کو چھوڑ کر اس میں تاویل و توجیہہ کرنا قرآن مجید کے واضح مضمون کا صاف انکار ہے جو مسلمانوں کے لیے جائز نہیں۔

آیت ہذا میں "ازواج و بنات" اور "نساء" تینوں صیغے جمع کے مذکور ہیں اور جمع کے معنی میں ہی یہاں مستعمل ہیں۔ اگر ان تینوں میں سے ایک مثلاً "بنات" کو واحد کے معنی میں مراد لیا جائے اور تعظیماً جمع کی تاویل کر دی جائے تو اس تاویل کی بنا پر ایک دوسرا شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ نبی اقدسؐ کی زوجہ محترمہ بھی ایک ہی تھی اور قرآن میں جہاں جمع کے صیغے کے ساتھ ازواج کے الفاظ وارد ہوتے ہیں مثلاً "وازواجہ امھاتھم"

اور" قل لا زواجک" وغیرہ توان مقامات میں ایک زوجہ مراد ہے اور جمع کا صیغہ تعظیماً وارد ہوا ہے۔ اس کا یہ استدلال جس طرح سو فیصد غلط ہے۔ اسی طرح بنات طاہرات کے حق میں آیت مذکورہ سے ایک دختر کی تاویل کرنا اور جمع کے صیغہ کو تعظیماً بنانا بھی درست نہیں۔

جہاں بعض مقامات پر لفظ جمع کو واحد کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے وہاں دوسرے قرائن اس کے مؤید و معاون ہوتے ہیں تب وہاں تاویل درست ہوتی ہے۔ مگر یہ صورت یہاں نہیں ہے اور اس نوع کے قرائن یہاں مفقود ہیں۔ بلکہ یہ تاویل یہاں احادیث صحیحہ، اسلامی تاریخ، اور انساب وغیرہ سب کے متعارض ہے۔

ایک قاعدہ

قاعدہ یہ ہے کہ" الاخذ بالنص مقدم علی الاخذ بالاستنباط"

یعنی کسی مسئلہ کو نص صریح سے ماخوذ کرنا اس کے استنباط کرنے سے مقدم ہوتا ہے۔"

فتح الباری شرح بخاری ص ۲۲۹ ج - ۹

کتاب النکاح باب موعظة الرجل ابنة لحال زوجها

تو آنجناب ؐ کی صاحبزادیوں کے تعدد اور ایک سے زیادہ ہونے کا مسئلہ قرآنی نص سے صریحاً ثابت ہے یہاں کسی تاویل اور استنباط سے ثابت کرنا درست نہیں۔

اس مسئلہ کے اثبات کے لئے آئندہ جتنا قدر ہم مواد پیش کر رہے ہیں احادیث صحیحہ سے ہو یا رجال کی کتابوں یا انساب سے یا اسلامی تاریخ سے یہ سب نص قرآنی مذکور کی تائید کے طور پر ہے۔

اب ہم ترتیب مذکور کے موافق حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلقات پہلے ذکر کرتے ہیں اس کے بعد ہر چہار بنات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال حسب ترتیب درج ہونگے اور کتاب کے آخر میں "اہم مباحث" اور "دفع توہمات" کا ذکر کیا جائے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے متعلقات

حضرت خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ عنہا) بنت خویلد بن اسد ایک مشہور و معروف خاندان (بنی اسد) سے تعلق رکھتی تھیں آپ نہایت شریف اور باوقار خاتون تھیں۔ ان کو قدرت کی طرف سے اپنے دور میں تموّل اور مالداری نصیب تھی۔ خاندانی شرافت اور اپنے بلند کردار کی وجہ سے بڑی معزز اور مکرم سمجھی جاتی تھیں۔ خوش بخت اور صالحہ خواتین میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

سابق ازواج

سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرف زوجیت سے قبل حضرت خدیجہؓ نے دو خاوندوں سے نکاح کیے تھے ان کا مختصر سا ذکر ذیل میں درج ہے۔

حضرت خدیجہؓ کے ایک خاوند کا نام "ابوھالہ" (ہند بن نباش بن زرارۃ) تھا۔ اس سے ایک لڑکا "ہند بن ابی ہالہ" اور ایک لڑکی "ہالہ بنت ابی ہالہ" پیدا ہوئی۔

حضرت خدیجہؓ کے ایک دوسرے خاوند کا نام "عتیق بن عائذ مخزومی" تھا جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام "ہند" تھا۔

حضرت خدیجہؓ کی یہ تمام اولاد سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تزویج سے قبل پیدا ہوئی یہ اولاد اہل سنّت اور شیعہ علماء دونوں فریق نے تسلیم کی ہے۔ اور اپنے اپنے مقام پر ذکر کی ہے البتہ یہاں اتنی بات مؤرخین میں قابل اختلاف رہی ہے کہ حضرت خدیجہؓ کا نکاح پہلے عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوا یا پہلے ابوہالہ اُسیدی کے ساتھ ہوا اور بعد میں عتیق کے ساتھ بہرکیف ان سے جو اولاد ہوئی وہ درج کی گئی ہے۔ اور اس مقام میں مشہور اقوال کے مطابق یہ اولاد ذکر کی گئی ہے۔ ورنہ یہاں دوسرے

اقوال بھی کتابوں میں موجود ہیں۔

۱۔ مجمع الزوائد للہیثمی ص۲۱۹ ج۹ تحت باب فضل خدیجہ بنت خویلدؓ۔

۲۔ کتاب المحبّر لابی جعفر بغدادی ص۷۸ ۷۹ تحت ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۔ طبقات ابن سعد ص۸ ج۸ تحت ذکر خدیجۃ الکبریٰ رضؓ

۴۔ انساب الاشراف للبلاذری ص۴۰۶ ج۱ تحت ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وولدہ

۵۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ج۷ ص۷۱ کتاب النکاح باب تسمیۃ ازواج النبیؐ ..... الخ

(شیعہ) ۱۔ الانوار النعمانیہ للشیخ نعمۃ اللہ الجزائری الشیعی ص۳۶۷ ج۱ باب اوّل تحت نور مولودی

(شیعہ) ۲۔ حیات القلوب از ملا باقر مجلسی الشیعی ص۲۸ ج۲ باب ۵۲ تحت بیان عدد زنان آنحضرت صلعم طبع نول کشور لکھنؤ۔

تنبیہ:۔ اہل تحقیق کی اطلاع کے لیے یہاں یہ درج کرنا مناسب ہے۔ کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے سابق خاوند عتیق کے والد میں اختلاف ہے کہ عابد ہے (با کے بعد دال مہملہ ہے) یا عائذ (ہمزہ کے بعد ذال معجمہ ہے)۔ اس چیز کی تسلی مطلوب ہو تو شرح مواہب اللدنیہ للشیخ محمد الزرقانی رحؒ ص۲۰۰ ج۱ تحت تزوجہ علیہ السلام خدیجہ رضؓ ملاحظہ فرمادیں۔

یہاں شیخ موصوف نے عمدہ تحقیق ذکر کی ہے۔

شرف زوجیّت اور خدیجہ رضؓ کی عظمت

(۱) سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی عمر جب چالیس برس کے قریب پہنچی تو ان کے بخت نے یاوری کی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعریف و توصیف شرافت و صداقت اور دیانت و امانت کے چرچے ان کو پہنچے تو انھوں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں از خود ہی ابتدائی پیغام نکاح بھجوایا کہ آنجناب ان کو تزویج کے لئے منظور فرمالیں۔ آنجناب نے خدیجہؓ کی درخواست منظور فرمالی اور اس دور کے دستور کے مطابق یہ نکاح حضرت خدیجہؓ کے چچا عمرو بن اسد کی اجازت سے ۱۲ر اوقیہ کے عوض میں منعقد ہوا اور اس طرح حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو یہ شرف زوجیّت نصیب ہوا۔[۱]

(۲) سردارِ دو عالم[۳] کی عمر مبارک نکاح کے وقت پچیس[۲۵] برس یا بقول بعض تیئس برس کی تھی اور یہ اعلان نبوت سے پہلے کا دور ہے بقول حکیم ابن حزام[۲] حضرت خدیجہؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں پندرہ برس بڑی تھیں۔ اس وجہ سے علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی عمر اس وقت چالیس[۴۰] سال کے لگ بھگ تھی۔

۱۔ طبقات ابن سعد ص۱-۹ ج ۸ تحت ذکر خدیجہؓ طبع اوّل - لیڈن

۲۔ طبقات ابن سعد ص۸ ج ۸ تحت ذکر خدیجہؓ طبع اوّل لیڈن

۳۔ الاصابہ ص۲۷۴ ج ۴ تحت ذکر خدیجہؓ معہ الاستیعاب۔

۴۔ طبقات ابن سعد ص۱۵۶ ج ۸ تحت ذکر عدد ازواج النبی صلعم۔

(۳) پھر دورِ نبوت و رسالت شروع ہوا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال رفاقت کا جو ثبوت پیش کیا وہ محدثین و علمائے سیرت اور اسلامی مؤرخین نے نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ تحریر کیا ہے اہل علم حضرات ان تفصیلات سے بخوبی واقف ہیں۔

اسلام کے ابتدائی دور کی مشکلات میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کی استقامت اور غم گساری کو کئی عنوانات کے ساتھ علماء فن نے ذکر کیا ہے۔

صاحب زاد المعاد نے لکھا ہے کہ ؎

ھی التی وازرته علی النبوۃ وجاھدت معه و واسته بنفسھا ومالھا" الخ

مطلب یہ ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض نے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکلات نبوت میں خوب مدد کی اور تقویت کے سامان مہیا کئے اور آنجناب کے ساتھ مجاہدات کشی میں شامل رہیں۔ اور آپؐ نے مال و جان کے ساتھ آنحضورؐ کی غمخواری کی اور ہر مرحلہ پر آپؐ کی خیر خواہی کا مظاہرہ کیا۔ یہ ان کا کمال ایثار تھا جو مشکل ترین وقت میں اسلام کی تبلیغ و ترویج میں مدد و معاون ہوا۔

(۴) ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کی ایک فضیلت یہ بھی ذکر کی گئی ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے اور جبرائیل کی طرف سے خدیجہ پر "سلام" کہیں اور انہیں جنت میں ایک عالی شان مکان کی

۱۔ زاد المعاد لابن قیم صفحہ ۲۶ ج ۱ فصل فی ازواجہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بشارت دیں۔

فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کی جانب سے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی طرف سلام کا ارسال کیا جانا اور اس دنیا میں جنت کے اندر ایک عالی شان مکان کی بشارت کا دیا جانا ان کے حق میں ایک بہت بڑی عظمت اور فضیلت کی چیز ہے۔

(۵) حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ "خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے جنت میں ایسے مکان کی خوشخبری دی گئی ہے کہ جہاں نہ کوئی شور و شغب ہوگا اور نہ وہاں تھکان محسوس ہوگی"

(۶) زاد المعاد میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور بڑی فضیلت کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا حتیٰ کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا۔

یہ ان کی عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے اور رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں جو ان کا مقام تھا اس کی یہ علامت ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

---

۱ ۔ بخاری شریف ص ۷۸۶ ج ۲ کتاب النکاح باب غیرۃ النساء ووجدھن

۲ ۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۳ باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۳ ۔ زاد المعاد لابن قیم ص ۲۶ ج ۱ فصل فی ازواجہ صلی اللہ علیہ وسلم

۴ ۔ جامع مسانید الامام الاعظم ص ۲۰۷ ج ۔ اول ۔ الفصل الرابع فی الفضائل ۔ طبع اول ۔ دکن

۵ ۔ زاد المعاد لابن قیم ص ۲۶ ج ۱ فصل فی ازواجہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

(۷) حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف قریباً چوبیس سال اور چند مہینے رہا۔ نبی اقدس ؐ کے چچا ابو طالب کی وفات کے تین روز بعد ماہ رمضان میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کا مکّہ شریف میں انتقال ہوا۔ اُس وقت ان کی عمر پینسٹھ سال کے قریب تھی اور یہ ہجرت مدینہ سے تین برس پہلے کا واقعہ ہے۔[1]

(۸) ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کا جب انتقال ہوا تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اس رفیقۂ حیات کی جدائی پر نہایت صدمہ اور ملال ہوا۔[2] "حجون" کے مقام میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کے دفن کا انتظام کیا گیا ہے۔ جس وقت قبر مبارک تیار ہو گئی تو خدیجہ رضؓ کو قبر میں اتارنے کے لئے سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس قبر میں داخل ہوئے۔ حکیم[a] ابن حزام بھی[3] اس تدفین میں آنجناب ؐ کے

---

۱ - { المعارف لابن قتیبہ ص ۵۹
تحت ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۲ - { تاریخ ابن جریر طبری ص ۲ ج ۱۳۰
المنتخب من کتاب ذیل المزیل لابی جعفر الطبری

۳ - { طبقات ابن سعد ص ۱۵۶ ج ۸
تحت ذکر عدد ازواج النبی صلعم

(حاشیہ) [a] قولہ حکیم ابن حزام۔ ان کا پورا نام حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے سگے برادرزادہ ہیں یعنی خدیجۃ الکبریٰ ؓ حضرت حکیم ابن حزام کی عمہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

ساتھ تھے۔ اس وقت تک نماز جنازہ کا حکم شرعی نازل نہیں ہوا تھا۔ (ولم تکن شرعت الصلوٰۃ علی الجنائز۔")

۱۔ طبقات ابن سعد ص۱۱ ج۔۸ تحت ذکر خدیجہ رض ۔

۲۔ الاصابہ ص۲۷۶ ج۔۴ تحت ذکر خدیجۃ الکبریٰ رض ۔

(۹) ایک فضیلت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کے حق میں یہ بھی ذکر کی جاتی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:۔

"مریم اپنے دور کی تمام عورتوں سے بہترین عورت ہیں اور خدیجہ بنت خویلد اپنے دور کی خواتین میں سے بہترین خاتون ہیں۔"

۱۔ المصنف لعبدالرزاق ص۴۹۲/۴۹۳ جلد سابع
تحت باب نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) محترمہ ہیں۔ علمائے فن نے ان کی خصوصی چیز یہ ذکر کی ہے کہ موصوف "مولود فی الکعبہ" ہیں۔ یعنی ان کی ولادت کعبہ شریف میں ہوئی تھی۔ جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رض کے متعلق مشہور ہے کہ ان کی ولادت کعبہ شریف میں ہوئی تھی۔ اسی طرح حضرت حکیم ابن حزام بھی بیت اللہ میں پیدا ہوئے تھے آپ فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے تھے۔

......وحکیم ھذا ولد فی الکعبۃ"

۱۔ کتاب المحبر لابی جعفر بغدادی ص۱۷۶
تحت عنوان الندماء من قریش

۲۔ الاصابہ فی تمییز الصحابۃ لابن حجر ص۳۴۸
تحت حکیم ابن حزام ابن خویلد

۳۔ الاکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوۃ ص۵۹۱ تحت حکیم بن حزام

۲۔ بخاری شریف ص ۵۳۸ جلد اول
باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلہا

۳۔ مسلم شریف ص ۲۸۴ جلد ۲ باب فضائل خدیجہ رضی اللہ عنہا

۴۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۳ الفصل الاول
باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں یہ ارشاد نبوی بڑی اہمیت کا حامل ہے اور حضرت خدیجہؓ کے مقام کو اپنے دور کی تمام خواتین سے فائق کرتا ہے۔ اور اس ارشاد کو نقل کرنے والے حضرت علیؓ کے برادر زادے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ہیں۔
اس مسئلہ کے متعلق مزید تشریح حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے تذکرہ کے بعد اہم مباحث میں انشاء اللہ ذکر کی جائے گی۔

حضرت اُم المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سے اولادِ نبوی صؐ

سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ تمام ازواج مطہرات میں سے شرف زوجیت میں ان کو سبقت حاصل ہے۔ اور پھر آنجنابؐ کی تمام اولاد ماسوائے صاحبزادہ ابراہیم کے ان سے متولد ہوئی۔

۱۔ مجمع الزوائد للہیثمی ص ۲۲۰ ج ۹ باب فضل خدیجہ بنت خویلد

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے چند مناقب وفضائل ذکر کرنے کے بعد آپ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہوئی ان کا بیان ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

اولادِ نبویؐ محدثین کے نزدیک

حضرات محدثین نے آنجناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے مسئلہ کو کئی عنوانات کے تحت مفصل ذکر کیا ہے مشہور محدث ہیثمیؒ نے اپنی عبارت میں اس مسئلے کو اس طرح ذکر کیا ہے کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے بطن مبارک سے پہلے صاحبزادے قاسمؓ متولد ہوئے یہ آپؐ کی تمام اولاد میں سے بڑے تھے پھر صاحبزادی زینبؓ پیدا ہوئیں۔ پھر ان کے بعد عبداللہ پیدا ہوئے ان کو طیب و طاہر بھی کہا جاتا تھا۔ یہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے اور پھر صغر سنی میں فوت ہو گئے۔ پھر صاحبزادی ام کلثومؓ پیدا ہوئیں۔ پھر حضرت فاطمۃ الزہراؓ پیدا ہوئیں۔ بعدہٗ حضرت رقیہؓ متولد ہوئیں۔ اس ترتیب سے یہ اولاد متولد ہوئی (بقول بعض یہ ترتیب ہے)۔

پھر مکہ شریف میں پہلے صاحبزادہ قاسمؓ فوت ہوئے۔ اور ان کے بعد عبداللہ فوت ہوئے۔ (رواہ طبرانی ورجالہ ثقات)

۱۔ { مجمع الزوائد للہیثمی جلد نہم ص۲۱۷
باب فی اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم }

ایک معذرت

قارئین کرام کی خدمت میں اس موقع پر ایک معذرت پیش خدمت ہے وہ یہ ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف چار صاحبزادیوں کے سمیت ہمارے بے شمار محدثین نے اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کی ہے۔ یہاں صرف علامہ ہیثمی کا حوالہ نقل کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے ورنہ صحاح ستہ اور غیر صحاح ستہ میں ان کا ذکر اپنی اپنی جگہ میں لاتعداد مقامات پر ملتا ہے۔

اولادِ نبوی ؐ

سیرت نگاروں کے نزدیک

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سے اولاد کے مسئلہ کو ابن ہشام نے "سیرت نبویہ" میں ایک مستقل عنوان کے تحت اس طرح ذکر کیا ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد صاحبزادہ ابراہیم رضؓ کے بغیر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سے پیدا ہوئی۔ قاسم رضؓ (ان کے نام سے آپ کی کنیت "ابوالقاسم" جاری ہوئی۔ طیب رضؓ اور طاہر رضؓ پھر زینب رضؓ اور رقیہ رضؓ ام کلثوم اور فاطمہ رضؓ متولد ہوئیں۔

۱۔ سیرۃ نبویہ لابن ہشام ص ۱۹۰ ج۔ اول
تحت حدیث تزویج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ رضی اللہ عنہا واولادہ صلی اللہ علیہ وسلم من خدیجہ رضؓ

۲۔ کتاب الثقات لابن حبان ص ۴۶-۴۷
جلد اول طبع دائرۃ المعارف العثمانیہ۔ حیدرآباد دکن
تحت ذکر خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الشام

روایت مذکور بالا میں کچھ معمولی سا اختلاف مذکور ہے تاہم یہ چیز مسلم ہے کہ آنجناب ؐ کی چاروں صاحبزادیاں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئیں اور یہ حضور اکرم کی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ کسی دیگر خاوند سے نہیں کہ ان کو "لے پالک" کے الفاظ سے ذکر کیا جائے۔

مشہور سیرت نگاروں میں سے ایک حافظ ابن قیم ؒ بھی ہیں انھوں نے سیرت نبویہ ؐ کو "فقیہانہ طرز" پر مرتب کیا ہے اس میں ایک مستقل فصل حضرت رسالتمآب صلی اللہ

علیہ وسلم کی اولاد کریم کے لئے ذکر کی گئی ہے اس میں مذکور ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ
کے بطن مبارک سے پہلے پہلے صاحبزادہ قاسمؓ متولد ہوئے انہیں کے نام سے
حضور صلعم کی کنیت " ابوالقاسم" مشہور ہوئی۔ یہ بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔
بعض لوگ کہتے ہیں کہ اتنا زمانہ زندہ رہے کہ سواری پر سوار ہونے کے قابل ہو گئے
تھے پھر حضرت زینبؓ متولد ہوئیں۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ قاسمؓ سے بھی بڑی
تھیں پھر رقیہؓ ام کلثوم اور فاطمہ متولد ہوئیں۔

.... وھولاء کلھم من خدیجۃ "

یعنی مندرجہ بالا تمام اولاد شریف حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے متولد ہوئی اور خدیجۃ الکبریٰؓ
کے بغیر دوسری ازواج مطہرات سے آپ کی اولاد نہیں ہوئی پھر اس کے بعد مدینہ
شریف میں آپؐ کی ایک خادمہ مسماۃ "ماریہ قبطیہ" سے (جس کو
المقوقس نے ہدیۃً ارسال کیا تھا) صاحبزادہ ابراہیمؓ پیدا ہوئے یہ ۸ھ کا واقعہ ہے۔
ابورافع نے حاضر ہو کر ابراہیمؓ کی ولادت کی خوشخبری دی۔ اس بشارت پر ابورافع
کو آپؐ نے ایک غلام عنایت فرمایا۔ یہ صاحبزادہ ابراہیمؓ صغر سنی میں فوت ہو
گئے تھے ابھی ان کا دودھ نہیں چھڑایا گیا تھا .... ؎۱

۱۔ { زاد المعاد لابن قیمؒ ص۲۶-۲۵ ج۔ اوّل
فصل فی اولادہ صلی اللہ علیہ وسلم }

حضرات محدثین اور علمائے سیرت کے بیانات کے بعد اب علمائے انساب
کے بیانات ذکر کئے جاتے ہیں انہیں بغور ملاحظہ فرمائیں تا کہ آپ کی چاروں بیٹیوں
کے رسالت مآبؐ کی حقیقی اولاد ہونے میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔

اولادِ نبویؐ

علمائے انساب کے نزدیک

اہل علم حضرات تو اس مسئلہ کو جانتے ہیں لیکن عام دوستوں کے لئے یہ بات قابل ذکر ہے کہ علمائے انساب اپنی انساب کی تصانیف میں قبائل کے نسب بیان کرتے ہیں اور ان کی اولاد کے جو کچھ شجرے ذکر کرتے ہیں یہ سب کچھ فن تاریخ کے اعتبار سے ذکر کیا جاتا ہے اس میں کسی فرقے (مثلاً شیعہ یا سنی کے فکری نظریات) کے اعتبار سے نسب نہیں بیان کئے جاتے اور ان نسبی تفاصیل میں مذہبی رجحانات کا دخل ہرگز نہیں ہوتا۔

کتب انساب میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ محض تاریخی معلومات کی حیثیت سے مدون و مرتب کیا جاتا ہے۔

اس گزارش کے بعد عرض ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ سے تولد ہوئی تھی اس کا ذکر ہم انساب کے اکابر علماء سے نقل کرنا چاہتے ہیں اور اس طریقہ کار میں مقصد یہ ہے کہ ناظرین کرام کے لئے علی وجہ البصیرۃ یہ بات واضح ہو جائے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے متعلق جو کچھ آج کل ذاکرین کرام لوگوں میں نشر کر رہے ہیں یعنی یہ کہ حضرت رسالتمآب کی تین صاحبزادیاں آنجنابؐ کی حقیقی اولاد نہیں تھیں بلکہ حضرت خدیجہؓ کے سابق ازواج کی اولاد تھیں۔ یا حضرت خدیجہؓ کی خواہر زادیاں تھیں، سراسر جھوٹ ہے۔ یہ چیز بالکل خلاف واقعہ ہے اور نبی پاکؐ کی اولاد پر افتراء ہے اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہنوں کے ساتھ غلط سلوک کیا جا رہا ہے یہ تینوں

صاحبزادیاں رسالتمآب کی حقیقی صاحبزادیاں ہیں اور یہ تینوں جناب خدیجۃ الکبریٰ رض کے بطن مبارک سے متولد ہوئیں۔ حضرت فاطمہ رض کی سگی بہنیں تھیں۔

اس مسئلہ کو قارئین کرام اس فن کے کبار علماء کی کتب کے ذریعے تحقیق فرما کر تسلی کرلیں۔ ذیل میں علمائے انساب کی تحقیقات اس مسئلے پر ایک ترتیب سے پیش کی جاتی ہیں۔ توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ علماء انساب کے چھ عدد حوالہ جات حاضر خدمت ہیں۔ اور یہ کتابیں اس فن میں قدیم ماخذ کے درجہ میں شمار کی جاتی ہیں۔

①

طبقات ابن سعد میں ہے کہ :-

"کان اوّل من ولد لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ قبل النبوۃ القاسم وبہ کان یکنی ثم ولد لہ زینب ثم رقیۃ ثم فاطمۃ ثم ام کلثوم ثم ولد لہ فی الاسلام عبد اللہ فسمی الطیب والطاہر وامھم جمیعا" خدیجۃ بنت خویلد بن اسد"

۱- { طبقات ابن سعد صـ۸۵ ج۔اوّل۔ قسم اوّل
تحت ذکر اولاد رسول اللہؐ وتسمیتھم۔

۲- { طبقات ابن سعد صـ۱۵۶ ج - ۸
تحت ذکر عدد ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی نبوت سے پہلے مکہ شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آپ کے پہلے

فرزند قاسم پیدا ہوئے ان کے ساتھ آنجناب کی کنیت "ابوالقاسم" جاری ہوئی پھر جناب کی صاحبزادی زینبؓ پیدا ہوئی پھر صاحبزادی رقیہؓ پھر فاطمہؓ پھر ام کلثومؓ پھر اسلام کے دور میں آپ کے صاحبزادہ عبداللہ متولد ہوئے انہیں کو طیب و طاہر کہا جاتا ہے۔ اس ساری اولاد کی والدہ ماجدہ سیّدہ خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد رضی اللہ عنہا ہیں۔

۲

قدیم علمائے انساب میں سے "المصعب زبیری المتوفی ۲۳۶ھ" نے اپنی مشہور تصنیف "نسب قریش" میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اولاد شریف (جو خدیجۃ الکبریٰؓ سے متولد ہوئی کا ذکر مندرجہ ذیل عبارت میں کیا ہے:-

...... و اما خديجة بنت خويلد، فولدت لرسول الله صلى الله عليه وسلم القاسم وكان يقال له "الطاهر" و "الطيب" ولد بعد النبوة ومات صغيرًا، واسمه عبد الله و فاطمة و زينب و ام كلثوم، و رقية، بنى رسول الله صلى الله عليه وسلم.

١- { نسب قريش للمصعب زبيرى ص٢٣١ تحت ولد اسد بن عبد العزىٰ.

یعنی خدیجہ بنت خویلد کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو صاحبزادے "القاسم" اور "الطاہر" جنہیں طیب بھی کہا جاتا تھا جو بعد از نبوت پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں فوت ہو گئے اور جن کا نام عبداللہ تھا) اور تین صاحبزادیاں فاطمہ، زینب

اُمِ کلثومؓ اور رقیہؓ متولد ہوئیں رضوان علیہم اجمعین۔

ابو جعفر (۲۴۵ھ) بغدادی مشہور النسّابہ ہیں انہوں نے اپنی مشہور تصنیف "المحبّر" میں مندرجہ ذیل الفاظ میں اولاد شریف کا مسئلہ ذکر کیا ہے۔ حضرت خدیجہؓ کے حالات کے تحت لکھتے ہیں:۔

"فولدت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم القاسم وزینب وام کلثوم وفاطمۃ وعبد اللہ وھو الطیب اسم واحد وکان علیہ السلام یوم تزوجھا ابن خمس وعشرین سنۃ وھی بنت اربعین سنۃ"

۱۔ { کتاب المحبّر ص۷۹ تحت ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی جعفر محمد بن حبیب البغدادی۔ طبع اول دکن۔

یعنی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں خدیجۃ الکبریٰؓ سے القاسمؓ، زینبؓ، ام کلثومؓ، فاطمۃؓ اور عبد اللہؓ (جن کا نام الطاہر وطیب ہے) پیدا ہوئے۔ تزویج کے وقت آنجنابؐ کی عمر پچیس (۲۵) برس اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس برس تھی۔

(حاشیہ) قولہ فولدت للنبیؐ...... الخ

ابو جعفر بغدادی نے اس مقام (احوال ازواج رسول اللہ) میں سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف (جو خدیجہؓ سے پیدا ہوئی) ذکر کی ہے۔ یہاں صاحبزادیوں کے مبارک اسماء

(باقی اگلے صفحہ پر)

اس فن کے مشہور و معروف عالم ابن قتیبہ دینوری (المتوفی ۲۷۶ھ) اپنی کتاب "المعارف" میں اولاد نبویؐ کے تحت تحریر کرتے ہیں۔

"وولد لرسول الله صلى الله عليه وسلم من خديجة القاسم وبه كان يكنى والطاهر وطيب وفاطمة وزينب ورقية وام كلثوم ومن مارية القبطية ابراهيم"

(المعارف لابن قتيبة ص۶۱ تحت اولاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

یعنی سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف خدیجہؓ سے یہ تھی۔ القاسم ؓ انتہی

(حاشیہ صفحۂ گزشتہ) میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں کیا۔ اس کے متعلق اتنی وضاحت کی ضرورت ہے کہ یہاں اصل مسودہ میں سے ناقل سے فروگزاشت ہو گئی ہے۔

قرینہ یہ ہے کہ صاحب کتاب "المحبّر" نے آگے چل کر دوسرے مقام میں جہاں (اسماء النسوة المبايعات رسول الله صلى الله عليه وسلم من بنی ھاشم) ذکر کئے ہیں وہاں لکھا ہے۔

بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینبؓ وام کلثومؓ وفاطمہؓ ورقیہؓ وصفیہ عبدالمطلب" یعنی یہاں چاروں صاحبزادیوں کے نام حضرت رقیہؓ سمیت ذکر کئے گئے ہیں۔ (منہ)

۱۔ كتاب المحبر ص۴۰۶

تحت اسماء النسوة المبايعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ..... الخ

کے نام سے آپؐ کی کنیت ابوالقاسم تھی، طاہر اور طیب، فاطمہؓ، زینب، رقیہ اور ام کلثوم۔ اور صاحبزادہ ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ سے تھے۔

۵

تیسری صدی ہجری کے مشہور عالم انساب احمد بن یحییٰ بلاذری (المتوفی ۲۷۹ھ) نے اس فن کی اپنی کتاب "انساب الاشراف" جلد اوّل میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے "ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وولدہ" خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد کو ازواج میں سب سے پہلے ذکر کیا ہے پھر ساتھ ہی ان کی اولاد کو نمبروار تحریر کیا ہے۔

۱۔ خدیجہؓ سے آنجنابؐ کے صاحبزادے قاسم بن رسول اللہؐ پیدا ہوئے۔
۲۔ اس کے بعد حضرتؐ کی صاحبزادی زینبؓ متولد ہوئیں یہ آنجنابؐ کی تمام صاحبزادیوں سے بڑی تھیں ان کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہوا جو ان کے خالہ زاد بھائی تھے۔ یعنی ہالہ بنت خویلد بن اسد کے بیٹے تھے۔
۳۔ پھر خدیجہؓ سے آنجنابؐ کی صاحبزادی رقیہؓ پیدا ہوئیں۔
۴۔ اور خدیجہؓ سے آنجنابؐ کی صاحبزادی ام کلثوم پیدا ہوئیں۔
۵۔ اور خدیجہؓ سے فاطمۃ الزہراؓ پیدا ہوئیں۔

بلاذریؒ نے یہاں ہر ایک کے احوال کی تفصیل دے دی ہے[1]

---

[1] کتاب انساب الاشراف ص ۳۹۶/۳۹۷ ص ۴۰۱/۴۰۲ جزء اوّل تحت ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وولدہ۔

ابن حزم اندلسی (المتوفی ۴۵۶ھ) نے اپنی کتاب "جمہرۃ انساب العرب" میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف کا ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔
"ھذا نسب عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف"
اس کے تحت بعبارت ذیل مسئلہ ہذا ذکر کیا ہے۔

"وکان له علیه السلام من البنات زینبؓ اکبرھن
وتالیھا رقیۃ وتالیھا فاطمۃؓ وتالیھا ام کلثومؓ ام
جمیع ولدہ حاشٰی ابراھیمؑ خدیجۃؓ ام المؤمنین
بنت خویلد بن اسد بن عبد العزٰی بن قصی" [1]

"اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چار صاحبزادیاں تھیں۔ زینبؓ سب سے بڑی تھیں۔ ان کے بعد رقیہؓ ان کے بعد فاطمہؓ اور ان کے بعد اُم کلثومؓ۔"
آنجنابؐ کی تمام اولاد ابراہیمؓ کے بغیر ام المؤمنین خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ عنہا سے تھیں۔

قارئین کرام نے بنات نبویؐ کے مسئلہ علمائے انساب کی تحقیقات کی روشنی میں ملاحظہ فرما لیا۔ ان سب علمائے انساب نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی چار

---

[1] جمہرۃ انساب العرب ص۱۹
تحت ھذا نسب عبداللہ بن عبدالمطلب .... الخ

صاحبزادیاں جناب خدیجۃ الکبریٰ ؓ سے درج کی ہیں۔ یہاں سے واضح ہوا کہ ان کے "لے پالک" ہونے کا جو پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے وہ سراسر بے بنیاد ہے۔ اور یہ صاحبزادیاں آنجناب ؐ اور خدیجہ ؓ کی حقیقی بیٹیاں ہیں۔

محدثین۔ سیرت نگاروں اور مورخین (علمائے انساب) ان سب حضرات کی تصریحات بقدر ضرورت آپ کے سامنے آ گئی ہیں کہ آنجناب ؐ کی حقیقی طور پر چار صاحبزادیاں ہیں۔

اس کے بعد اب ناظرین کرام کی خدمت میں شیعہ کے ائمہ کرام اور مجتہدین عظام اور اکابر علماء کی تحریرات پیش خدمت کی جاتی ہیں۔ تاکہ طرفین کی کتابوں سے مسئلہ ہذا کی صحت ناظرین کے سامنے کھل کر آ جائے۔

(وما توفیقی الا باللہ)

"اولادِ نبویؐ"

شیعہ علماء کی نظر میں!

شیعہ کے جمہور علماء اور ان کے مشاہیر مجتہدین و مؤرخین نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد (جو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے متولد ہوئی) کو علمائے اہل سنت کے مطابق ذکر کیا ہے اور سوا صاحبزادہ ابراہیم کے باقی تمام اولاد کو حضرت خدیجہؓ سے متولد ہونا ذکر کیا ہے۔ اگر کچھ اختلاف پایا جاتا ہے تو وہ اولاد شریف کے تولد میں تقدیم اور تاخیر کے لحاظ سے مذکور ہے۔ چنانچہ اس پر ہم شیعہ علماء کے بیانات کو بقدر ضرورت درج کرنا چاہتے ہیں ان کے ائمہ معصومین ہوں یا متقدمین علماء ہوں یا متاخرین ان کی عبارات پیش کر کے ہم اس مسئلہ کو پختہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس طریقہ سے ناظرین کرام کو اس مسئلہ میں خوب تسلی ہو جائے گی کہ فریقین کے علماء آنجنابؐ کی چاروں صاحبزادیوں کے حضرت خدیجہؓ سے متولد ہونے کو درست تسلیم کرتے ہیں اور اس میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں یعنی اس مسئلہ کے متعلق اس دور میں بعض شیعہ صاحبان لکھ رہے ہیں یعنی سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدیجہؓ سے صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اکلوتی بیٹی ہیں اور باقی تینوں صاحبزادیاں حضرت زینبؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہن حضرت خدیجہؓ کے "سابق ازواج کی اولاد ہیں"...... یا خدیجۃ الکبریٰؓ کی خواہرزادیاں ہیں یہ سراسر غلط، جمہور اہل اسلام کے مسلمہ مسلک کے خلاف، اور ان کے ائمہ معصومین کے فرمان کے برخلاف ہے۔ اور امت اسلامیہ میں اس مسئلہ کے ذریعے افتراق و انتشار ڈالنے کے مترادف ہے جو حدت

دینی کے برعکس ہے اور سب سے بڑھ کر سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادِ شریف پر بہت بڑا افترا ہے۔ رسالتمآبؐ کے مبارک خاندان کے ساتھ نہایت ناروا سلوک برتا جارہا ہے اور اس گھرانے کی معاذاللہ ہتکِ عزت کی جارہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس مقدس خاندان کے ساتھ صحیح عقیدت مندی کی توفیق عطا فرمائے جو آخرت میں سود مند ہوگی اور سوءِ عقیدت سے بچائے جو آخرت میں موجبِ خسران ہوگی۔

۱

پہلے شیعہ کی کتاب "اصول کافی" سے مسئلہ ہذا نقل کیا جاتا ہے۔

اصول کافی شیعہ کے "اصول اربعہ" میں سے اوّل نمبر کی کتاب ہے اور اس کتاب کو "امام غائب" کی تصدیق حاصل ہے اور تمام شیعہ علماء و مجتہدین اس کتاب کی توثیق کرتے ہیں اور اس کی روایات و مندرجات کو درست تسلیم کرتے ہیں۔ اس کے مصنف "محمد بن یعقوب کلینی رازی" نے اس کتاب کی کتاب الحجۃ باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کیا ہے کہ:۔

"وتزوج الخديجة وهو ابن بضع وعشرين سنة فولد له منها قبل مبعثه القاسم ورقية وزينب وام كلثوم وولد له بعد المبعث الطيب والطاهر وفاطمة عليها السلام"[1]

---

[1] اصول کافی ص۲۷۹ کتاب الحجۃ باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ طبع نول کشور لکھنؤ۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ کے ساتھ نکاح کیا اس وقت آنجنابؐ کی عمر بیس سال سے زیادہ تھی پھر خدیجہؓ سے جناب کی اولاد بعثت سے پہلے یہ پیدا ہوئی۔ قاسمؑ، رقیہؑ، زینبؑ اور ام کلثومؑ اور بعثت کے بعد آپؐ کی اولاد طیبؑ طاہرؑ اور فاطمہؑ (ان سب پر سلام ہو) پیدا ہوئیں۔

اصول کافی کی اس معتبر روایت نے یہ مسئلہ واشگاف الفاظ کے ساتھ واضح کر دیا کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہیں اور چاروں خدیجۃ الکبریٰؓ سے متولد ہیں۔ یعنی خدیجہؓ کے سابق ازواج سے پیدا شدہ نہیں ہیں۔

اصول کافی کے شارحین نے اس روایت کی تشریح اور توضیح بڑے عمدہ طریقہ پر کر دی ہے۔ اس کی کئی شروح عربی میں ہیں مثلاً "مرآۃ العقول شرح علی اصول" از ملا باقر مجلسی وغیرہ اور فارسی میں اس کی مشہور شرح "الصافی" شرح اصول کافی (از ملا خلیل قزوینی) ہے ان سب شارحین حضرات نے روایت بالا کو درست تسلیم کیا ہے اور اس کی حسب دستور شرح کی ہے یعنی اس روایت کو ضعیف قرار دے کر رد نہیں کیا بلکہ صحیح تسلیم کیا ہے۔

اب اگر چودہویں صدی کے بعض شیعہ صاحبان اور مجلس خوان حضرات اس روایت کو ضعیف بنا کر رد کرنا چاہتے ہیں تو یہ لوگ پہلے ضعفِ روایت کی کوئی معقول وجہ پیش کریں جو اس فن کے علماء کے نزدیک مسلم ہو ورنہ یہ چیز اپنے سابق مجتہدین اور آئمہ کرام کے ساتھ بغاوت ہوگی اور یہ امر اپنے اکابرین سے قوم کو برگشتہ کرنے کے مترادف ہوگا۔

اب ہم "اصول کافی" کی روایت بالا کی شرح "الصافی" سے ملا خلیل قزوینی کی زبانی نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین کرام کو تسلی ہو جائے کہ روایت ہذا کا مفہوم وہی صحیح ہے جو ہم نے نقل کیا ہے۔ ملا خلیل قزوینی فرماتے ہیں یعنی :۔

" بزنی خواست خدیجہ را و او فرزند بست سالہ وکسری بود لیس زادہ

شد برائے او از خدیجہ پیش از رسالت او قاسم و رقیہ و زینب و ام کلثوم
وزادہ شد برائے او بعد از رسالت طیب و طاہر و فاطمہ[1] ع "

ملا خلیل کی عبارت کا مفہوم وہی کچھ ہے جو ہم نے اُوپر اصل روایت کے تحت اُردو میں ذکر کر دیا ہے یعنی خدیجہؓ سے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مندرجہ ذیل متولد ہُوئی۔ رسالت و نبوت سے پہلے قاسم۔ رقیہ[1] زینب[2] اور ام کلثوم[3] پیدا ہُوئے اور رسالت کے بعد طیب و طاہر اور فاطمہ (علیہا السلام) پیدا ہوئیں)

۲

پھر "اصول اربعہ" کے مشہور مصنّف شیخ صدوق ابن بابویہ القمی نے اپنی مشہور تصنیف "کتاب الخصال" میں یہ مسئلہ متعدد بار ذکر کیا ہے۔ امام جعفر صادقؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

" عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: ولد لرسول اللہ (ص)
من خدیجۃ القاسم والطاھر وھو عبد اللہ وام کلثوم[1]
ورقیۃ[2] وزینب[3] وفاطمۃ[4] وتزوج علی ابن ابی طالب (ع)
فاطمۃ (ع) وتزوج ابو العاص بن الربیع وھو رجل
من بنی امیۃ زینب وتزوج عثمان بن عفان ام کلثوم
وماتت ولم یدخل بھا ولما سار الی بدر زوجہ

---

[1] الصافی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ جزء سوم
حصہ دوم ص۱۴۲ باب مولد النبی ووفاتہ طبع نول کشور لکھنؤ۔

رسول اللہ (ع) رقیۃ۔ الخ[1]

یعنی امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ خدیجہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اولاد پیدا ہوئی۔ قاسمؑ۔ طاہرؑ انہی کو عبداللہ کہتے ہیں ام کلثومؓ، رقیہؓ، زینبؓ اور فاطمہؓ پھر علیؓ ابن ابی طالب نے فاطمہؓ سے نکاح کیا اور ابو العاص بن ربیع جو بنی امیہ میں سے ایک شخص تھا زینبؓ کے ساتھ نکاح کیا اور عثمانؓ بن عفان نے ام کلثومؓ سے نکاح کیا۔ رخصتی ابھی نہیں ہوئی تھی کہ ام کلثومؓ فوت ہوگئیں پھر جب غزوہ بدر کی طرف چلنے لگے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ کو رقیہؓ نکاح کر دی۔ الخ

۳

اور شیخ صدوق نے اسی مقام میں ایک قول نبویؐ بھی ذکر کیا ہے کہ :۔

"فان اللہ تبارک وتعالیٰ بارک فی الولود الودود و ان خدیجۃ رحمھا اللہ ولدت منی طاھرا وھو عبداللہ وھو المطھر وولدت منی القاسم وفاطمۃ ورقیۃ وام کلثوم وزینب[2]

"یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عورت میں برکت دی ہے جو بہت بچے جننے والی اور اپنے زوج اور اولاد کے ساتھ محبت رکھنے والی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خدیجہؓ

---

[1] کتاب الخصال للشیخ الصدوق ص۳۷۵ باب السبعۃ۔

[2] کتاب الخصال للشیخ الصدوق ص۳۷۶ باب السبعۃ۔

پر رحم فرماتے کہ اس کے بطن سے میری اولاد ہوئی طاہر جس کو عبداللہ کہتے ہیں اور وہی مطہر ہے اور خدیجہؓ سے میرے ہاں قاسمؓ، فاطمہ، رقیہؓ[۲]، ام کلثومؓ[۳] اور زینبؓ[۱] پیدا ہوئیں۔"

شیخ صدوق نے ان ہر دو حوالہ جات میں صاف طور پر آنحضرتؐ کی حقیقی چار صاحبزادیوں کے مسئلہ کو خوب بیان کر دیا ہے اور سابق ازواج سے ہونے کی تردید کر دی ہے۔

۴

نیز شیخ صدوق" نے اپنی "امالی" میں المجلس السابع والستون ص ۲۶۴ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خطبہ ذکر کیا ہے جو آنجنابؐ نے لوگوں کے سامنے ارشاد فرمایا تھا اور شیخ عبداللہ المامقانی نے بھی "تنقیح المقال" کے آخر میں تذکرہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہی فضیلت ذکر کی ہے جو رسالتمآبؐ نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمائی اس میں مذکور ہے کہ :-

"یا معشر الناس ألا ادلكم على خير الناس خالا وخالة قالوا بلى یا رسول الله قال الحسن والحسين فان خالهما القاسم بن رسول الله وخالتهما زينب بنت رسول الله ثم قال بيده هكذا يحشرنا الله ثم قال اللهم انك تعلم ان الحسن فى الجنة والحسين فى الجنة وجدهما فى الجنة وجدتهما فى الجنة وأباهما فى الجنة امهما فى الجنة عمهما فى الجنة وعمتهما فى

الجنۃ وخالھما فی الجنۃ وخالتھما فی الجنۃ[1] .... الخ

یعنی رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے لوگو! میں تمھیں ایسے اشخاص پر رہنمائی نہ کروں جو سب لوگوں سے ماموں اور خالہ کے اعتبار سے بہترین ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمائیے۔ تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ حسنؓ اور حسینؓ ہیں اور اُن کے ماموں القاسمؓ بن رسول اللہ ہیں اور ان دونوں کی خالہ زینب بنتِ رسول اللہ ہیں۔ پھر آنجنابؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اس طرح ہمیں (قیامت میں) اللہ تعالیٰ جمع فرمائے گا پھر فرمایا کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ حسنؓ جنت میں ہیں، حسینؓ جنت میں ہیں، ان کے دونوں جد یعنی (نانا) جنّت میں ہیں، ان کی (جدہ) یعنی نانی جنّت میں ہیں، ان دونوں کے والد جنّت میں ہیں، ان دونوں کی والدہ جنّت میں ہیں، ان دونوں کے چچا یعنی (جعفر طیارؓ) جنّت میں ہیں، ان دونوں کی پھوپھی یعنی (اُم ہانیؓ) جنّت میں ہیں، ان کے ماموں (قاسم) جنّت میں ہیں اور ان کی خالہ زینب

---

[1] (۱) امالی شیخ صدوق ص۲۶۲ مجلس ۶۷ طبع قدیم ایران

(۲) تنقیح المقال بعبداللہ مامقانی ص۷۹ آخر جلد ثالث من فصل النساء۔ تحت زینب بنت رسول اللہ۔

(۳) منتہی المقال لابی علی ص۳۲۲ تحت باب فی ذکر نساء لھن تحت زینب بنت رسول اللہ صلعم۔ طبع قدیم۔ ایران۔

بنت رسول اللہ) جنت میں ہیں ...... الخ

رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ مذکور کو بے شمار شیعہ علماء نے نقل کیا ہے۔ یہاں صرف دو تین حوالے درج کئے ہیں: پس اس فرمان نبوی کے ذریعے ثابت ہو گیا کہ:۔

۱۔ حضرت زینبؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی ہیں۔

۲۔ حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کی قابل صد احترام خالہ ہیں۔

۳۔ اور یہ بھی اس ارشاد نبوی کے ذریعے ثابت ہوا کہ زینبؓ بنت رسول اللہ قیامت میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں محشور ہوں گی۔

۴۔ اور اپنے خواہرزادوں حضرت حسنؓ و حسینؓ کے ساتھ جنت میں ہوں گی۔

۵۔ حضرت زینبؓ کے جنتی ہونے کی بشارت بھی اس روایت سے واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے۔

تنبیہ :۔ آج کل بعض شیعہ لوگ اپنی تصانیف میں بڑی بے باکی کے ساتھ زوردار طریقہ سے تحریر کر رہے ہیں۔

"کہ آنجنابؐ کی ان تین صاحبزادیوں (زینبؓ۔ رقیہؓ اور ام کلثومؓ کی کوئی فضیلت کسی سنی و شیعہ کتاب میں دستیاب نہیں ہوتی"

ناظرین کرام ان روایات کے ملاحظہ کرنے کے بعد خود فیصلہ فرما دیں گے کہ ان کے نفی فضیلت کے بیانات میں کیا کچھ صداقت پائی جاتی ہے؟ آیا ان کے آئمہ کرام و مجتہدین عظام جو ان ہر سہ صاحبزادیوں کی فضیلت کے تذکرے بار بار کر رہے ہیں وہ راست گو ہیں؟ یا یہ دوست جو پوری تحدی کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ ان کا کوئی تذکرۂ فضیلت کتابوں میں نہیں پایا جاتا؟؟

اہل فہم و فراست کے نزدیک اگر راست گوئی اور دروغ گوئی میں کوئی فرق ہے

اور یقیناً فرق ہے تو وہ اس مسئلہ میں ٹھیک طریقہ سے نمایاں طور پر معلوم کر لیں گے اور سچ اور جھوٹ میں امتیاز قائم کر سکیں گے۔

امام حسن عسکریؒ کے اصحاب میں سے شیعہ کا ایک مشہور عالم عبداللہ بن جعفر الحمیری القمی ہے اس نے اپنی مشہور و معتبر کتاب "قرب الاسناد" میں امام جعفر صادقؒ کا قول نقل کیا ہے جسے انہوں نے اپنے والد امام باقرؒ نے روایت کیا ہے۔ امام محمد باقرؒ فرماتے ہیں:۔

"ولد لرسول الله صلى الله عليه وسلم من خديجة القاسم والطاهر وام كلثوم ورقية وفاطمة وزينب وتزوج على عليه السلام فاطمة عليها السلام وتزوج بن الربيع وهو من بنى امية زينب وتزوج عثمان بن عفان ام كلثوم ولم يدخل بها حتى هلكت وزوجه رسول الله صلى الله عليه وآله مكانها رقية[1] ...... الخ

یعنی امام جعفر صادقؒ اپنے والد امام محمد باقرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل اولاد پیدا ہوئی۔ القاسم۔ الطاہر

---

[1] قرب الاسناد لابی العباس عبداللہ بن جعفر الحمیری ص ۶ تحت ذکر اولاد نبوی مطبوعہ ایران تہران۔

ام کلثومؓ۔ رقیہؓ فاطمہ اور زینب رضی اللہ عنہم وعنھن۔ علی علیہ السلام نے فاطمہ علیہا السلام سے شادی کی اور بنوامیہؓ سے ابوالعاص بن ربیع نے زینبؓ کے ساتھ شادی کی اور عثمان بن عفان نے ام کلثومؓ کے ساتھ نکاح کیا ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ ام کلثومؓ فوت ہو گئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جگہ عثمان کو رقیہ کا نکاح کر دیا"

ائمہ کی اس روایت نے مسئلہ ھذا کو کھول کر بیان کر دیا کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں ہیں اور چاروں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن مبارک سے پیدا شدہ ہیں۔ کسی سابق ازواج کی اولاد میں سے نہیں اور نہ ہی خدیجہؓ کی بہن کی اولاد ہیں۔

ایک حیلہ یا عذر لنگ

ناظرین کرام کی خدمت میں یہ اطلاع کرنی موزوں ہے کہ امام جعفر صادقؒ کا یہ فرمان چونکہ بعض شیعہ صاحبان کو مضر ہے اسلئے سابق شیعہ علماء اس کی یہ توجیہہ کرتے تھے کہ امام کا یہ فرمان بطور تقیہ کے صادر ہوا ہے۔ اس کے بغیر ان کے پاس کوئی تدبیر نہ تھی۔

اب چودھویں صدی کے بعض تیز شیعہ صاحبان نے یہ راہ اختیار فرمائی ہے کہ اس روایت کا راوی ضعیف ہے اور وجہ ضعف بیان کرنے کے لیے ایک خام سی تجویز پیش کی ہے کہ اس راوی کا نام فلاں ہے اور یہ شخص عامی (یعنی سُنّی) ہے فلھذا یہ روایت قابل قبول نہیں۔

سبحان اللہ! امام کے فرمان کو تسلیم نہ کرنے کا یہ عجیب حیلہ تجویز کیا گیا ہے۔

راویوں کا آپس میں ہم نام ہونا کوئی عجیب بات نہیں بے شمار راوی ایک دوسرے کے ہم نام پائے جاتے ہیں عقلمند آدمی اس چیز کو دیکھتا ہے کہ جس راوی کو ہم مجروح قرار دے رہے ہیں آیا یہ وہی شخص ہے؟ یا کوئی دوسرا آدمی ہے۔ اور تشابہ اسمی کی وجہ سے ہم اس کو رد کر رہے ہیں مطلب یہ ہے کہ تعیین شخصی ضروری امر ہے اور اگر یہ نہ کی جائے تو مخادعت ہوگی۔ یہاں بھی یہی معاملہ کیا گیا کہ ہم نام ہونے کی بنا پر "مسعدہ" کو رد کر دیا حالانکہ یہ بزرگ تو خالص شیعہ ہے اور امام جعفر صادقؒ کا مخلص شاگرد ہے۔ اور اس کی روایات مقبول ہیں۔

قابلِ توجہ امور

۱۔ اسی راوی یعنی مسعدہ بن صدقہ جس کی وجہ سے روایت ہذا کو رد کیا جا رہا ہے) سے کتاب ہذا میں جگہ جگہ پر روایات نقل کی گئی ہیں اور وہ سب روایات ان کے ہاں مقبول ہیں۔ نیز اسی راوی "مسعدہ" سے کتاب "کافی" "کتاب الخصال"، امالی شیخ صدوق" اور "من لا یحضرہ الفقیہ" وغیرہ معتبر کتابوں میں بے شمار روایات مذکور ہیں اور وہ سب کی سب عند الشیعہ مقبول ہیں۔ اگر اس کے عامی (سُنّی) ہونے کی وجہ سے روایت ہذا کو رد کرنا درست ہے تو مذکورہ بالا تمام ذخیرۂ روایات کو رد کرنا ہوگا۔ حالانکہ اس کی سب روایات مقبول ہیں۔

۲۔ نیز "قرب الاسناد" کی اس روایت کو شیعہ مجتہدین نے اپنی اپنی تصانیف میں بطور تائید نقل کیا ہے۔ مثلاً ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب صفحہ ۷۱۸ ج ۲ باب پنجاہ و یکم میں، شیخ عباس القمی نے منتہی الآمال صفحہ ۱۰۸ ج ۱ فصل ہشتم

میں اور شیخ عبداللہ ماممقانی نے تنقیح المقال کے آخر میں صاجزادی ام کلثوم بنت رسول اللہ کے تحت قرب الاسناد للحمیری کے حوالہ سے جب مذکورہ علما رشیعہ نے روایت ہذا کو رد کرنے کے لئے نہیں بلکہ تائیداً ذکر کیا ہے تو یہ چیز بھی اس روایت کے عدم ضعف کی دلیل ہے اور مقبولیت کی علامت ہے ____ ورنہ ان کے اکابر علماء اس کے ضعف کے پیش نظر روایت ہذا کو رد کر دیتے۔

۳۔ نیز روایت ہذا کا شیعہ ائمہ اور شیعہ مجتہدین کے نزدیک اس مسئلہ میں دیگر مرویات کے موافق و مطابق ہونا یہ اس کی صحت کی واضح دلیل ہے۔ یعنی بالفرض اگر اس روایت میں اسناد کی وجہ سے کچھ ضعف ہے۔ تو باقی روایات کی موافقت کی بنا پر یہ روایت مقبول ہے اور اس کے رد کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ اب جو لوگ اس کو ضعفِ روائی کے حیلہ سے رد کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے اکابر مجتہدین کی تکذیب کرنے کے درپے ہیں اور شیعہ ملت کے زعماء کے بیانات کی تغلیط کر رہے ہیں۔

اب شیعہ احباب خود فیصلہ فرمائیں کہ ان کے سابق اکابر حضرات سچے تھے یا یہ آج کل کے مجلس خوان ؟ ؟ ؟ اور ان کے اکابر علماء مصنفین نے جو اس روایت کے ساتھ قبولیت کا معاملہ کیا ہے وہ درست ہے ؟ یا یہ حیلہ گری ؟ ؟

شیعہ کے قدیم و مشہور مؤرخ یعقوبی (جو تیسری صدی ہجری میں گزرے ہیں) نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف جو خدیجۃ الکبریٰ سے متولد ہوئی تھی "تاریخ یعقوبی" میں مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ درج کی ہے:-

"وتزوج رسول الله خديجة بنت خويلد وله خمس وعشرون سنة وقيل تزوجها وله ثلاثون سنة وولدت له قبل ان يبعث القاسم ورقيه وزينب وام کلثوم وبعد ما بعث عبد الله وهو الطيب والطاهر لانه ولد فی الاسلام وفاطمة"[1] .

مندرجہ بالا عبارت میں مؤرخ یعقوبی فرماتے ہیں کہ جس وقت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجۃ الکبریٰؓ سے رشتۂ زوجیت قائم فرمایا تو آپ کی عمر مبارک پچیس ۲۵ یا تیس ۳۰ سال تھی اور بعثت سے پہلے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے جو اولاد پیدا ہوئی وہ قاسمؓ رقیہؓ زینبؓ اور ام کلثومؓ تھے اور آپ کی بعثت کے بعد عبداللہ (جو دور اسلام میں پیدا ہونے کی بنا پر طیب وطاہر کے نام سے مشہور تھے) اور فاطمہ رضی اللہ عنہا متولد ہوئیں۔

تیسری صدی ہجری کے مشہور مورخ و معتبر شیعہ مؤرخ نے اولاد شریف کے مسئلہ کو بڑے واضح الفاظ میں قبلِ بعثت اور بعد از بعثت کا فرق بیان کر کے صاف طور پر درج کیا ہے۔ تمام صاجزادیوں کا جناب خدیجۃ الکبریٰؓ سے متولد ہونا ایک مسلّم امر ہے جو شیعہ و سُنّی سب حضرات بیان فرما رہے ہیں۔

تین صاجزادیوں کو سابق ازواج کی اولاد بنانا اپنی تمام سیرت اسلامی کی تکذیب کرنا ہے جو کسی مسلمان عقلمند آدمی کے شایان شان نہیں ہے۔

---

[1] تاریخ یعقوبی ص ۲۰ ج ۲ تحت تزویج خدیجۃ بنت خویلد از احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن واضح الکاتب العباسی المعروف بالیعقوبی۔

(۷)

شیعہ مؤرخ یعقوبی کے بعد اب دوسرے مشہور شیعہ مؤرخ "مسعودی" کا بیان اولادِ ھٰذا کے حق میں ذکر کیا جاتا ہے اس نے اپنی مشہور تصنیف "مروج الذھب" میں درج کیا ہے :-

"وکل اولادہ صلی اللہ علیہ وسلم من خدیجۃ خلا ابراھیم: وولد لہ صلی اللہ علیہ وسلم القاسم وبہ کان یکنّٰی وکان اکبر بنیہ سنًا ورقیۃ وام کلثوم وکانتا تحت عتبۃ وعتیبۃ ابنی ابی لھب (عمہٗ) فطلقاھما لخبر یطول ذکرہ فتزوّجھا عثمان بن عفان واحدۃ بعد واحدۃ ...... و زینب وکانت تحت ابی العاص بن ربیعؒ ...... الخ

یعنی رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد شریف صاحبزادہ ابراہیم کے سوا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئی۔ آنجنابؐ کے صاحبزادہ قاسم پیدا ہوئے جن کے نام سے جناب رسالتمآبؐ کی کنیت ابوالقاسم مشہور ہے اور یہ صاحبزادہ آپؐ کے دیگر صاحبزادوں سے عمر میں بڑے تھے اور رقیہؓ اور ام کلثومؓ پیدا ہوئیں ان کا نکاح ان کے چچا ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے اسلام سے قبل کے دستور کے مطابق

لہ مروج الذھب للمسعودی ص۲۹۸ ج۔ثانی
تحت امور و احوال من مولدہ الیٰ وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم

کیا گیا۔ پھر انہوں نے رخصتی سے قبل، طلاق دے دی اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان سے یکے بعد دیگرے ان دونوں صاحبزادیوں کا نکاح ہوا اور ایک صاحبزادی زینب تھیں جن کا نکاح ابوالعاص ابن ربیع کے ساتھ ہوا تھا''..... الخ

ان ہر سہ صاحبزادیوں کے ذکر کے ساتھ مسعودی نے حضرت فاطمہؓ کا تذکرہ بھی مفصّل بیان کیا ہے۔ مسعودی کے بیان سے خدیجہؓ کے بطن اطہر سے چاروں صاحبزادیوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف ہونا بالکل واضح طور پر ثابت ہو گیا ہے۔

گویا کہ شیعہ کے مشاہیر مؤرخین (یعقوبی و مسعودی وغیرہ وغیرہ) نے چار صاحبزادیوں کے مسئلہ کو عمدہ طریقہ سے بیان کر دیا ہے۔ جس میں انکار و اعراض کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ ان تمام تفاصیل کو ملاحظہ کرنے کے بعد پھر بھی اگر آنجنابؐ کی اولاد کو تسلیم نہ کیا جائے اور خدیجہؓ کے سابق ازواج سے ہونے کی رٹ لگائی جائے تو یہ محض ہٹ دھرمی ہی نہیں بلکہ سیرت و تاریخ اسلامی کے ساتھ خاص عناد کا سا معاملہ ہے۔ اور اس کو قطع و برید کرنا مقصود ہے۔

عقلمند آدمی اپنی تاریخ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ وہ تاریخی روایات کو محفوظ رکھا کرتے ہیں۔

کتاب ''نہج البلاغة'' شیعہ احباب کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ کے کلام کا مشہور و مستند مجموعہ ہے۔ اور ان حضرات کے علماء میں یہ کتاب نہایت معتمد

ہے وہاں علی المرتضیٰ حضرت عثمان بن عفانؓ کو خطاب کر کے ایک مقام پر فرماتے ہیں اے عثمانؓ! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ابوبکرؓ و عمرؓ سے قرابت اور رشتہ داری میں زیادہ قریب ہیں اور آپؓ نے نبی پاکؐ کے ساتھ دامادی کا شرف پایا ہے جسے ابوبکرؓ و عمرؓ نہیں پا سکے (یعنی آنجنابؐ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپؓ کے نکاح میں آئیں۔

"وانت اقرب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ و شیجۃ رحمٍ منھما وقد نلت من صھرہٖ مالم ینالا"...... الخ [1]

حضرت علی المرتضیٰ کے اس کلام سے (جو "نہج البلاغۃ" میں مذکور ہوا ہے) یہ بات صراحۃً ثابت ہوئی کہ حضرت عثمانؓ کو قرابت داری کے مسئلہ میں حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ سے مقدم سمجھتے ہیں اور آنجنابؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عثمانؓ کو حقیقی داماد قرار دیتے ہیں اور وہ دامادی مشہور و معروف ہے یعنی آنجنابؐ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے مسئلہ کو اس کلام کے ذریعے پوری تصدیق ہوتی ہے۔ ان واضح تائیدات کے پائے جانے کے باوجود آنجنابؐ کی حقیقی صاحبزادیوں کے مسئلہ کا انکار کرنا صریح دروغ گوئی ہے اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے فرمان بالا کی تکذیب ہے۔

---

[1] ۱۔ نہج البلاغۃ صـ۳۰۳ ج ۱ تحت ومن کلام لہ علیہ السلام لما اجتمع الناس علیہ وشکوا ما نقموہ علی عثمان۔

۲۔ ترجمہ وشرح نہج البلاغۃ از فیض الاسلام سید علی النقی صـ۵۱۹-۵۱۹ جلد ۳ جزء سوم مطبوعہ تہران

ناظرین کرام کے لئے یہ اطلاع کرنی مناسب ہے کہ "نہج البلاغہ" کے شارحین (ابن ابی الحدید، ابن میثم بحرانی اور صاحب درہ نجفیہ) وغیرہم نے نہج البلاغہ کے متن بالا کے تحت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں (حضرت رقیہؓ و ام کلثومؓ) کا حضرت عثمانؓ کے نکاح میں یکے بعد دیگرے ہونا درج کیا ہے یہ تمام شارحین حضرت رسالتمآبؐ کی حقیقی صاحبزادیوں کا حضرت خدیجہؓ سے ہی ہونا تسلیم کرتے ہیں نہ کہ سابق ازدواج سے۔ دوسرے لفظوں میں حضرت عثمانؓ جناب رسالتمآبؐ کے حقیقی طور پر داماد ہیں۔ لے پالک بیٹیوں کے اعتبار سے داماد نہیں۔

چوتھی صدی کے ایک مشہور شیعہ مجتہد "شیخ مفید" اپنی تصنیف "الارشاد" میں حضرت علی المرتضیٰؓ کے مناقب کے تحت ذکر کرتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے جب ہجرت پر مجبور کر دیا تو آنجنابؐ نے اپنی قوم اور خاندان میں حضرت علی کے سوا کسی اور شخص کو قابل اعتماد نہ پایا جو قوم کی امانتوں کو بلا کم و کاست ان کی طرف واپس کر سکے پس آنجنابؐ نے امانتوں کی واپسی اور جو کچھ کسی کا لین دین تھا اسکو پورا کرنے کے لئے حضرت علی المرتضیٰؓ کو منتخب فرمایا۔ اپنی صاحبزادیوں اور اپنے اہل عیال کو ہجرت کر کے رسالتمآبؐ کے ہاں پہنچانے کے لئے بھی انہی کو تجویز فرمایا۔

"فاستخلفه فی رد الودائع الی اربابها وقضاء ما كان علیه من دین لمستحقیه وجمع بناته ونساء اهله وازواجه والهجرة بهم الیه۔

شیخ مفید کہتے ہیں کہ ان تمام ذمہ واریوں کو پورا کرنے کے لئے (فقام علیؓ

به احسن القيام ورد كل وديعة الى اهلها واعطى كل ذی حق حقه وحفظ بنات نبيه صلى الله عليه وسلم وحرمه و هاجربهم ماشيًا على قدميه يحوطهم من الاعداء......

......حتى اوردهم اليه المدينة.....الخ) [1]

"یعنی حضرت علی المرتضیٰ اس کام کے لیے آمادہ ہو گئے اور امانت رکھنے والوں کی امانتیں واپس کیں اور حق والوں کے حقوق ادا کیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور گھر والوں کی حفاظت کی اور ان کو لے کر ہجرت کا سفر اختیار فرمایا حضرت علیؓ اس سفر میں پیادہ پا چل رہے تھے۔ دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتے تھے اور مخالفین سے ان کا بچاؤ کر رہے تھے اسی حالت میں ان کو پوری حفاظت کے ساتھ لا کر مدینہ شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا[2]......الخ

شیخ مفید کے کلام سے یہ معلوم ہوا کہ آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زیادہ صاحبزادیاں تھیں جن کی ہجرت مدینہ طیبہ کی طرف علی المرتضیٰؓ کی نگرانی میں ہوئی تھی اور حضرت فاطمہؓ بھی ان ہی ہجرت کرنے والیوں میں داخل تھیں اور ان بہنوں کا سفر ہجرت یکبار ہوا تھا۔"

---

[1] ۱۔ الارشاد للشیخ المفید ص۲۳
تحت اختصاص علی (المرتضیٰؓ) طبع تہران۔

[2] ۱۔ الارشاد للشیخ المفید ص۲۳ تحت فصل ومن ذالک ان النبی کان امین قریش علی ودائعهم مطبوعہ تہران۔

شیعہ کے مشہور عالم علی بن عیسٰیؒ "اربلی" نے ساتویں صدی میں ایک تصنیف کی ہے اس کا نام "کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ" ہے۔ اس کتاب کی دوسری جلد میں خدیجۃ الکبریٰؓ کے مناقب میں ایک فصل لکھی ہے اس فصل کے آخر میں لکھتے ہیں۔

"وکانت اوّل امراۃٍ تزوجہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ واولادُہٗ کلہم منہا الا ابراھیم فانہٗ من ماریۃ القبطیۃ"..... الخ [1]

شیعہ کے مترجم نے اس کا فارسی میں یوں ترجمہ کیا ہے کہ :۔

"و اواوّل زنے بود کہ آنحضرت خواستہ بود و ہمہ اولاد آنحضرت از او بودند الّا ابراہیم کہ از ماریہ قبطیہ بود"...... الخ

(ترجمہ از علی بن حسین زواریؒ)

"یعنی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجۂ محترمہ تھیں جن کے ساتھ آپ نے شادی کی اور آنجنابؐ کی تمام اولاد (صاحبزادے اور صاحبزادیاں) حضرت خدیجہؓ سے متولد ہوئی مگر صاحبزادہ ابراہیمؓ ماریہ قبطیہؓ سے متولد ہوئے"

اس کتاب کے ماتن علی بن عیسٰی اربلی اور مترجم علی بن حسین زواریؒ دونوں اکابر علمائے شیعہ

---

[1] کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ" صفحہ ۸۰ ج-۲ مع ترجمہ "المناقب (فارسی) تحت آخر مناقب خدیجہ رضؓ

نے آنجناب کی تمام صاحبزادیوں کا حضرت خدیجہؓ سے متولد ہونا تسلیم کیا ہے اور انہوں نے اس مسئلہ میں کوئی اختلاف درج نہیں کیا۔

ماتن مذکور ساتویں صدی ہجری کے مشہور شیعہ عالم و مجتہد ہیں۔ اور شارح و مترجم مذکور نویں صدی کے پختہ عالم ہیں۔

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ ان تمام ادوار کے جمہور علمائے شیعہ مسئلہ بنات کو کس طرح ذکر کر رہے ہیں؟ اور آج کل ذاکرین صاحبان اس کو کس شکل میں پیش کر رہے ہیں؟؟ جو حق بات معلوم ہو اس کو قبول کریں۔ دوسرے لفظوں میں موجودہ ذاکروں نے اپنے اکابر مجتہدین کی تکذیب کرنا شیوہ بنا لیا ہے اور بڑوں کو جھٹلانے کا طریقہ اختیار کر لیا ہے۔ اب شیعہ مذہب کے اہل فکر و فہم حضرات ہی فیصلہ فرما سکیں گے کہ کون صادق ہے اور کون کاذب؟؟۔

11

شیعہ مذہب کے ایک اور مشہور اور متبحّر عالم اور مجتہد ملّا باقر مجلسی اصفہانی (جو گیارھویں صدی کے مشہور مجتہد ہیں) اپنی کتاب "حیات القلوب" باب ۵۲ میں لکھتے ہیں۔

"پس اوّل فرزندے کہ از برائے او بہم رسید عبداللہ بود کہ اورا بعبداللہ و طیب و طاہر ملقب ساختند۔ و بعد از او قاسم متولّد شد و بعضے گفتند کہ قاسم از عبداللہ بزرگ تر بود و چہار دختر از برائے حضرت آورد زینب و رقیہ و ام کلثوم و فاطمہ[1]

---

[1] حیات القلوب ص ۷۱۸ ج ۲ باب ۵۲ تحت عدد۔ زنان آنحضرت۔ طبع نول کشور لکھنؤ۔

یعنی حضرت خدیجہؓ سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پہلے فرزند عبداللہ پیدا ہوئے جس کو طیب اور طاہر کے ساتھ ملقب کرتے تھے اور اس کے بعد قاسم متولد ہوئے اور بعض علماء کہتے ہیں قاسم عبداللہ سے بڑے تھے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں زینب۔ رقیہ۔ ام کلثوم اور فاطمہ (رضی اللہ تعالےٰ عنہن)"

ملا باقر مجلسی نے "حیات القلوب" میں متعدد مقامات پر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں کا ذکر خیر کیا ہے ان میں سے ایک دوسرا مقام بھی ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں۔

"..... ابن بابویہ بسند معتبر آنحضرت روایت کردہ است کہ از برائے حضرت رسولؐ متولد شد از خدیجہ قاسم وطاہر ونام طاہر عبداللہ بود وام کلثوم ورقیہ وزینب وفاطمہ۔

وحضرت امیر المؤمنین فاطمہ را تزویج نمود وتزویج نمود زینب را ابو العاص بن ربیع داو مردے بود از بنو امیہ وعثمان بن عفان ام کلثوم را تزویج نمود وپیش ازاں کہ بخانہ او برود برحمت الٰہی واصل شد پس چوں بجنگ بدر رفتند حضرت رسول رقیہ را باو تزویج نمود۔"[1]

یعنی ابن بابویہ قمی نے امام جعفر صادقؓ سے معتبر سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہؓ سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اولاد متولد ہوئی: قاسم، طاہر جن کا نام عبداللہ تھا، ام کلثوم، رقیہ، زینب اور فاطمہ اور حضرت علیؓ نے فاطمہؓ کے ساتھ تزوج کیا اور زینبؓ کے ساتھ ابو العاص نے نکاح کیا۔ ابو العاص بنی امیہ میں سے تھے اور عثمانؓ

---

[1] حیات القلوب از ملا باقر مجلسی ص۵۸ ج۲ باب۵ در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرتؐ۔ طبع قدیم نول کشور لکھنؤ۔

بن عفان نے ام کلثوم سے تزوج کیا پہلے اس کے کہ وہ ان کے گھر میں جائیں وہ رحمت الٰہی کے ساتھ واصل ہوئیں (یعنی فوت ہوگئیں) پس جب آپؐ جنگ بدر کی طرف تشریف لے گئے رقیہ کی حضرت عثمان کے ساتھ شادی کر دی۔

ملا باقر مجلسی نے جس طرح دیگر مقامات میں اس مسئلے کو صاف کیا ہے اسی طرح اس نے ان ہر دو مندرجہ بالا ائمہ کی روایات میں بھی واضح کر دیا ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیاں حقیقی ہیں اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے متولد ہیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کسی دیگر خاوند سے نہیں۔ اور نہ ہی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خواہر زادیاں ہیں۔

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ ملا باقر نے ان ہر دو قول (صاحبزادیوں کا سابق ازواج کی اولاد ہونا یا خواہر زادیاں ہونا) کی پرزور تردید کر دی ہے چنانچہ حیات القلوب اسی باب ۵۱ میں لکھتا ہے کہ "بر نفی ایں ہر دو قول روایات معتبرہ ولالت می کنند"[1] یعنی معتبر روایات ان ہر دو قول کی نفی پر دلالت کرتی ہیں۔

۱۲

گیارھویں صدی ہجری کے شیعوں کے جلیل القدر محدث سید نعمت اللہ جزائری اپنی معروف تصنیف "الانوار النعمانیہ" جلد اول میں ذکر کرتے ہیں۔

".... انما ولدت له ابنان واربع بنات زینب ورقیة وام کلثوم وفاطمة ...... الخ"[2]

---

[1] حیات القلوب ص ۵۱۹ ج ۲ باب ۵۱۔ تحت احوال اولاد امجاد آنحضرتؐ طبع قدیم نول کشور لکھنو

[2] الانوار النعمانیہ از سید نعمت اللہ الجزائری ص ۳۶۷ ج ۱ تحت نور مولودی طبع تبریز ایران

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں ایک زینب، دوسری رقیہ، تیسری ام کلثوم اور چوتھی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

شیعوں کے متبحر عالم سید نعمت اللہ الجزائری نے بھی اس مسئلہ کی تائید کر دی کہ یہ چاروں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں ہیں اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی متولد ہیں نیز یہ کہ خدیجہؓ کے سابق ازواج کی اولاد نہیں۔

۱۴

شیعہ علماء کے معروف مصنف شیخ عبد اللہ ماتقانی نے اپنی مشہور تصنیف "تنقیح المقال فی احوال الرّجال" کی تیسری جلد کے آخر میں مستقل فصول "النساء" کے نام سے قائم کیے ہیں، اس میں صاحبزادی اُمِّ کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت لکھا ہے اور منتہی المقال لابی علی میں بھی اسی طرح مذکور ہے کہ:

"کانت خدیجۃ اذ تزوجھا رسول اللہ بنت اربعین سنۃ وستۃ اشھر وکان رسول اللہ یومئذ ابن احدی و عشرین سنۃ وولدت لہ اربع بنات کلّھن ادرکن الاسلام وھاجرن وھن زینب وفاطمۃ ورقیۃ وام کلثوم (انتھی کلامہ فی مجمع البحرین)۔"[1]

---

[1] ۱۔ تنقیح المقال جلد ثالث من فصل النساء باب الھمزہ تحت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۷۳ ج ۳۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یعنی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت خدیجہؓ کے ساتھ نکاح فرمایا تو خدیجہؓ کی عمر چالیس سال اور چھ ماہ کی تھی اور آنجنابؐ کی عمر اس وقت اکیس سال کی تھی اور خدیجہؓ سے آنجناب کی چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں ان تمام صاحبزادیوں نے اسلام کے دور کو پایا اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت بھی کی۔ ان کے اسماء گرامی زینب۔ فاطمہ رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔

شیخ عبداللہ مامقانی نے اس مقام میں ہر ایک صاحبزادی کے اسماء گرامی کے تحت متعلقہ احوال درج کیے ہیں۔ اہل علم و ارباب تحقیق کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ شیخ مامقانی نے ان مقامات میں ان صاحبزادیوں کے لے پالک ہونے کی خوب نفی کر دی ہے۔

نیز ابو علی نے بھی منتہی المقال میں اس مقام (یعنی خدیجۃ الکبریٰ اور زینبؓ کے احوال) کے تحت ان چیزوں کو بڑے عمدہ انداز میں ذکر کیا ہے جس سے آجکل کے مرثیہ خوانوں کے نظریات کی خوب تردید ہوتی ہے۔

۱۴

شیعہ کے متاخرین علماء میں ایک مشہور عالم "محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی (المتوفی ۱۳۵۲ھ) جس کو رکن الاسلام والمسلمین کے نام سے ذکر کرتے ہیں"، نے اپنی مشہور و معتبر تاریخ "**منتخب التواریخ**" کے باب اول فصل پنجم میں آنجنابؐ کی اولاد امجاد کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ وہاں لکھتے ہیں کہ:۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۱؎ منتہی المقال لابی علی ص۳۲۴ باب فی ذکر نساء لھن تحت خدیجۃ بنت خویلد۔ طبع قدیم ایران۔

"آں بزرگوار (صلی اللہ علیہ وسلم) از خدیجۃ الکبریٰ سہ پسر داشت و چہار دختر جناب قاسم و زینبؓ و رقیہؓ و ام کلثومؓ کہ قبل از بعثت متولد شدند و جناب طیبؓ و طاہرؓ و فاطمہ زہرا (س) کہ بعد از بعثت متولد شدند۔" [1]

یعنی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں خدیجۃ الکبریٰؓ سے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں جناب قاسمؓ، زینبؓ، رقیہؓ اور ام کلثومؓ بعثت سے پہلے اور جناب طیبؓ، طاہر اور فاطمۃ الزہرا بعثت کے بعد پیدا ہوئے۔"

ناظرین کرام کی اطلاع کے لئے ذکر کیا جاتا ہے کہ شیعہ کے باقی اکابر علماء کی طرح محمد ہاشم خراسانی شیعی جو اس دور کے مشہور شیعہ عالم کبیر ہیں نے بھی "منتخب التواریخ" کے اس مقام میں اولاد نبویؐ کے سلسلہ میں ہر چہار صاحبزادیوں کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور ہر ایک کے حالات کے سلسلہ میں ان کے ازواج اور شوہروں کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور چاروں صاحبزادیوں کے لئے تاریخہائے وفات مفصل الگ الگ برسوں میں درج کی ہیں جس اہل علم نے بھی اس کتاب کے اس مقام کو ملاحظہ فرمایا ہے وہ ان تفصیلات سے خوب واقف ہے۔ اور ایک صاحبزادی کے پروپیگنڈہ کے جواب کے لئے صرف یہ ایک فصل پنجم ہی کافی وافی ہے بشرطیکہ اپنے اسلاف کی تکذیب کرنے کا جذبہ طبیعت پر غالب نہ ہو اور اپنے اکابر کی تغلیط کو نصب العین نہ بنا لیا ہو۔

۱۵

شیخ عباس قمی چودھویں صدی کے مجتہدین شیعہ میں سے ہیں انہوں اپنی کتاب

---

[1] منتخب التواریخ ص ۲۳ ج-اول باب اول فصل پنجم { در ذکر اولاد امجاد آنحضرتؐ - از محمد ہاشم خراسانی شیعی

"منتهی الآمال" جلد اوّل فصل ہشتم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کا مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

"از حضرت صادق علیہ السلام روایت شدہ است از برائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب تزویج نمود فاطمہ را بحضرت امیر المومنین علیہ السلام و زینب را بابی العاص بن ربیع از بنی امیہ بود و ام کلثوم را بعثمان بن عفان[1] ...... الخ

"یعنی حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہؓ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی یہ اولاد متولد ہوئی طاہر، قاسم۔ فاطمہ۔ ام کلثوم رقیہ اور زینب پھر فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے ساتھ نکاح کر دیا اور زینبؓ کا ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ نکاح کیا جو بنی امیہ میں سے تھے اور ام کلثوم کا عثمان بن عفان کے ساتھ نکاح کیا جب ان کی وفات ہوئی تو اس کے بعد رقیہ کی ان کے ساتھ تزویج کر دی"

شیخ عباس قمی نے اس مقام میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں کے احوال مختلف عبارات میں ذکر کیے ہیں ان تفصیلات کے ذریعے ناظرین کی تسلی ہو جاتی ہے کہ حضرت کی حقیقی صاحبزادیاں جو خدیجہؓ سے پیدا شدہ ہیں وہ چار ہیں۔ اس چیز میں کوئی اشتباہ نہیں۔ اور ان کے لیے پالک ہونے کی جو تشہیر کی جاتی ہے وہ شیعوں کے ہاں بھی سراسر غلط بیانی ہے اور شیعہ ملت کے اکابرین کی تغلیط و تکذیب ہے۔

---

[1] منتہی الآمال للشیخ عباس قمی ص ۱۰۸ جلد ۱۔ فصل ہشتم در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرتؐ است۔ طبع تہران۔

خلاصۂ کلام

ناظرین کرام نے شیعہ مذہب کے ائمہ کرام اور مجتہدین عظام اور سیرت نگاروں کے علاوہ علماء و مؤرخین قریباً چودہ پندرہ حضرات کے بیانات ملاحظہ فرما لیے۔ یہ چند حوالہ جات مشت نمونہ از خروارے کے درجہ میں ہیں تمام شیعہ اقوال کا اس مسئلہ پر فراہم کرنا بڑا تفصیل طلب کام تھا لیکن مسئلہ ہذا کی "صداقت" معلوم کرنے کے لیے اس قدر کافی ہے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ حضرات ایک دور کے علماء نہیں ہیں بلکہ ائمہ معصومین اور علماء متقدمین سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک کے ہر دور کے اکابرین شیعہ کے یہ فرمودات ہیں ان تمام میں "بنات طیبات" کے لے پالک ہونے کی بجائے حقیقی چار صاحبزادیاں ہونے کا مسئلہ نہایت وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد کوئی منصف مزاج اور ہوشمند آدمی ان کے حقیقی اولاد نبوی ﷺ ہونے میں ذرہ برابر شبہ نہیں کر سکتا۔

با انصاف ناظرین کی خاطر مسئلہ ہذا کی "صداقت" اور "حقانیت" معلوم کرنے کے لئے شیعہ کتب سے معتد بہ مواد سامنے آ گیا ہے مندرجہ حوالہ جات میں "تواتر طبقاتی" پایا گیا ہے جس کا انکار کوئی باہوش انسان نہیں کر سکتا۔

- اب خود غور فرما لیں کہ ان کے ائمہ کرام سچے ہیں؟ یا موجودہ دور کے "مرثیہ خواں"۔؟
- ان کے مجتہدین عظام صادق ہیں؟ یا آج کل کے "مجلس خوان"؟
- ان کے اکابر علمائے ملت "راست گو" ہیں؟ یا یہ چھوٹے معیار کے "سوز خواں"؟
- اسی طرح شیعہ ملت کے بلند معیار کے مؤرخین و سیرت نگار درست فرماتے ہیں؟ یا یہ ماتم کی مجالس گرم کرنے والے "ذاکرین با تمکین"؟

اب یہ مقولہ سامنے رکھیں کہ ع "گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی" اور انصاف کے پیش نظر حق بات کو ملحوظ کرتے ہوئے خود فیصلہ فرما لیں کسی دوسرے شخص کے افہام و تفہیم

کی حاجت نہیں۔

"ایک انتباہ"

شیعہ احباب کے اکثر و بیشتر مصنفین و مؤلفین نے مسئلہ بنات اربعہ" کے متعلق اپنے ائمہ کے جو فیصلے درج کئے ہیں ان میں تواتر طبقاتی پایا جاتا ہے وہ ہم نے بقدر ضرورت نقل کر دیئے ہیں اور عموماً ان کی عبارتیں پیش کر دی ہیں تاکہ اہل علم کو حوالہ کے نقل پر اطمینان رہے۔

البتہ کچھ لوگ مثلاً صاحب الاستغاثہ فی بدع الثلاثۃ ابوالقاسم علی بن احمد علوی کوفی وغیرہ ایسے ہیں جنھوں نے اپنے ائمہ کرام اور مجتہدین عظام اور اپنے علمائے نامدار کی مخالفت کر کے یہ شاذ قول" کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا ہے۔ باقی تین صاحبزادیاں بے پالک ہیں یا حضرت خدیجہؓ کی خواہر زادیاں ہیں یعنی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف نہیں۔

"اس قسم کے "شاذ قول" کے جواب کے لئے ہم نے ماقبل میں شیعہ کی معتبر تصانیف سے بقدر ضرورت مواد نقل کر دیا ہے اور تواتر طبقاتی پیش کر دیا ہے جو اس کا تحقیقی جواب ہے۔ مراجعت فرما کر تسلی کر لیں۔ نقلِ حوالہ میں صحت ہے۔

اس کے بعد ہم شیعہ کے اکابر علماء اور ان کی معتمد تصانیف سے اس متفردانہ قول کا جواب نقل کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ شیعہ ملت کے زعماء اس قسم کے اقوال کے متعلق کیا فیصلہ فرما چکے ہیں۔

چنانچہ شیخ عبداللہ مامقانی نے تنقیح المقال کے آخر میں مذکور ابوالقاسم العلوی کا جواب مفصل لکھا ہے۔ اس کو بغور ملاحظہ فرماویں۔

"ولسیّد ابی القاسم العلوی الکوفی فی الاستغاثۃ فی

بدع الثلثة" کلام طویل اصر فیہ علی ان زینب التی کانت تحت ابی العاص بن الربیع ورقیة التی کانت تحت عثمان لیستا بنتیه بل ربیبتاه ولم یات الا بما زعمه برهانا۔

حاصله عدم تعقل کون رسول اللهؐ قبل البعثة علی دین الجاهلیة بل کان فی زمن الجاهلیة علی دین یرتضیه الله من غیر دین الجاهلیة وحینئذ فیکون محالا ان یزوج ابنته من کافر من غیر ضرورة دعت الی ذالك وهو مخالفهم فی دینهم عارف بمکرهم والحادهم ثم اخذ فی نقل ما یقضی بوجود بنتین لاخت خدیجة من امها اسمهما زینب ورقیة و انهما اللتان کانتا تحت ابی العاص، وعثمان وهذا لب کلامه ترکنا نقله لطوله وهو ان اتعب نفسه الا انه لم یات بما یغنی عن تکلف النظر والثبوت وانه کبیت العنکبوت اما اولا فلانه یشبه الاجتهاد فی قبال النصوص من الفریقین عن النبیؐ وعن أئمتنا علیهم السلام واما ثانیا فلانا وان کنا نسلم ان رسول اللهؐ لم یکن فی زمان الجاهلیة علی دین الجاهایة بل علی دین یرتضیه الله تعالی ولکن رسول اللهؐ لیس مشرعا بل کل حکم کان ینزل علیه کان یلتزم به تمام الالتزام ولم یکن یخترع من قبل نفسه حکما والاحکام کانت تنزل تدریجا وعند

تزويجه زينب ورقية لم يكن الكفائة فى الايمان شرطا شرعا فزوج بنتيه من الرجلين تزويجا صحيحا شرعا فى ذالك الزمان ثم انزل الله تعالى قوله ولا تنكحوا المشركين حتى يومنوا فرق بين ابى العاص وبين زينب ولو كانت الكفائة فى الاسلام شرطا قبل ذالك لما انزل الله سبحانه الآية فما ذكره لا وجه له واما ثالثا فلانه لاشبهة فى كون زينب و رقية اللتين تحت ابى العاص وعثمان مسلمتين كما لا شبهة فى كون تزويجهما من رسول اللہ صلی اللہ باذنه وطبارته فلا يفرق الحال بين ان تكونا بنتيه او ربيبتيه او بنتى اخت خديجة من امها او غير ذالك لاشتراك الجميع فيما جعله علةً للانكار فما ذكره ساقط بلا شبهةٍ" [1]

مامقانی کی بعینہ طویل عبارت علماء کی تسلی واطمینان کی خاطر نقل کردی ہے اس عبارت مندرجہ بالا کا مفہوم یہ ہے کہ:—

"سید ابوالقاسم علوی کوفی نے اپنی کتاب "الاستغاثہ فی بدع الثلاثہ"

---

[1] تنقیح المقال فی علم الرجال از علامہ شیخ عبداللہ مامقانی ص ۷۹ ج ۳ مطبوعہ نجف اشرف۔

باب الخاوالراوالزای المعجمة من فصل النساء

تحت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

میں ایک طویل کلام چلایا ہے اس میں اس نے اس بات پر اصرار کیا ہے کہ جو زینب ابوالعاص بن ربیع کے نکاح میں تھی اور جو رقیہ عثمان کے نکاح میں تھی یہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکیاں نہیں تھیں بلکہ وہ دونوں آپ کی ربیبہ تھیں۔

اپنے زعم میں ابوالقاسم جس کو بُرھان بنا کر لائے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بعثت سے پہلے جاہلیت کے دین پر ہونا ایک غیر معقول بات ہے بلکہ آنجناب جاہلیت کے دور میں دین جاہلیت کے خلاف ایسے دین پر تھے جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ اور اس وقت آنجناب کا اپنی بیٹی کو کسی کافر کے نکاح میں بغیر ضرورت داعیہ کے دینا ایک امر محال ہے۔ درآنحالیکہ آنجناب ان کے دین کے مخالف ہیں اور ان کے مکر و الحاد سے واقف ہیں۔

اس کے بعد ابوالقاسم اس چیز کے نقل کے درپے ہوا ہے کہ جو چیز ان دونوں لڑکیوں کو خدیجہؓ کی بہن کی بیٹیاں ثابت کرتی ہے۔ جن کے نام زینب اور رقیہ ہیں۔ اور وہ دونوں ابوالعاص بن ربیع اور عثمان کے نکاح میں تھیں۔ مامقانی لکھتے ہیں کہ یہ اس کی کلام کا خلاصہ ہے — ہم نے کلام کی طوالت کی بناء پر اس کے پورے کلام کو نقل نہیں کیا۔

ابوالقاسم نے اگرچہ اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے مگر وہ تکلف سے بچ کر کوئی اہم ثبوت نہیں لا سکا اس کے ثبوت کی حیثیت تارِ عنکبوت کی سی ہے۔ کیونکہ :-

۱ - اولاً تو وہ نبی کریمؐ اور ہمارے ائمہ کرام کی نصوص کے مقابلہ میں اپنے اجتہاد کو پیش کرتا ہے۔

۲ - ثانیاً یہ کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ زمانہ جاہلیت میں دین جاہلیت پر نہیں تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین پر تھے اور کوئی نیا حکم نہیں دیتے تھے مگر جو حکم نازل ہوتا تھا اس کا پورا پورا التزام کرتے تھے ۔ اور اپنی طرف سے کوئی حکم اختراع نہیں کرتے تھے۔ اس وقت احکام تدریجاً نازل ہو رہے تھے اور زینب ورقیہ کے نکاح کے وقت شریعت میں ایمان میں "ہم مثل" ہونا شرط نہیں تھا پس آنجناب نے دونوں شخصوں کو اپنی دونوں بیٹیاں اس دور میں ازروئے شرع صحیح تزویج کر دیں۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ "مشرک جب تک مومن نہ ہوں ان کو نکاح نہ کر دو" تو آنجناب نے ابوالعاص اور زینب میں تفریق کر دی۔ اگر (نکاح کے لئے) اسلام میں ہم مثل ہونا اس آیت کے نزول سے قبل شرط ہوتا تو اللہ تعالیٰ مذکورہ حکم نازل ہی نہ فرماتے۔

۳ - ثالثاً جس طرح زینب ورقیہ کو آنجناب کے اذن اور اجازت سے نکاح کر دینے میں کوئی شبہ نہیں بالکل اسی طرح زینب ورقیہ کا مسلمان ہونے کی حالت میں ابوالعاص اور عثمان کے نکاح میں ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے۔

پس ابوالقاسم نے جس چیز کو انکار کی علت قرار دیا ہے وہ ان سب احوال میں مشترک ہے چاہے زینب ورقیہ آنجناب کی ربیبہ ہوں یا لڑکیاں ہوں یا خدیجہ کی بہن کی بیٹیاں ہوں۔ ان سب حالات میں کچھ فرق نہیں۔

(مطلب یہ ہے کہ زوجین کے درمیان اگر اسلام شرط تھا اور اس وجہ سے رسول پاکؐ کی بیٹیاں زینب، ورقیہ، ابوالعاص اور عثمان کے نکاح میں نہیں آسکتی تھیں تو یہی وجہ ان کے ربیبہ ہونے کی صورت میں یا خدیجہ کی بہن کی بیٹیاں ہونے کی صورت میں بھی

لازم آتی ہے۔)

پس ابوالقاسم نے جو دلیل ذکر کی ہے وہ بلاشبہ ساقط ہے۔[1]

الغرض ابوالقاسم مذکور کی دلیل کو اُن کے شیخ عبداللہ مامقانی نے خود رد کر دیا ہے اور اُس کے پیش کردہ ثبوت کی کمزوری اور خامی کو شیخ نے نہایت واضح کر دیا ہے۔ اب مزید کسی نقد کی ہمیں ضرورت ہی نہیں رہی۔

البتہ اس کے بعد شیعہ اکابر کے بیانات "صاحب الاستغاثہ" ابوالقاسم العلوی الکوفی کے حق میں ہم پیش کرنا مناسب خیال کرتے ہیں تاکہ اس کی دینی و علمی حیثیت لوگوں کے سامنے آجائے اور اس کی تصانیف کا وزن عند الشیعہ معلوم ہو سکے اور اس بزرگ کا بے وزن ہونا نمایاں ہو سکے۔

ابوالقاسم العلوی الکوفی
شیعہ علماء کی نظروں میں

علی بن احمد ابوالقاسم الکوفی کے حق میں شیعہ کے اعاظم علماء نے دیگر اوصاف کے علاوہ ذیل اوصاف بھی ذکر کئے ہیں ان پر نظر غائر فرمادیں۔

۱ - یہ شخص اہل کوفہ میں سے ہے اور اس کا دعویٰ تھا کہ میں آل ابی طالب میں سے ہوں۔

۲ - اپنی عمر کے آخری حصہ میں اس نے اپنے مسلک میں نہایت غلو اختیار کر لیا اور

---

[1] مامقانی ص۷۹ ج۳ فصل النساء۔

تحت زینب بنت رسول

اس کا مذہب فاسد ہو گیا۔

۳۔ اس نے بہت سی تصانیف کیں جن میں سے اکثر فساد پر مبنی ہیں۔

۴۔ ابن الغضائری کے فرمان کے بموجب وہ علوی ہونے کے دعویٰ میں کذاب تھا۔
اور غالی اور بدعتی تھا۔ اس کی بے شمار کتابیں ہیں جو قابل التفات نہیں۔

۵۔ اس نے "نظریہ تخمیس" اختیار کر رکھا تھا۔ "تخمیس" کے معنی ان کے علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ :۔ حضرت سلمانؓ فارسیؓ۔ مقدادؓ، ابوذرؓ، عمارؓ اور عمر ابن امیہ الضمری۔ ان پانچ اشخاص کو اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام عالم کے مصالح کو سونپ دیا ہے۔ (یعنی تمام عالمی امور ان کے اختیار میں دے دیئے گئے ہیں) ان نظریات کے حامل لوگوں کو مخمسہ کہا جاتا تھا۔ اور ابو القاسم العلوی مذکور اس مسلک پر کاربند تھا۔

۶۔ ابو القاسم مذکور کی وفات جمادی اولیٰ ۳۵۲ھ میں ہوئی اور موضع کرمی میں جو فساہ کے علاقہ میں شیراز کے قریب ہے دفن ہوا۔ [1]

---

[1] ۱۔ رجال نجاشی از شیخ ابو العباس احمد بن علی ابن احمد بن العباس النجاشی متوفی ۴۵۰ھ ص ۱۸۸/۱۸۹ مطبوعہ بمبئی (طبع قدیم ۱۳۱۷ھ)

۲۔ رجال تفرشی ص ۲۲۶ تحت علی بن احمد۔ طبع طہران۔

۳۔ جامع الرواۃ از محمد بن علی الاردبیلی ص ۵۵۳ جلد۔ اول (تصنیف ۱۱۰۰ھ) تحت علی ابن احمد

۴۔ منتہی المقال فی علم الرجال از محمد بن اسمٰعیل ابو علی ص ۲۷۵، ص ۲۷۶ تحت علی ابن احمد ابو القاسم کوفی (طبع قدیم ایران)

۵۔ تنقیح المقال فی احوال الرجال از شیخ عبد اللہ مامقانی ص ۲۶۵ جلد ۲۔ تحت من ابواب العین (علی ابن احمد کوفی)

مختصر یہ ہے کہ سطور بالا میں پہلے ہم نے بعض شیعہ دوستوں کے " منفردانہ اقوال" کو ذکر کیا ہے اس کے بعد ان کے اکابر علماء کی آراء کے ذریعے ان پر نقد و کلام پیش کیا ہے۔ اور اس کے بعد ناظرین پر شیعہ کے نزدیک ابوالقاسم کی دینی و علمی حیثیت واضح کر دی ہے۔

امید ہے اب ان حضرات کے لئے اطمینان کا سامان ہو سکے گا اور ان متفردانہ اقوال کرنے والے دوستوں کی پوزیشن متعین ہو سکے گی اور ہماری طرف سے کسی تبصرہ کی حاجت ہی نہ رہے گی۔ اہل فہم و انصاف کے لئے فیصلہ پر پہنچنے کی خاطر کوئی دقت نہ ہوگی۔

یاد رہے کہ :-

" اس دور کے شیعہ ذاکرین نے جو ایک صاحبزادی ہونے کا مسئلہ اٹھایا ہے ان کے استدلال کا اصل ماخذ اور بنیادی محور یہی صاحب الاستغاثہ بزرگ ہے جس کے عقائد و اعمال و تصانیف کی تشریح ناظرین نے شیعہ اکابر کی زبانی سماعت فرمائی ہے اس مسئلہ کا اس پس منظر معلوم ہو جانے کے بعد اب کوئی باشعور عقلمند آدمی فریب نہیں کھائیگا اور اس پروپیگنڈہ سے متاثر نہیں ہوگا۔

ان معروضات کے بعد ہر ایک صاحبزادی کے سوانح حیات الگ الگ پیش خدمت کئے جاتے ہیں سب سے پہلے بڑی صاحبزادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالاتِ زندگی تحریر ہیں۔ پھر بالترتیب ہر سہ صاحبزادیوں کے احوال درج ہوں گے۔

(انشاء اللہ تعالیٰ :

سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں میں سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں اور ان کی والدہ محترمہ کا نام حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد بنی اسد ہے۔ (رضی اللہ عنہا)

ولادت باسعادت

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تزویج قبل از اسلام کے دستور کے مطابق ہوئی تھی اور بعض تذکرہ نویسوں کے قول کے مطابق اس بابرکت نکاح کے پانچ برس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت ہوئی اور سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت تیس برس کے قریب تھی۔ ظہور اسلام کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر قریباً دس سال کو پہنچ چکی تھی اعلان نبوت کے بعد سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ مشرف باسلام ہوئی تھیں اور ان کے ساتھ ساتھ آنجناب کی اولاد بھی اسلام میں داخل ہوئی۔ اولاد کے رجحانات اور خیالات پر فطری طور پر ماں زیادہ اثر انداز ہوتی ہے سو ان سب صاحبزادیوں کا ابتداء سے ہی اسلام سے مشرف ہونا از خود واضح ہے اور اصول فطرت کے مطابق ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اسلام کے دورہ کو پایا اور

اسلام لائیں اور پھر جب ہجرت کا دور آیا تو انہوں نے ہجرت بھی کی ہجرت کا واقعہ اپنی جگہ پر آئے گا بڑی اولاد سے جو فطری موانست ہوتی ہے وہ کسی سے چھپی نہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس بڑی صاحبزادی کے ساتھ خصوصی محبت فرمایا کرتے تھے یہ خبر ابن عبد البر نے بھی ذکر کی ہے اور محب الطبری کی کتاب "ذخائر العقبیٰ" میں بھی ہے اور الشیخ حسین دیار البکری "تاریخ الخمیس" میں بھی اسی طرح لکھتے ہیں۔

"...... عبید اللہ بن محمد بن سلیمان الهاشمی یقول ولدت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سنة ثلاثین من مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وادرکت الاسلام واسلمت وهاجرت وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبا فیها" [1]

---

[1] (۱) ذخائر العقبیٰ ص۱۵۶ - از المحب الطبری۔
تحت الفصل الرابع فی ذکر زینب ابنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(۲) الاستیعاب لابن عبد البر ص۳۰۵ ج۴ تحت بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
(۳) تاریخ الخمیس للشیخ الدیار بکری ص۲۷۳ ج۱
تحت ذکر زینب رضی اللہ عنہا۔

نکاحِ زینبؓ کے متعلق روایت

بعض روایات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ ابوالعاص بن ربیع (بن عبدالعزیٰ بن عبدالشمس بن عبد مناف) مکہ شریف میں ان لوگوں میں شمار ہوتے تھے جو صاحبِ مال تھے اور صاحبِ تجارت تھے (اور کردار کے اعتبار سے) صاحبِ امانت بھی تھے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے گذارش کی کہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص سے کر دینا چاہیے اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی کسی معاملہ میں مخالفت نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ ان کی رائے کو تسلیم کر لیتے تھے سو اس تجویز پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص کے ساتھ کر دیا گیا (اس روایت کے اعتبار سے یہ واقعہ نزولِ وحی سے پہلے پیش آیا) جب اللہ تعالیٰ نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلانِ نبوت کا حکم دیا تو آنجناب خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں اور آپکی صاحبزادیاں بھی ساتھ ہی ایمان لائیں۔

"...... عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان ابو العاص

لہ (۱) ابوالعاص کا پورا نام بعض نے لقیط ذکر کیا ہے اور بعض نے مقسم وغیرہ لکھا ہے اور سلسلۂ نسب اس طرح ہے ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدالشمس بن عبد مناف یعنی ابوالعاص کا نسب چہارم پشت میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔

. ابوالعاص کی وفات کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ خلافتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (باقی اگلے صفحہ پر)

بن ربیع من رجال مکۃ المعدودین مالاً و تجارۃ و
امانۃ فقالت خدیجۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں ذوالحجہ ۱۲ھ میں ہوئی۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ابوالعاص یوم الیمامہ میں شہید ہوئے تھے۔

(۲) ابوالعاص حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خواہرزادے ہیں یعنی ان کی والدہ کا نام ہالہ بنت خویلد بنی اسد ہے جو حضرت خدیجہ کی حقیقی بہن ہیں اور خدیجہ ابوالعاص کی خالہ ہیں۔

(۳) ابوالعاص صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی ہیں اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے باوفا اور باوقار داماد ہیں چنانچہ (ان کی وفا کے متعلق انشاء اللہ آگے ذکر آئے گا)

(۴) حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چونکہ آپس میں حقیقی بہنیں ہیں اس بناء پر حضرت علی المرتضیٰ اور ابوالعاص آپس میں ہم زلف ٹھہرے اور اس باعزت رشتہ داری میں باہم منسلک ہوئے

(۵) ابوالعاص بن ربیع جس طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے داماد ہیں اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابوالعاص بن ربیع کے داماد ہیں (کتاب المحبر ص ۹۹)

(۶) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے انتقال سے قبل حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد اگر آپ نکاح کریں تو میری خواہرزادی یعنی امامہ بنت ابی العاص کو نکاح میں لانا چنانچہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس وصیت کے مطابق عمل کیا اور امامہ بنت ابی العاص کو نکاح میں لائے اس کا مزید تذکرہ حسبِ موقع انشاء اللہ آئے گا۔

(۷) حضرت ابوالعاصؓ بن ربیع حضرت علی المرتضیٰؓ کے خسر ہیں اور حضرت زینبؓ اس رشتہ کے بعد حضرت علیؓ کے لئے خوش دامن بنیں۔ یہ رشتہ داری کے تعلقات ان حضرات کے درمیان وقتی نہیں دائمی تھے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

زوجہ و کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا
یخالفہا وذالک قبل ان ینزل علیہ الوحی فزوجہ
زینب فلما اکرم اللہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم بنبوتہ
امنت خدیجۃ وبناتہ'' ۔ لہ

(حاشیہ گذشتہ) ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے حضرت زینبؓ اور حضرت ابوالعاص دونوں کا اجمالی تذکرہ "رحماء بینھم" حصہ صدیقی کے ص۱۶۶، ص۱۶۷ پر پہلے بھی کر دیا تھا اور یہاں پھر سوانح زینبؓ کے سلسلہ میں ہو رہا ہے۔

(۸) حضرت ابوالعاصؓ حب ہالہ بنت خویلد کے فرزند ٹھہرے اور ان کے ساتھ حضرت زینب کا نکاح ہوا تو معلوم ہوا کہ حضرت زینب کے بنت ہالہ ہونے کی روایت سراسر غلط ہے کیونکہ اس صورت میں یہ بہن بھائی کا نکاح ہوگا جس کی اجازت کسی دین و مذہب میں نہیں ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) ——————

لہ (۱) ذخائر العقبیٰ ص۱۵۷ از المحب الطبری۔
تحت ذکر تزویجہا رضی اللہ عنہا (زینب بنت رسول اللہ)

(۲) البدایہ لابن کثیر ص۳۱۱ ج۳ طبع اوّل فصل فی وصول خبر مصائب اہل بدر

(۳) سیرت ابن ہشام صفحہ نمبر ۶۵۱ - ۶۵۲ جلد اوّل
تحت سبب زواج ابی العاص من زینبؓ ۔

ابتدائی دورِ نبوت میں صاحبزادی زینبؓ کی خدمات

سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کو جب دعوتِ دین دینا شروع کی اور قوم قریش کو اسلام کی طرف بلایا تو وہ لوگ سخت برہم ہوئے۔ اسلام کی دعوت زبان سے سننے کے لیے وہ ہرگز آمادہ نہیں تھے اور آنجنابؐ کی ایذاء رسانی میں پیش پیش تھے۔

چنانچہ اس دور کا ایک واقعہ حدیث شریف کی کتابوں میں منقول ہے جس سے حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی خدمات نمایاں ہوتی ہیں۔

علامہ الہیثمی نے طبرانی کے حوالہ سے الحارث بن الحارث کی زبانی نقل کیا ہے کہ وہ اپنے باپ حارث کے ساتھ ایک دفعہ مکہ شریف میں پہنچا۔ لوگ ایک شخص کے گرد جمع تھے، جس کو وہ "صابی" (نیا دین اختیار کرنے والا) کہتے تھے۔ یہ صاحب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو لوگوں کو توحید اور ایمان باللہ کی دعوت دے رہے تھے لیکن لوگ آنجنابؐ کی بات کو رد کر رہے تھے اور آپ کو ایذاء دینے کے درپے تھے۔ یہ سلسلہ دوپہر تک جاری رہا حتیٰ کہ لوگ آپؐ سے جدا ہونے لگے اس وقت ایک نوعمر خاتون آئیں جو (پریشانی میں) دوپٹہ پیچھے ڈالے ہوئے تھیں۔ پانی کا بڑا پیالہ اور ایک رومال اٹھائے ہوئے تھیں یہ چیزیں اس نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں تو آپؐ نے پانی نوش فرمایا اور ہاتھ منہ صاف کیا۔ پھر آنجناب نے نظر اٹھا کر ارشاد فرمایا "بیٹی! دوپٹہ کو سینے پر ڈال لو اور ان حالات میں اپنے والد پر (ہلاکت کا) کوئی خوف نہ کرنا"۔ (اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہیں)

ہم نے کہا کہ یہ کون خاتون ہیں؟ تو لوگوں نے جواب دیا کہ یہ آنجناب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صاحبزادی حضرت زینبؓ ہیں۔

اس مقام پر، واقعہ ہذا کے متعلق حدیث شریف میں متعدد روایات منقول ہیں ان میں سے ایک درست روایت کی اصل عبارت ذیل میں پیش کی جاتی ہے تاکہ اہل علم تسلی کر سکیں۔

عن الحارث بن الحارث قال قلت لابی ما ھٰذہ الجماعۃ قال ھٰؤلاء القوم الذین اجتمعوا علی صابی لھم قال فنزلنا فاذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعوا الناس الی توحید اللہ عز وجل والایمان وھم یردون علیہ ویؤذونہ حتی انتصف النہار وانصدع الناس عنہ اقبلت امرأۃ قد بدا نحرھا تحمل قدحا ومندیلا فتناولہ منھا فشرب وتوضأ ثم رفع رأسہ فقال یا بنیۃ خمری علیک نحرک ولا تخافین علی ابیک قلنا من ھٰذہ؟ قالوا ھٰذہ زینب بنتہ۔" "رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات"

[مجمع الزوائد للہیثمی ص ۲۱ ج۔ سادس کتاب المغازی والسیر
باب تبلیغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما ارسل بہ وصبرہ علی ذالک]

واقعہ ہذا سے درج ذیل چیزیں مستفاد ہو رہی ہیں:

○ دین اسلام کی ابتدائی مشکلات میں صاحبزادی حضرت زینبؓ اپنے والد شریف کی معاونت میں ہمہ تن مصروف رہتی تھیں اور اپنی استطاعت کے مطابق مقدور بھر خدمات سرانجام دیتی تھیں۔ اس دور میں پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ ادنیٰ تعاون بھی کوئی سہل کام نہ تھا۔ بلکہ اپنی جان کو خطرات میں ڈالنا تھا۔

اوران جاں گداز مراحل میں ہلاکتِ نفس کے خطرات سے آنجناب اپنی عزیزہ کو بڑی شفقتوں کے ساتھ تسلی دلاتے تھے کہ ہمیں اس کا کوئی خوف وہراس نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حافظ وناصر ہے۔ دین کے دشمن لوگ ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔

یہ دور جس طرح خدا کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دشوار تر اسی طرح ان کی اولادِ شریف اور دخترانِ عزیز کے حق میں بھی مشکل ترین تھا۔ نامساعد حالات میں بھی دینِ حق کی حمایت میں ان محترمہ مومنات طاہرات کا کوشاں رہنا اور اسلام کے فروغ میں معاونت جاری رکھنا ان کے دینی معیار وکردار کا اعلیٰ نمونہ ہے جو تمام امت کی مسلم خواتین کے لیے قابلِ رشک مثل اور لائقِ تقلید عمل ہے۔

یاد رہے کہ اسی نوعیت کا ایک واقعہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے متعلق بھی محدثین نے ذکر کیا ہے۔ جو آنمحترمہؓ کے حالات میں ان شاء اللہ تعالیٰ درج کیا جائے گا۔

واقعہ شعب ابی طالب میں جناب ابوالعاص کی مخلصانہ خدمات

(شیعہ کی کتب سے)

سیرت نگار علماء نے شعب ابی طالب کے واقعات کے تحت لکھا ہے کہ:

"ابوالعاص بن ربیع، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے، گھاٹی میں محصور حضرات کے فقر و فاقہ کی تنگی کے موقعہ پر ان کی نصرت اور امداد کے لیے گندم اور خرما سے لدے ہوئے شتر لاتے تھے اور انہیں گھاٹی کے دہانہ پر ایک آواز دے کر چھوڑ دیتے تھے تاکہ وہ گھاٹی میں داخل ہو سکیں اور خود وہاں سے واپس آجاتے تھے۔ اسی طرح محصور حضرات کی جناب ابوالعاص خیر خواہی کرتے تھے اور خوراک پہنچانے کا انتظام کرتے تھے۔

اسی بنا پر سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ "ابوالعاص نے ہماری دامادی کی بہترین رعایت کی ہے اور اس کا حق ادا کیا ہے"

اس واقعہ کو شیعہ کے متعدد علماء نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔ ذیل میں ملا باقر مجلسی کی تصنیف "حیات القلوب" سے اس واقعہ کی اصل عبارت پیش کی جاتی ہے:

○ "و ابوالعاص بن ربیع کہ داماد رسولؐ بود بر در شعب شترے آورد کہ گندم و خرما بر آنہا بار کردہ بود و صدا میزد بر آں شتران کہ داخل شعب میشدند و برمے گشتند۔ لہٰذا حضرت فرمود کہ ابوالعاص حق دامادی ما را نیکو رعایت کرد۔" (حیات القلوب ص ۳۳۶ ج ثانی فارسی مطبوعہ نول کشور لکھنؤ تحت باب بعثت و ہشتم در بیان دخول شعب ابی طالب)

○ اسی طرح شیخ عباس قمی نے اس واقعہ کو بعبارت ذیل نقل کیا ہے:

"وازکسانیکہ گاہے براے آنہا خوردنی مے فرستاد ابوالعاص بن الربیع داماد پیغمبر صلعم وہشام بن عمرو وحکیم بن حزام بن خویلد برادرزادہ خدیجہ بود

ونقل شدہ کہ ابوالعاص شتران ازگندم وخرما حمل دادہ بشعب مے برد وراہا مے کرد۔ وازینجا است کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ فرمودہ کہ ابوالعاص حق دامادی ما بگذاشت۔"

(منتہی الآمال از شیخ عباس القمی ص۴۹ ج۱ طبع تہران تحت احوال شعب ابی طالب)

یعنی شیخ عباس قمی نے حوالہ مذکورہ بالا میں مزید یہ بات واضح کر دی کہ شعب ابی طالب میں محصور حضرات کے لیے خوراک پہنچانے کا انتظام کرنے والوں میں ایک ابوالعاص بن ربیع بھی تھے جو دامادِ پیغمبر ہیں۔ دوسرے ہشام ابن عمرو تھے اور تیسرے شخص حکیم ابن حزام بن خویلد تھے جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے برادرزادہ تھے۔

مختصر یہ کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر محصور حضرات بنی ہاشم کے حق میں ابوالعاص بن ربیع نے اس مشکل ترین دور میں خصوصی اعانت کی تھی اور حق قرابت داری کو بطریقہ احسن سرانجام دیا تھا۔ یہ چیز ابوالعاص کے اخلاص اور اعلیٰ کردار کی دلیل ہے اور مواساۃ و جذبہ غم خواری کا اعلیٰ نمونہ ہے! اس واقعہ کو حضرت ابوالعاص کے خصوصی کارناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔

اسی مضمون کو شیعہ کے مشہور عالم ملا باقر مجلسی نے اپنی تصنیف "مرآۃ العقول شرح اصول صفحہ ۱۸۳ جلد خامس میں تحت باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (طبع تہران) درج کیا ہے۔

شعب ابی طالب میں حکیم بن حزامؓ کا تعاون

اس مضمون کو ابنِ کثیرؒ نے البدایہ والنہایۃ کے صفحہ ۶۸ جلد ثامن تحت حکیم بن حزام ۵۴ھ (طبع مصر) بعبارت ذیل نقل کیا ہے :-

کان حکیم (بن حزام) یقبل بالعیر یقدم من الشام فیشتریھا بکمالھا ثم یذھب بھا فیضرب ادبارھا حتی یلج الشعب یحمل الطعام و الکسوۃ تکرمۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولعمتہ خدیجۃ بنت خویلد۔

قوم کی طرف سے طلاق دلانے کا منصوبہ

اور ابو العاص کا صاف انکار

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّی زندگی میں بڑے ابتلا اور آزمائش کا دور گذارا ہے سب اہل مکہ اور مضافات کے قبائل سب اسلامی تعلیم کے خلاف تھے توحید اور رسالت کے مسائل سننے اور سمجھنے کے لئے یہ معاشرہ ہرگز تیار نہ تھا اور اپنے پرائے جو اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے مسلمانوں سے سب انتہائی بغض رکھتے تھے اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ عداوت انتہا تک پہنچی ہوئی تھی اس انتہائی مشکل ترین دور میں جہاں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی تعلیم کی مساعی جاری رکھیں اور ترویج دین کی کوشش فرماتے رہے وہاں آپ معاشرتی مسائل کو بھی نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔

آنجناب نے عرب کے عام دستور کے مطابق اپنی صاحبزادیوں کے نکاح اپنی قوم اور قبیلہ میں کر دیئے تھے اہل مکہ کی اسلام کے ساتھ مخالفت:-

انہوں نے ہر معاملے میں مشکلات کھڑے کرنے کا نصب العین بنا لیا۔ حتیٰ کہ ازدواجی مسائل میں بھی انہوں نے مخالفت کی راہ اختیار کی اور حضرت کی صاحبزادیوں کے نکاح جن لوگوں سے ہو چکے تھے ان سے نکاح ختم کروانے اور طلاق دلوانے کا عزم کر لیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہو چکا تھا۔ زعمائے قوم قریش نے ابوالعاص کو اس سلسلہ میں جا کر مجبور کیا کہ آپ زینبؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو طلاق دے دیں اور قبیلہ قریش میں سے جس عورت کے ساتھ تم نکاح کرنا چاہیں ہم وہ عورت پیش کر سکتے ہیں۔ ابوالعاص نے جواب دیا کہ میں اپنی بیوی زینب کو طلاق دے کر اپنے سے جدا نہیں کر سکتا اور اس کے عوض میں قریش کی کسی عورت کو پسند نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی قریش کی کوئی عورت اس کے عوض میں مجھے مطلوب ہے۔

"...... فلما نادی قریشًا بامر اللہ تعالیٰ اتوا ابا العاص بن ربیع فقالوا فارق صاحبتک ونحن نتزوجک بای امراۃٍ شئت من قریش فقال لا واللہ لا افارق صاحبتی ومایسرنی ان لی بأمراۃ افضل امرأۃ من قریش" [1]

---

[1] (۱) ذخائر العقبیٰ ص۱۵۷

تحت ذکر تزویجہا زینب (بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

(۲) البدایہ لابن کثیر ص۳۱۱ ج ۳

فصل فی وصول خبر مصائب اہل بدر

(۳) تاریخ الخمیس للدیار البکری ص۲۷۳ ج ۱

تحت (ذکر زینبؓ)

ابوالعاص کا قرابتداری میں کامل اخلاص اور آنجناب ؐ کی طرف سے انکی قدردانی

ابوالعاص بن ربیع نے اس موقع پر اپنی ثابت قدمی کا پورا مظاہرہ کیا اور قریش نے بھی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس رشتے کو ختم کرانے کے لئے پوری قوت صرف کی ابوالعاص قابلِ صد مبارکباد ہیں کہ وہ ابھی تک اسلام نہیں لاتے تھے اور انہی قومِ قریش کے مسلک پر تھے اس کے باوجود جب قوم نے مسئلہ طلاق اور تفریق بین الزوجین پر زور دیا تو آپؓ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ داری کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے یہ جواب دیا:۔

........"قال لا واللہ اذن لا افارق صاحبتی" [1]

"یعنی اللہ کی قسم میں اپنی بیوی حضرت زینبؓ سے ہرگز جُدا نہیں ہو سکتا"

ابوالعاص کا یہ استقلال بہت قابلِ قدر ہے اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوالعاص نے نہایت قدردانی کی ہے اور آنجناب ؐ کے ساتھ برادرانہ قرابتداری کو خلوص کے ساتھ قائم رکھا ہے۔

اور سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس مسئلہ میں اس کی شکر گزاری اور قدردانی کو عمدہ الفاظ کے ساتھ سراہا ہے اور اس مسئلہ میں ابوالعاص کے حق میں

---

[1] البدایہ لابن کثیر ص۳۱۱، ۳۱۲ ج ۳
(تحت فصل وصول خبر مصائب لاہل بدر)

ثنائے خیر بیان فرمائی آنجناب سے یہ فرمودات اسی موقع پر صادر ہوئے تھے جب قریش نے حضرت زینبؓ کی طلاق طلب کی تھی اور ابو العاص نے ان کو طلاق دینے اور اپنے سے جدا کر دینے سے انکار کر دیا تھا۔ علمائے سیرۃ نگار اس موقع پر ابو العاص کے حق میں لکھتے ہیں کہ :۔

"وکان ابو العاص بن ربیع مواخیا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصافیا لہ وکان صلی اللہ علیہ وسلم قد شکر مصاھرتہ واثنی خیرًا حین ابی ان یطلق زینب لما سألتہ قریش ذالک" [1]

---

[1] (۱) ذخائر العقبیٰ ص۱۵۸

تحت ذکر اسلام زوجہا ابی العاص

(۲) البدایہ والنہایہ لابن کثیر ص ۳۱۱/۳۱۲ ج ۳

تحت فصل وصول خبر مصائب اہل بدر

مکّی زندگی کا آزمائشی دَور

اہل مکّہ کی طرف سے جب مسلمانوں کے حق میں عداوت شدّت اختیار کر گئی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اذن سے مسلمان مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ اور حسب اتفاقات یہ ہجرت جاری رہی پھر بفرمان الٰہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہجرت فرمائی۔

ہجرت کے بعد اسلام کا ایک دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ مدینہ شریف پہنچ کر مالک کریم کی طرف سے کفار کے ساتھ قتال کرنے کی اجازت مل گئی مدنی زندگی میں اسلام اور کفر میں بڑا مقابلہ رہا بڑی بڑی جنگیں لڑی گئیں ایک مشہور جنگ غزوہ بدر کے نام سے معروف ہے اس میں قریش مکہ اپنی پوری تیاری سے اہل اسلام کے مقابلہ کے لئے بدر میں پہنچے تھے اور ادھر اہل اسلام مدینہ شریف سے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں تھے میدان جہاد پہنچے غزوہ ہذا (بدر) کی تفصیلات عام اہل علم کو معلوم ہیں یہاں ان کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں اس جگہ صرف ایک واقعہ جو ابو العاص اور حضرت زینبؓ سے متعلق ہے وہ ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت خدیجہؓ کے ہار کا واقعہ

جنگ بدر میں جب اہل اسلام کو فتح ہوگئی تو جنگی قاعدہ کے مطابق شکست خوردہ کفار کو اہل اسلام نے قید کر لیا اور قیدیوں کو حسب دستور مرکز اسلام (مدینہ) میں لایا گیا۔ مسلمانوں کی طرف سے یہ فیصلہ ہوا جو لوگ بدر میں قید کر کے یہاں لائے گئے ہیں۔ ان سے

معقول معاوضہ لے کر انہیں رہا کیا جاتے۔ اس سلسلہ میں ابوالعاص ابن ربیع بھی مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو کر مدینہ میں آئے ہُوئے تھے اور عباس بن عبدالمطلب عمِّ نبوی بھی اس زمرہ میں قید ہو کر مدینہ شریف پہنچے ہُوئے تھے۔

یاد رہے کہ جناب عباس بن عبدالمطلب و ابوالعاص وغیرہما ایسے حضرات تھے جو اپنی قوم کی مجبوری کی بنا پر کفار کے ساتھ آ گئے تھے لیکن انہوں نے اہل اسلام میں سے کسی کو قتل نہیں کیا تھا تاہم ان کا شمار زمرۂ مخالفین میں ہی تھا۔ پھر اہل مکہ نے اپنے اپنے قیدیوں کو خلاص اور واگذار کرانے کے لئے فدیے اور معاوضے بھی مدینہ طیبہ ارسال کئے تھے۔ اس ضمن میں ابوالعاص کی رہائی کے لئے حضرت زینبؓ نے اپنا وہ ہار (جو ان کو اماں خدیجہؓ کی طرف سے عطا شدہ تھا) ابوالعاص کے فدیہ کے طور پر ارسال کیا۔

مدینہ شریف میں یہ فدیے اور معاوضے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کئے گئے اور ابوالعاص کا معاوضہ حضرت زینبؓ کی طرف سے ہار کی شکل میں پیش ہوا اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نظر فرمائی تو آنجنابؐ پر (بلا اختیار) رقت کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور اس کو دیکھ کر حضرت خدیجہؓ کے دور کی یاد تازہ ہو گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کیفیت کے اثر میں تمام اہل مجلس متاثر ہُوئے آنجنابؐ نے اس وقت صحابہ کرامؓ کو ارشاد فرمایا اگر تم ابوالعاص کو رہا کر دو اور زینبؓ کے اس ہار کو جو ان کے عوض میں انہوں نے ارسال کیا ہے واپس کر دو تو تم ایسا کر سکتے ہو اس وقت صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ جناب کا ارشاد درست ہے ہم ابوالعاص کو بلا عوض خلاص کرتے ہیں اور زینبؓ کے ہار کو واپس کرتے ہیں۔ اس موقع پر سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے عہد لیا اور وعدہ لیا تھا کہ جب آپ مکہ میں واپس پہنچیں تو حضرت زینبؓ کو ہمارے ہاں پہنچنے کی اجازت دے دیں۔ ابوالعاص نے یہ عہد کر لیا چنانچہ ابوالعاص کو بلا معاوضہ رہا کر دیا گیا اور حضرت خدیجہؓ والے ہار کو بھی حضرت زینبؓ کی طرف واپس بھیج دیا گیا یہ واقعہ متعدد کبار محدثین اور

مشہور اہل سیرت و تاریخ نے اپنے اپنے انداز میں ذکر کیا ہے یہاں صرف چند حوالہ جات نقل کئے جاتے ہیں پہلے سُنّی علماء کے حوالہ جات درج ہیں پھر ساتھ ہی شیعہ علماء کی عبارت بطور تائید کے نقل کر دی ہے۔

عن عائشة قالت لما بعث اهل مكة فی فداء اسرائهم بعثت زينب فی فداء ابی العاص

بمال و بعثت فيه بقلادة كانت خديجة ادخلتها بها على ابی العاص حين بنا عليها فلما رأها رسول الله صلى الله عليه وسلم رق لها رقة شديدة وقال ان رأيتم ان تطلقوا لها اسيرها و تردوا عليها الذی لها فافعلوا! قالوا نعم يا رسول الله فأطلقوه وردوا عليها الذی لها وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد اخذ عليه او وعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يخلی زينب اليه۔ ؎

؎ (۱) دلائل النبوۃ للبیہقی ص ۲۲۳، ۲۲۴ ج ۲
تحت باب ماجاء فی زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) مسند احمد بن حنبل ص ۲۷۶ ج ۶ (سادس) تحت مسندات عائشہ رض

(۳) ابوداؤد شریف ص ۳۶۷ ج ۲ طبع مجتبائی دہلی۔ باب فی فداء الاسیر بالمال۔

(۴) مشکوٰۃ شریف ص ۳۴۶ عن عائشہ رض
باب حکم الاسراء الفصل الثانی بحوالہ احمد وابی داؤد

(۵) البدایہ والنہایہ لابن کثیر ص ۳۱۲ ج ۳
فصل فی وصول خبر مصائب اہل بدر

اور شیعہ علماء لکھتے ہیں کہ :۔

ابو العاص در جنگ بدر اسیر شد وزینبؓ قلادہ کہ حضرت خدیجہؓ باد
دادہ بود بنزد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرستاد برائے فدائے
شوہر خود چوں حضرت نظرش بر قلادہ افتاد خدیجہؓ را یاد نمود و رقت کرد
واز صحابہ طلب نمود کہ فدائے او را ببخشند وابو العاص را بے فدا رہا
کنند۔ صحابہؓ چنیں کردند۔ حضرتؐ از ابو العاص شرط گرفت کہ چوں
بمکہ برگردد زینبؓ را بخدمت آنحضرت فرستد۔ او شرط خود وفا
نمود زینب را فرستاد بعد ازاں خود بمدینہ آمد و مسلمان شد[1]

(ترجمہ) ابو العاص غزدۂ بدر میں قید ہو گئے تو حضرت زینبؓ نے اپنے شوہر
(ابو العاص) کے فدیہ میں اپنے والد ماجد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں وہ ہار بھیجا جو انہیں ان کی والدہ حضرت خدیجہؓ نے عطا فرمایا
تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہار دیکھا تو خدیجہؓ کی یاد تازہ ہو گئی اور جسم اطہر
پر رقت کی کیفیت طاری ہو گئی آپؐ نے صحابہ سے خواہش ظاہر کی کہ وہ
ابو العاص کو بغیر فدیہ کے رہا کر دیں چنانچہ صحابہ نے ایسے ہی کیا۔ آپؐ
نے ابو العاص سے عہد لیا کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینبؓ کو آپؐ کے پاس
مدینہ منورہ میں بھیج دیں گے۔ ابو العاص نے اس شرط کو پورا کیا۔ مکہ جا کر
زینبؓ کو بھیج دیا بعد میں خود بھی مدینہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

---

[1] حواشی منتہی الآمال طبع طہران ص ۱۰۸ ج ۱ فصل ہشتم
از شیخ عباس القمی
در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرتؐ است

اب یہ صورت پیش آئی کہ ابوالعاص کو مذکورہ وعدہ لینے کے بعد رہا کر دیا گیا۔ اور ساتھ ہی حضرت زینبؓ کے ہار کو واپس کر دیا گیا۔

چند ایام کے بعد حضرت زینبؓ کو لانے کے لئے سردار دو عالمؐ نے زید ابن حارثہ اور ایک انصاری کو روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ فلاں وادی کے فلاں مقام میں جا کر انتظار کرنا (بعض محدثین کہتے ہیں کہ اس وادی کا نام یأجج تھا) ان کو فرمان تھا کہ اس وادی کے پاس زینب پہنچیں گی تم ان کے ساتھ ہو لینا اور یہاں مدینہ میں لاکر ہمارے ہاں پہنچا دینا۔

وبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زید بن حارثۃ ورجلاً من انصار فقال کونا ببطن یأجج حتّٰی تمر بکما زینب فتصحباھا حتی تاتیا بھا۔ [1]

مقام غور

بیٹی سوتیلی ہو تو اس سے رشتہ اور میکہ داری کا تعلق بیوی (اس کی ماں) کی زندگی تک ہوتا ہے مذکورہ واقعہ اس دور کا ہے جب حضرت خدیجہ وفات پا چکی تھی اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم وطن بھی چھوڑ چکے تھے اب اس حال میں حضرت زینبؓ کی واپسی اور مدینہ میں ان کی طلب ماں کی مامتا کے ورا، باپ کا جذبہ شفقت پدری ہے اگر زینبؓ حضرت خدیجہ کے پہلے خاوند کی بیٹی ہوتیں تو حضورؐ انہیں ان بدلے حالات میں ہرگز مدینہ میں طلب نہ فرماتے۔

---

[1] (۱) ابوداؤد شریف ص۳۶۷ ج ۲ تحت فی نداء الاسیر بمال

(۲) طبقات ابن سعد ص۲۰ ج ۸ تحت ذکر زینب۔

حضرت زینبؓ کی ہجرت کا واقعہ اور ہبار بن اسود کی ایذا رسانی

ابو العاص بن ربیع رہا ہو کر جب مکہ پہنچ گئے حضرت زینبؓ کو تمام احوال ذکر کیے اس وقت ابو العاص نے حضرت زینبؓ کو بطیب خاطر کہہ دیا کہ میری طرف سے اجازت ہے آپ بخوشی اپنے والد شریف کے ہاں جا سکتی ہیں۔ حضرت زینبؓ سفر ہجرت کی تیاری میں لگ گئیں۔ جب تیاری سے فارغ ہوئیں اور وعدہ کے ایام بھی آ گئے تو ابو العاص نے اپنے بھائی کنانہ بن ربیع کی نگرانی میں ان کو رخصت کیا حضرت زینبؓ اونٹ پر سوار ہوئیں اور کنانہ نے اپنی قوس اور ترکش وغیرہ کو بھی ساتھ لیا کنانہ آگے آگے ساتھ چل رہا تھا اور سواری کو کھینچے لئے جا رہا تھا حضرت زینبؓ سواری کے اوپر کجاوہ میں فروکش تھیں اس دوران اہل مکہ کو اطلاع ہو گئی کہ زینبؓ ہجرت کئے جا رہی ہیں (یہ دن کا واقعہ تھا) جب وادی ذی طویٰ کے پاس حضرت زینبؓ پہنچی ہیں تو مکہ والے پیچھے سے معارضہ کے لئے آ پہنچے۔ پہلا وہ شخص جو سبقت کر کے ایذا پہنچانے کے لئے درپے ہوا۔ ہبار بن اسود تھا۔ اس نے نیزہ لگایا حضرت زینبؓ ہودج (کجاوہ) میں تھیں اور امید سے تھیں۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت زینبؓ کو سواری سے گرا دیا گیا۔ آپ چٹان پر گر گئیں۔ سخت چوٹ آنے کی وجہ سے خون جاری ہو گیا اور بہت مجروح ہو گئیں۔ اس وقت کنانہ نے اپنا ترکش کھول دیا اور معارضہ کرنے والوں پر تیر اندازی شروع کر دی۔ اور کہا جو بھی قریب آئے گا۔ اس کو تیروں سے پرو دیا جائے گا۔ تب وہ کہیں معارضہ سے نرم پڑے اور ہٹنے لگے۔

وكان اوّل من سبق اليها هبار بن الاسودؐ بن المطلب بن اسد ابن العزىٰ الفهري فروّعها هبار بالرمح وهي في الهودج وكانت حاملا فيما يزعمون فطرحت برك حموها كنانة ونثر كنانة ثم قال والله لا يدنوا مني رجل الا وضعت فيه سهما فتكركر الناس عنه[2]

---

[1] ہبار بن اسود کے متعلق حافظ ابن حجر نے "الاصابہ" میں لکھا ہے کہ ہبار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور توحید و رسالت کا اقرار کیا اس کے بعد اس نے اپنے سابقہ جرائم اور معاصی کی بھی معذرت پیش کی اور اپنی جہالتوں کا اقرار کرکے معافی طلب کی۔

جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

قد عفوت عنك وقد احسن اليك حيث هداك الى الاسلام والاسلام يجبّ ما قبله۔

(۱) الاصابة ص۵۶۶ ج۳ تحت ہبار بن اسود

یعنی میں نے تجھ کو معاف کر دیا تحقیق اللہ تعالے نے تیرے ساتھ عمدہ معاملہ کیا ہے اس طور پر کہ اس نے تجھے اسلام کی ہدایت دی ہے اور اسلام سابقہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

[2] (۱) البدایہ والنہایہ ص۳۳۰ ج۳

فصل فی قدوم زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرۃ من مکہ الی المدینہ

(۲) مجمع الزوائد للہیثمی ص۲۱۵، ۲۱۶ ج۹ باب ماجاء فی فضل زینب بنت رسول ا

(۳) نسب قریش ص۲۱۹ تذکرہ بن ہبار بن اسود

(۴) المنتخب من ذيل المذيل من تاريخ الصحابة والتابعين۔

از محمد بن جریر الطبری ص۳ ۔ تحت حالات زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس موقعہ پر سخت مقابلہ پیش آنے کی وجہ سے حضرت زینبؓ کو واپس ہونا پڑا اور کفارِ مکہ حضرت زینبؓ کے برملا سفرِ ہجرت کو گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ اس وجہ سے چند راتیں حضرت زینبؓ اس پیش قدمی سے خاموش ہوگئیں۔ جب اس واقعہ کا چرچا فرد ہوگیا تو حضرت زینبؓ رات کو اپنے دیور کے ساتھ مکہ سے باہر تشریف لے گئیں۔ اور زید بن حارثہ اپنے ساتھی سمیت جو اس کام کے لئے مستقل طور پر مدینہ منورہ سے آئے ہوئے تھے اور وہ ان کے منتظر تھے ان کے پاس پہنچا دیا گیا پس وہ دونوں حضرت زینبؓ کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوگئے اور امانت داروں نے آنجناب کی امانت کو بڑی عزت اور احترام کے ساتھ پہنچا دیا۔

فاقامت لیالٍ حتی اذا ھدأت الاصوات خرج بھا لیلاحتی

اسلمھا الی زید بن حارثہ وصاحبہ فقدما بھا علی[1]

---

[1] یعنی حضرت زید بن حارثہ اور ان کے ساتھی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لیکر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بخیریت پہنچ گئے اس مقام میں یہ چیز واضح کر دینا مناسب ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابوالعاص کو بدر کے قیدیوں سے رہا فرمایا تھا اور خدیجہ کا ہار بھی واپس کر دیا تھا تو اس وقت ابوالعاص سے وعدہ لیا تھا کہ جب آپ مکہ شریف پہنچیں تو میری لڑکی زینبؓ کو ہمارے ہاں مدینہ طیبہ بھیج دینا۔ ابوالعاص نے آپؐ کی خدمت میں اس وعدہ کو پورا کرنے کا عہد کیا تھا۔

جب ابوالعاص مکہ شریف میں پہنچا تو اسی وعدہ کے مطابق وہاں جاکر حضرت زینبؓ کو مدینہ روانہ کر دیا۔ اس بنا پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

"انی انکحت ابا العاص بن الربیع فحدثنی (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؎

؎ (i) البدایہ والنہایہ ص ۳۳۰/۳۳۱ ج ۳
فصل فی قدوم زینبؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مہاجرۃ من مکۃ الی المدینہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) وصدقنی"
ابن شہاب کی روایت میں اس طرح ہے کہ مسور کہتا ہے۔
سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر صہراً لہ من بنی
عبد الشمس فاثنی علیہ فی مصاھرتہ ایاہ فاحسن
قال حدثنی وصدقنی ووعدنی فوفی لی ؎
مفہوم عبارت یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ابوالعاص ابن ربیع کو میں نے نکاح کر دیا اسنے میرے ساتھ گفتگو کی اور راست گوئی کی۔
دوسری روایت کا مطلب یہ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد الشمس کے ساتھ اپنے رشتہ (دامادی) کا ذکر فرمایا دامادی کے حق میں اس کی ثنائے خیر فرمائی اور اس کے عمدہ معاملہ کی تحسین فرمائی نیز فرمایا کہ اسنے میرے ساتھ کلام کیا ہے اور سچ کہا ہے اور اسنے میرے ساتھ وعدہ کیا اور اس کو ٹھیک طور پر پورا کر دکھایا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

؎ (i) بخاری شریف ص ۴۳۸ ج ۱ باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(ii) بخاری شریف ص ۵۲۸ ج ۱ کتاب المناقب تحت اصہار النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(iii) مسند احمد ص ۳۲۶ ج ۴ تحت روایات مسور بن مخرمہ

صاحبزادی سیدہ حضرت زینبؓ کی ایک عمدہ فضیلت

جس طرح مسلمان مردوں نے سفر ہجرت میں بڑی بڑی اذیتیں اٹھائیں اسی طرح اہل اسلام کی عورتیں نے بھی ہجرت کے واقعہ میں مختلف تکالیف برداشت کیں عورت چونکہ صنف نازک ہے اور مردوں کی نسبت فطرتاً کمزور اور ضعیف واقع ہوئی ہے وہ معمولی تکلیف میں بھی نہایت پریشان اور خوفزدہ ہو جاتی ہے۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ زینبؓ کے سفر ہجرت کے دردناک واقعات اوپر ذکر ہو چکے ہیں آں معصومہؓ نے یہ مصائب صرف دین کی خاطر برداشت کیے اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہونے کی وجہ سے ان کو یہ جان گداز مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہجرت کرتے ہوئے انہیں راستے میں جا کر روکنا اور غیر معمولی تشدد کرنا صرف اس لئے تھا کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں ورنہ آں معصومہ رضی اللہ عنہا کا کوئی قصور نہیں تھا نہ ہی وہ کسی جرم

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

مختصر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوالعاص کے داماد ہونے میں اس کی تعریف فرمایا کرتے تھے اور اس کے ایفائے عہد کی تحسین فرماتے یہ ابوالعاص کے حق میں اس کے عملی کردار کی بہت بڑی توثیق ہے اور اس کی دامادی تعلق کی تحسین ہے۔

سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے کسی کی توثیق اور تصدیق کا پایا جانا کوئی معمولی بات نہیں یہ ایک بہت بڑی فضیلت ہے اور اس کے عمدہ کردار کی ترجمانی کرتی ہے

البدایہ لابن کثیر ص ۳۵۴ ج ۶ تحت ابی العاص بن الربیع سنہ ۱۲ھ)

کی مرتکب تھیں ان کی یاد اس وقت بنت خدیجہؓ کی حیثیت سے نہ تھی بنت رسولؐ کی حیثیت سے ان سب مشکلات کا باعث تھی تاہم حضرت سیدہ زینبؓ یہ تمام مشکل مراحل گذار کر اور مصائب برداشت کر کے جب دربار رسالت میں پہنچیں اور تمام واقعات گوش گذار کئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری صاحبزادی کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

ھی خیر بناتی أصیبت فیّ اور بعض روایات کے اعتبار سے

ھی افضل بناتی أصیبت فیّ لہ

یعنی میری بیٹیوں میں زینبؓ سب سے افضل ہے جو میری وجہ سے مصیبت زدہ ہوئیں اور انہیں اذیت دی گئی۔

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے سفر ہجرت سے بعد کا ہے اور متعدد علماء نے اس کو اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے ہم نے بطور اختصار کے صرف دو مصنفین کا حوالہ دیا ہے اطمینان کے لئے اسقدر کافی ہے اس میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حق میں ایک بڑی فضیلت کا اظہار فرمایا ہے۔

دین اسلام کے معاملہ میں ایمان اور یقین کے اعتبار سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مقام بہت اونچا ہے جس کی خبر انہیں دربار نبوت سے بطور خوشخبری کے

لہ (۱) مجمع الزوائد للہیثمی ص۲۱۳ ج ۹

باب ما جاء فی فضل زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) دلائل النبوۃ للبیہقی ص۳۲۶ ج ۲

باب ما جاء فی زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دی گئی۔

ناظرین کرام! کی خدمت میں یہ وضاحت ذکر کی جاتی ہے کہ یہ فضیلت جو سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے لئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ذکر کی گئی ہے یہ تحمل مصائب اور شدائد کے برداشت کرنے کے پیش نظر ہے اور حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عظیمہ جو زبان نبوت سے ثابت ہے وہ "سیادت" کے بارے میں ہے۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ باپ اپنی جگہ موجود ہے بیٹے سے افضل بھی ہے مگر بعض دوسرے وجوہ کے باعث بیٹا قوم کا سردار ہوتا ہے۔ افضل ہونا اور بات ہے اور سردار ہونا اور بات ہے تو آپ کی ان دونوں بیٹیوں کی شان اپنی جگہ پر مسلم ہے ان کا آپس میں تقابل پیدا کرنا مقصود نہیں۔ انزلوا النّاس علی قدر منازلھم" قول مشہور ہے سو اس کے موافق معاملہ کرنا ہر پہلو سے درست ہے

نیز یہ توجیہہ بھی ہو سکتی ہے کہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حق میں جو الفاظ فضیلت فرمائے گئے ہیں وہ جزوی فضیلت ہے جو آنجناب کی دیرینہ رفاقت پر آپ کو حاصل رہی اور حضرت سیّدہ فاطمہ کے حق میں جو الفاظ مروی ہیں وہ فضیلت علم کے اعتبار سے ہیں کہ یہی بیٹی آنجناب کے بعد زندہ رہی اور آنجناب نے اپنی اولاد میں سے اسی کو باقی چھوڑا۔ لہٰذا اس معاملہ میں کوئی باہمی منافات نہیں۔ اس پر حضرت فاطمہ کے سوانح کے تحت انشاء اللہ تعالیٰ مزید گفتگو ہو گی۔

تنبیہ :

اس مقام میں حضرت عروۃؓ اور حضرت زین العابدینؒ کے درمیان جو مکالمہ پایا جاتا ہے وہ بعض رواۃ کی طرف سے مدرج ہے اور ان کا اپنا بیان ہے قرینہ یہ ہے کہ دورِ نبوت میں اور دورِ صحابہ کرامؓ میں انتقاصِ حق فاطمہؓ کا یہ مسئلہ پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ ایک اہم دور گزر جانے کے بعد یہ مسئلہ پیدا کیا گیا اور اکابر کی طرف اس کی نسبت کر دی گئی۔ سرِ دست روایت میں الفاظ کے ادراج کو پہچاننا حاذق محدثین کا کام ہے۔ مسئلہ میں افراط تفریط کا پہلو اختیار نہ کیا جائے۔ تو مسئلہ از خود صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ ہم نے اُوپر عرض کیا ہے۔

حضرت زینبؓ کی طرف سے پناہ دینے کا واقعہ
پھر اس کے بعد ابو العاص کا اِسلام لانا

ابوالعاص جب تک اسلام نہیں لائے تھے مکّہ میں مقیم رہے اور حضرت زینبؓ اپنے والد شریف کے ہاں مدینہ میں مقیم رہیں.

مکہ معظمہ والے تجارت کے سلسلہ میں شام کی طرف سفر کیا کرتے تھے ایک تجارتی قافلہ شام کی طرف روانہ ہوا اس قافلہ میں ابوالعاص بن ربیع بھی تجارتی مقصد کے لئے شریکِ سفر تھے اور قریش کے اموال تجارت ان کے پاس تھے ملک شام سے جب یہ تجارتی قافلہ تجارت کرنے کے بعد واپس ہوا تو مسلمانوں کو ان کی واپسی کا علم ہو گیا انہوں نے اس قافلہ کو جمادی الاولیٰ ۶ھ میں گرفتار کر لیا اور ان کے اموال کو اپنی نگرانی میں لے لیا اور ابوالعاص قافلہ والوں سے گریز کرتے ہوئے قافلہ سے قبل مدینہ طیبہ پہنچ گئے اور حضرت زینبؓ کے ہاں پناہ لی حضرت زینبؓ نے ان کو پناہ دے دی باقی قافلہ والے مدینہ شریف بعد میں پہنچے۔ عام مسلمانوں کو اس بات کی اطلاع نہیں تھی جب صبح کی نماز نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو پڑھائی سلام پھیرنے کے بعد عورتوں کی صفوں میں سے حضرت زینبؓ نے آواز دی کہ اے مسلمانو! میں نے ابوالعاص بن الربیع کو پناہ دے دی ہے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو آنجناب لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا جو کچھ میں نے سُنا تم نے بھی سُن لیا انھوں نے عرض کیا جی ہاں۔ یا رسول اللہ! اس کے بعد آپؐ نے بطور حلف کلام فرمایا

کہ مجھے بھی پہلے اس بات کا علم نہیں تھا اور جب مسلمانوں کا ایک ادنیٰ شخص کسی کو پناہ دے دے تو اس کی پناہ اسلام میں منظور کی جاتی ہے اور اس کا پناہ دینا درست ہوتا ہے (فلہذا زینبؓ کا ابوالعاص کو پناہ دینا صحیح قرار دیا جاتا ہے اس کو مسلمان ملحوظ رکھیں۔

اس کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے گھر تشریف لائے اور زینبؓ کو ارشاد فرمایا اے پیاری بیٹی! اکرمی مثواہ۔ ان کی خاطر داری اچھی کرنا اور ان کو باعزت رکھنا، اور ازدواجی تعلق سے پرہیز رکھنا اس کے بعد سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کرام کی طرف آدمی بھیجا جنھوں نے ابوالعاص کے اموال کو ضبط کر لیا تھا اور اپنی نگرانی میں لیئے ہوئے تھے حضورؐ کا حکم ہوا کہ ابوالعاص کے تمام اموال اس کی طرف واپس کر دیئے جائیں اور ان میں سے کوئی چیز روک نہ رکھی جائے چنانچہ ابوالعاص نے اپنا تمام مال وصول کر لیا اور مکہ شریف واپس آ گئے مکہ معظمہ میں پہنچنے کے بعد جن لوگوں کے مال ابوالعاص کے پاس تھے ان تمام کو بلوایا اور ان کے اموال انھیں واپس کر دیئے اس کے بعد ان سے کہا کہ اے قریش کی جماعت! کسی ایک کے لئے میرے پاس مال باقی رہ گیا ہے؟ یا تم نے وصول کر لیا سب نے کہا کہ اب ہمارا کسی کا کوئی مال تمہارے پاس نہیں۔ فجزاك الله خيرا فقد وجدناك وفياً كريماً۔ یعنی اللہ تعالےٰ تم کو جزائے خیر عطا فرمائے ہم نے تمہیں بڑا شریف اور وفادار پایا۔

اس کے بعد جماعتِ قریش کے سامنے ابوالعاص نے اعلان کیا انی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانّ محمدًا عبدہ ورسولہٗ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے بغیر کوئی پرستش کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔

اللہ کی قسم! مدینہ شریف میں اسلام لانے سے صرف یہ چیز مجھے مانع رہی کہ

کہیں تم یہ گمان کرنے لگیں کہ میں نے تمہارے اموال کو کھا جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ جب اللہ تعالےٰ نے تمہاری طرف تمہارے اموال واپس کر دیئے اور میں ان سے فارغ ہو گیا تو اب میں اسلام لایا ہوں اس کے بعد ابو العاصؓ بن ربیعؓ مکہ سے نکل پڑے اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور پھر ان کا اسلام بڑا عمدہ اور پختہ ہو گیا اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ کو نکاح اوّل پر ہی

لہ ناظرین کرام! کو معلوم ہونا چاہیے کہ ابتداء اسلام میں زوجین کا آپس میں مسلمان ہونا نکاح کیلئے ضروری نہیں تھا۔ اور ابتداء اسلام میں بہت سے ایسے نکاح قائم رہے جن میں زوج یا زوجہ میں سے ایک مسلمان ہوتا تھا تو دوسرا کفر پر ہوتا تھا۔ اس دستور مروّجہ کی بناء پر حضرت زینبؓ ابو العاص کے نکاح میں رہیں مدینہ شریف ۶ھ صلح حدیبیہ کے سال میں اللہ تعالےٰ نے مسلمان عورتوں کو مشرکین پر حرام کر دیا۔

"انما حرم الله المسلمات على المشركين عام الحديبية سنة ست من الهجرة"

البدایہ لابن کثیر ص۳۱۱ ج ۳

فصل فی وصول خبر مصائب اہل بدر

ابو العاصؓ جس وقت اسلام لا کر مدینہ منورہ پہنچے تو بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت زینبؓ کو نکاح جدید اور مہر جدید کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ نکاح اوّل پر ہی ان کو ابو العاصؓ کی طرف روانہ کیا گیا۔ مندرجات بالا کی روشنی میں بعض لوگوں کا یہ اعتراض کرنا بے جا ہے کہ ابو العاص تو غیر مسلم تھے ان کی زوجیت میں حضرت زینبؓ کا رہنا کس طرح صحیح ہوا وجہ یہ ہے کہ فریقین کے کبار علماء نے تصریح کر دی ہے کہ مسلم و مشرک کے درمیان ابتداء اسلام میں مناکحت جائز تھی بعد میں منع ہوئی ہے اور قبل از منع یہ ازدواجی تعلقات (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ابوالعاص بن الربیعؓ کی طرف واپس کر دیا[1]

---

[1] (۱) البدایہ والنہایہ ص۳۳۲ ج ۳

فصل فی قدوم زینب بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مہاجرۃ من مکۃ الی مدینہ

(۲) طبقات ابن سعد ص۲۱-۲۲ ج ۸

تحت ذکر زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) ذخائر عقبیٰ ص۱۵۹ فی مناقب ذوی القربیٰ لاحمد بن عبداللہ المحب الطبری

تحت ذکر اسلام زوجہا ابی العاص

(۴) الاصابہ لابن حجر ص۳۰۶ ج ۴

تحت ذکر من اسمہا زینب بنت سید ولد آدم

(۵) الفتح الربانی ترتیب مسند احمد بن حنبل ص۹۸/۲۲

روایت ۸۹۲ طبع مصر

(۶) المصنف لعبدالرزاق ص۱۷۱-۱۷۲ ج ۷۔

باب متی ادرک الاسلام من نکاح او طلاق

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) درست تھے ان میں کوئی حرج نہیں تھا۔

ذیل میں علماء کے بیانات ملاحظہ فرمائیں اور ہم نے شیعہ علماء کے بیانات نقل کرنے پر اکتفا کی ہے ہمارے علماء تو اس چیز کے بلا اختلاف قائل ہیں۔

(۱) شیعہ کے مشہور عالم شیخ ابو علی الفضل بن حسن الطبرسی اپنی تفسیر مجمع البیان میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی لڑکیوں کے واقعے کے تحت لکھتے ہیں۔ وکذا کان یجوز ایضاً فی مبتدء الاسلام وقد زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شیعہ مؤرخین کی جانب سے واقعاتِ ہذا کی تائید

شیعہ سیرت نگاروں نے بھی اس طرح لکھا ہے کہ جب مسلمانوں نے قریش کے قافلہ پر گرفت کی اور ان کے اموال کو اپنی تحویل میں لے لیا تو اس وقت ابوالعاص بن الربیعؓ مدینہ شریف میں داخل ہوئے اور صاحبزادی زینبؓ کے پاس انہوں نے پناہ لی۔

جب صبح کی نماز رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا چکے تو صاحبزادی زینبؓ نے آواز دی کہ میں نے ابوالعاص بن الربیع کو پناہ دی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) بنته من ابی العاص بن الربیع قبل ان یسلو ثو نسخ ذالك۔

یعنی اسی طرح ابتداء اسلام میں مؤمنہ کی تزویج کافر کے ساتھ جائز تھی اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی زینبؓ کا نکاح ابوالعاصؓ بن الربیع سے اس کے اسلام لانے سے پہلے کر دیا اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہوا تھا۔

تفسیر مجمع البیان للطبرسی ص۵۴۳ ج ۱ طبع قدیم
تحت آیت قال یقوم هٰؤلاء بناتی هن اطهر لکم الخ

(۲) ملا باقر مجلسی اپنی کتاب "حیات القلوب" میں لکھتے ہیں کہ :-

"دختران آنحضرتؐ چہار نفر بودند وہمہ از حضرت خدیجہ رض بوجود آمدند۔ اول زینبؓ دحضرت پیش از بعثت وحرام شدن دختر بکافراں دادند اورا بابی العاص بن ربیع تزویج نمود وامامہ دختر بن ابی العاص ازاو بوجود آمد وحضرت امیرالمومنین بعد از حضرت فاطمہ رض بمقتضائے وصیت آنحضرت امامہ را بنکاح (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ارشاد فرمایا اے حاضرین جماعت! سُن لیا؟ تو سب نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ سُن لیا ہے پھر جناب نے فرمایا کہ میں نے اس کو پناہ دے دی جس کو میری بیٹی زینبؓ نے پناہ دی ہے اہل اسلام میں سے اگر کوئی چھوٹا آدمی بھی پناہ دے تو وہ دے سکتا ہے پھر آپؐ مسجد سے اُٹھ کر باہر تشریف لائے اور زینبؓ و ابوالعاص کے پاس تشریف فرما ہوئے آپؐ نے فرمایا اے زینبؓ! ان کی خدمت میں کوتاہی نہ

حاشیہ صفحہ گذشتہ) خود در آورد۔

{ حیات القلوب از ملا باقر مجلسی ص ۱۸ ج ۲
باب ۱۵ تحت ذکر اولاد امجاد آنحضرتؐ۔ طبع نول کشور لکھنؤ۔ }

(۳) شیخ عباس قمی کتاب منتہی الآمال میں لکھتے ہیں۔

"تزویج زینب با بی العاص پیش از بعثت و حرام شدن دختر بکافراں بود و از زینب رضؓ امامہ دختر ابی العاص بوجود آمد و حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام بعد از فاطمہ سلام اللہ علیہا بمقتضائے وصیت آں مخدرہ اور اتزویج فرمود"

{ حواشی منتہی الآمال ص ۱۰۸ ج ۱ فصل ہشتم
در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرت است }

عبارات مندرجہ بالا کا مفہوم یہ ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہؓ سے چار چار صاحبزادیاں تھیں پہلی زینبؓ تھیں۔ آنجناب نے بعثت سے پہلے اور کفار کے ساتھ مسلمان لڑکیوں کے نکاح حرام قرار دیئے جانے سے قبل حضرت زینبؓ کو ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ تزویج کر دیا۔ ابوالعاص سے امامہ نامی دختر پیدا ہوئی حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق ان کے بعد امامہ بنت ابی العاص سے نکاح کیا۔

کرنا اور ان کو عزت و احترام سے رکھنا اور جو ابوالعاص کا مال لیا گیا تھا آپ نے اس کو واپس فرما دیا اس کے بعد ابوالعاص مکہ کو واپس چلے گئے اور جن لوگوں کا مالی حق ان کے پاس تھا سب کو واپس لوٹا دیا پھر اسلام لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مدینہ منورہ چلے آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادی زینبؓ کو نکاحِ اول کیساتھ ابوالعاص کی طرف رخصت کر دیا۔ ؎1

اہل علم کی تسلی کے لیے یعقوبی شیعی کی بلفظہٖ عبارت نقل کی جاتی ہے۔

"واقبل ابوالعاص بن الربیع حتی دخل المدینه فاستجار بزینب بنت رسول اللهؐ فلما صلی رسول الله الغداة نادت زینب الا انی قد اجرت ابا العاص بن الربیع فقال رسول اللهؐ حین انصرف اسمعتم؟ قالوا نعم قال قد اجرت من اجارت ان ادنی المؤمنین یجیر اقصاهم وقام فدخل علیهما فقال لا یفوتنك اکرمی مثواه۔ ورد علیه ما اخذ له فرجع الی مکه فرد الی کل ذی حق حقه ثم اسلم ورجع الی رسول الله فرد علیه زینب بالنکاح الاول ؎2

؎1 تاریخ یعقوبی الشیعی ص۴۷ ج ۲
تحت الامراء علی السرایا ؛ طبع بیروت

؎2 تاریخ یعقوبی الشیعی ص۴۷ ج ۲ ؛ طبع بیروت
تحت الامراء علی السرایا والجیوش

اِس مقام کے متعلق چند فوائد

سیدہ زینبؓ اور ان کے زوج ابوالعاص بن الربیع دونوں کے حق میں مذکورہ بالا واقعہ اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

❖ ابوالعاص بن الربیع مسلمانوں کی گرفت سے بچتے ہوتے زینبؓ کے ہاں پناہ لیتے ہیں۔

❖ صاحبزادی زینبؓ ان کو پناہ دے دیتی ہیں اور یہ پناہ دینا رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ذکر کر دیا جاتا ہے۔

❖ آنجنابؐ بھی اس پناہ کو منظور فرما لیتے ہیں۔

❖ اس کے بعد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ اور ابوالعاص کے ہاں تشریف لاتے ہیں اور حسب موقع ان کو ہدایات فرماتے ہیں۔

❖ ابوالعاص کی خاطر داری کرنے اور اس کے وقار کو ملحوظ رکھنے کا حضرت زینبؓ کو حکم دیتے ہیں۔

❖ ابوالعاص کے جتنے اموال تھے ان کی واپسی کا حکم صادر فرماتے ہیں۔

❖ ابوالعاص مکہ میں جا کر اہل حق کے حقوق ادا کرتے ہیں اور اس کے بعد وہ اسلام لاتے ہیں۔ اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ان کا اسلام مقبول ٹھہرتا ہے۔

❖ پھر ان کو مزید شرف بخشا جاتا ہے کہ صاحبزادی زینبؓ کو سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں علی اختلاف الاقوال نکاح اوّل یا ثانی پر واپس کر دیتے ہیں۔

یہ تمام چیزیں حضرت زینبؓ اور ابوالعاص کے حق میں بہت بڑی عنایات

کریمانہ ہیں جو آنجناب کی خدمت سے ان کو نصیب ہوئیں۔ ان فضائل وعنایات سے انکار کرنا۔ نبی کریم علیہ السلام کی اولاد شریف کے ساتھ عناد کی بناء پر ہی ہو سکتا ہے ورنہ یہ چیزیں آنجنابؐ کی طرف سے تمام امت میں مشہور و معروف طریقہ سے منقول چلی آرہی ہیں اور ہر دور کے علماء و مصنفین ان کو ذکر کر رہے ہیں۔

قیمتی لباس کا استعمال

صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے متعلق حدیث اور روایات کی کتابوں میں یہ چیز دستیاب ہوتی ہے کہ بعض اوقات آں محترمہؓ نے قیمتی کپڑے بھی استعمال فرمائے ہیں اور عورت کے لئے اسلام میں اس قسم کا قیمتی لباس استعمال کرنا جائز ہے۔ چنانچہ خادم نبوی حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ ایک بار کا ذکر کرتے ہیں کہ میں نے حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک قمیص دھاری دار حریر سے بنی ہوئی دیکھی وہ اس کو زیب تن کئے ہوئے تھیں اور بعض روایات کے اعتبار سے قمیص کی بجائے چادر ریشمی کا استعمال کرنا آتا ہے۔ روایت کے الفاظ اس طرح منقول ہیں۔

"عن انس ابن مالکؓ قال رأیت علی زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قمیص حریر سیراء"[1]

---

[1] (۱) السنن للنسائی طبع دہلی، تحت ذکر الرخصۃ للنساء فی لبس السیراء۔ ص ۲۵۲

(۲) کتاب المعرفۃ والتاریخ لابی یوسف یعقوب ابن سفیان البسوی ص ۱۶۳-۱۶۴ جلد ثالث طبع بیروت

(۳) طبقات ابن سعد ص ۲۲ ج ۸ تحت ذکر زینب بنت رسول اللہ صلعم۔

سیدہ زینبؓ کی اولاد کا ذکر خیر

سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی متعدد اولاد ابوالعاص بن الربیع سے ہوئی۔ ان میں ایک صاحبزادہ تھا جس کا نام "علی" تھا۔ اور ایک صاحبزادی ہوئی جس کا نام "امامہ" بنت ابی العاص تھا۔ امامہ کا ذکر خیر ہم عنقریب کر رہے ہیں) ان کے ماسوا ایک اور بچہ ابوالعاص کا حضرت زینبؓ سے ہوا تھا وہ صغر سنی میں ہی فوت ہو گیا اس بچۂ صغیر کے متعلق محدثین نے ایک واقعہ ذکر کیا ہے ہم ناظرین کی خدمت میں اسے پیش کرتے ہیں۔

اولادِ زینبؓ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

محدثین فرماتے ہیں اسامہ بن زید سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا ایک بچہ قریب المرگ ہو گیا انہوں نے آنجناب کی خدمت میں ایک آدمی بھیجا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں جناب نے جواب میں سلام فرمایا اور کہلا بھیجا کہ آپ صبر کریں جو اللہ تعالیٰ لے لیتے ہیں وہ بھی اللہ کے لئے ہے اور جو دیتے ہیں وہ بھی اس کے لئے ہے اور ہر شخص کے انتقال کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں وقت مقررہ ہے ہر حالت میں تم کو صبر کرنا چاہیے محترمہ زینبؓ پریشانی کے عالم میں تھیں پھر انہوں نے آنجنابؐ کی خدمت میں قسم دے کر آدمی بھیجا کہ آنجنابؐ ضرور تشریف لائیں تو آنجنابؐ اُٹھ کھڑے ہوئے آپؐ کے ساتھ سعد بن عبادہ معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت وغیرہ وغیرہ صحابہ کی جماعت بھی چل

پڑی اور حضرت ملک کے پاس پہنچے وہ بچہ قریب المرگ تھا آنجناب کی گود میں اسے پیش کیا گیا ونفسہ تتقعقع یعنی بچہ کے آخری سانس تھے اور وہ فوت ہو رہا تھا یہ حالت ملاحظہ فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو مبارک جاری ہو گئے تو سعد بن عبادہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپؐ آنسو بھی بہا رہے ہیں تو آنجنابؐ نے فرمایا یہ تو رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دی ہے۔

"فانما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء" [1]

"یعنی اپنے نرم دل بندوں پر ہی اللہ تعالیٰ رحمت فرماتے ہیں۔"

ناظرین کرام مطلع رہیں کہ واقعہ مذکورہ بالا جس میں حضرت زینبؓ کے بچے کی مرض الموت پر مع صحابہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا ازراہ شفقت وترحم اس حالت میں گریہ فرمانا للہ ما اعطی وللہ ما اخذ...... الخ کی تلقین فرمانا وغیرہ وغیرہ مذکور ہے۔

یہی واقعہ اپنی تفصیلات کے ساتھ شیعہ کے اکابر علماء نے بھی اپنے اسانید کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؓ سے نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو [2]

اس واقعہ سے سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی دختر حضرت زینبؓ اور

---

[1] (۱) مشکوٰۃ شریف ص۱۵۰ باب البکاء علی المیت الفصل الاول طبع نور محمدی دہلی (بحوالہ بخاری ومسلم)

(۲) ابوداؤد شریف ج ۲ ص۹۰ باب البکاء علی المیت ؛ طبع مجتبائی دہلی

[2] الجعفریات اوالاشعثیات لابی العباس عبداللہ بن جعفر الحمیری ص۲۰۸ باب الرخصۃ فی البکاء من غیر نیاحۃ (مطبوعہ طہران)

اس کی اولاد کے ساتھ شفقت و عنایت حد درجہ کی ثابت ہوتی ہے اور مشفقانہ تعلقات کمال درجہ کے عیاں ہوتے ہیں۔

حضرت زینبؓ کے بیٹے علیؓ بن ابی العاص کا مختصر حال

ان کا نام علی بن ابی العاص بن الربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس ہے ان کی والدہ محترمہ سیدہ زینبؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ امامہ بنت ابی العاص کا بھائی ہے اس کو قبیلہ بنی غاضرہ میں استرضاع یعنی دودھ پینے کے لئے بھیجا گیا تھا شیر خوارگی سے فارغ ہونے کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور ابو العاص ابھی تک مکہ میں مقیم تھے۔ ہنوز اسلام نہیں لائے تھے۔

"فکان علی مترضعا فی بنی غاضرہ فضمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہ"

علی بن ابی العاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں ہی پرورش پاتے رہے اور جناب کی تربیت ان کو حاصل رہی جب فتح مکہ ہوئی ہے تو سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ آنجنابؐ کی زندگی میں ہی انکا انتقال ہو گیا تھا۔ بعض کے نزدیک یہ قریب البلوغ ہو کر فوت ہوئے۔ [1]

---

[1] (۱) اسد الغابہ لابن اثیر ص۴۱ ج۴ - تحت علی بن ابی العاص

(۲) الاصابہ لابن حجر عسقلانی ص۵۰۳ ج ۲ تحت علی بن ابی العاص

(۳) کتاب نسب قریش ص۲۲ تحت ولد عبد اللہ بن عبد المطلب

امامہ بنت ابی العاص کے متعلقات

اس کا نام "امامہ" بنت ابی العاص بن ربیع ہے اور اس کی والدہ حضرت زینبؓ بنت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں ان کی ولادت ہوئی۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خانہ مبارک میں پرورش پاتی رہیں اور یہاں شیعہ علماء نے بھی لکھا ہے کہ آنجنابؐ امامہ کے ساتھ حد درجہ کا پیار اور محبت فرمایا کرتے تھے۔ [1]

ابو قتادہ انصاری رضؓ ذکر کرتے ہیں کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور امامہ بنت ابی العاص آپؐ کے دوش مبارک پر تھی آپ نماز ادا فرماتے رہے جب آپ رکوع فرماتے تو اس کو زمین پر بٹھا دیتے اور جب آپ کھڑے ہوتے تو امامہ کو اٹھا لیتے تھے امامہ کو محبت کے ساتھ اٹھانے کے واقعات حدیث میں متعدد بار مذکور ہوئے ہیں اور حدیث کی کتابوں میں یہ واقعات دستیاب ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس صغیرہ بچی کے ساتھ غایت درجہ کی محبت اور شفقت فرمایا کرتے تھے مندرجہ ذیل مقامات ملاحظہ ہوں۔ [2]

---

[1] (۱) تنقیح المقال مامقانی ص ۹۹ ج ۳۔ فصل النساء۔ الفصل الرابع۔

[2] (۱) بخاری شریف ص ۷۴ ج ۱۔ باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ عنقہ فی الصلوٰۃ

(۲) بخاری شریف ص ۸۸۷ ج ۲۔ باب رحمۃ الولد و تقبیلہ و معانقتہ۔

ان روایات میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا امامہ کے ساتھ محبت اور پیار کرنا اور غایت شفقت کے ساتھ بار بار اٹھا لینا مذکور ہے جس طرح آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم حسنین شریفین کو اپنے دوش مبارک پر اٹھایا کرتے تھے اسی طرح ان کی خالہ زاد بہن امامہ بنت زینبؓ کو اٹھایا کرتے تھے آنجنابؐ کی توجہات کریمانہ سے یہ تمام اولاد مستفید ہوتی تھی اور یہ سلسلہ عنایت ہمیشہ قائم رہتا تھا جس طرح حسنین آپؐ کی اولاد تھے اسی طرح امامۃ بھی آپؐ کی اولاد میں سے تھیں۔

۲۔ حضرت زینبؓ کی صاحبزادی امامہ بنت ابی العاص کے متعلق ایک اور عجیب واقعہ محدثین اور اہل تراجم نے اپنے اپنے الفاظ میں ذکر کیا ہے حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بیش قیمت ہار بطور ہدیہ آیا آنجناب کی ازواج مطہرات اتفاقاً وہاں جمع تھیں اور امامہ بنت ابی العاص چھوٹی لڑکی تھیں اپنے بچپن کے طرز پر گھر میں ایک طرف کھیل رہی تھیں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ہار کس طرح کا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اس سے بہترین تو ہم نے کبھی دیکھا ہی نہیں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

۳۔ مسلم شریف ص۲۰۵ ج ۱ کتاب الصلوٰۃ باب جواز حمل الصبیان فی الصلوٰۃ

۴۔ مسند ابوداؤد طیالسی ص۸۹ تحت حدیث زید بن ثابت لبعع آدمی دکن۔

۵۔ ابوداؤد شریف ص۱۳۲ ج ۱ باب العمل فی الصلوٰۃ

۶۔ صحیح ابن حبان ص۳۱۳ ج ۲ ذکر الخبر الدال علی نفی ایجاب الوضوء من الملامسۃ

۷۔ المصنف لعبد الرزاق ص۳۳ ج ۲ جلد ثانی

باب یقطع الصلوٰۃ۔

یہ تو بہت عمدہ ہے پھر آپ نے اس ہار کو پکڑا اور فرمایا لادفعنها الی احب اھلی الی یعنی میں اپنے اہل بیت میں سے جو مجھے زیادہ پسند ہے اس کی گردن میں یہ ڈالوں گا۔ تمام ازواج مطہرات اس بات کی منتظر تھیں کہ قلادہ کس کے حصہ میں آتا ہے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دختر زادی امامہ بنت زینب کو بلایا اور اُسکے گلے میں ہار پہنا دیا اس واقعہ کو کچھ کمی بیشی کے ساتھ مندرجہ ذیل مقامات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ [1]

واقعہ ہذا سے یہ واضح ہوا کہ صاحبزادی حضرت زینبؓ کی لڑکی امامہ کے ساتھ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر قلبی تعلق تھا آپؐ نے اپنی دختر زادی امامہ کے لئے "أحب اھلی" کے الفاظ ذکر فرمائے یہ ماں اور بیٹی کے حق میں کتنے شفقت کے الفاظ ہیں اور غایت درجہ کے التفات کی دلیل ہے۔

یہ سب چیزیں صاحبزادی زینبؓ کی وجہ سے صادر ہو رہی ہیں اس کی بناء پر حضرت زینبؓ کا مقام جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور ازواج مطہرات اور صحابہ کرامؓ سب حضرات ان مسائل سے خوب واقف تھے انہوں نے امت مسلمہ کو یہ سب مسائل تبلائے اور جمہور اہل

---

[1] (۱) مجمع الزوائد للهیثمی ص۲۵۴ ج۔۹ تحت مناقب زینب بنت رسول اللہ۔

(۲) الفتح الربانی ص۲۳ ج۔۲۲ (ترتیب مسند احمد) باب ما جاء فی امامة بنت زینب بنت رسول اللہؐ

(۳) اسد الغابہ ص۲۲ ج۔۵ تحت امامہ بنت ابی العاصؓ

(۴) الاصابہ ص۲۳۶ ج۔۴ تحت بنت ابی العاص بن ربیعؓ

اسلام ان چیزوں کے قائل تھے لیکن اس دور کے بعض مرثیہ خواں آنجناب کی اولاد شریف کے ان فضائل سے برملا انکار کر رہے ہیں لیکن یاد رکھئے ان کے انکار کی وجہ سے اولاد نبوی کا شرف و مجد کم نہیں ہو سکتا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

"امامہؓ کے حق میں حضرت فاطمہؓ کی وصیت"

مندرجہ ذیل واقعہ اگرچہ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد پیش آیا تھا لیکن امامہ کے متعلقات چونکہ ماقبل میں ذکر ہو رہے ہیں اس مناسبت کی بنار پر واقعہ ہذا کو بھی یہاں ذکر کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا ہم نے یہ بطور معذرت کے عرض کر دیا ہے، امامہ بنت ابی العاص حضرت زینبؓ سے ابوالعاص کی صاحبزادی ہے ابوالعاص[1] قریباً ۱۲ھ کے آخر میں فوت ہو گئے تھے انہوں نے وفات سے پہلے زبیر بن عوام کو اپنی لڑکی امامہ کی نگرانی کی وصیت کی تھی اور ان کو ان کی کفالت میں دیا تھا۔

"وامامه بنت ابی العاص واوصی بها ابوالعاص الی الزبیر بن عوام" [1]

اور سیدہ فاطمہؓ نے اپنے انتقال سے قبل حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر میرے بعد شادی کریں تو میری بہن زینب کی لڑکی امامہ کے ساتھ نکاح کر نا وہ میری اولاد کے حق میں میری قائم مقام ہوگی چنانچہ شیعہ علماء نے اس مسئلہ کو متعدد بار ذکر کیا ہے۔ سلیم بن قیس کی کتاب میں یہ الفاظ ہیں حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ کو فرماتی ہیں۔

"وانا اوصيك ان تتزوج بنت اختی زينب تكون لولدی مثلی" [2]

---

[1] کتاب نسب قریش لمصعب زبیری ص۲۲ { تحت ولد عبد اللہ بن عبد المطلب }

[2] کتاب سلیم بن قیس الکوفی ص۲۲۶ { تحت وصیت فاطمۃؓ لعلیؓ طبع ایران }

عہ I. العبر للذہبی ص۱۵ جلد اوّل - II جمہرۃ الانساب لابن حزم ص۷۷

چنانچہ حضرت علیؓ نے اس وصیت کے مطابق امامہ بنت ابی العاص کے ساتھ (سنہ ۱۲ھ میں) نکاح کیا اور حضرت زبیر بن عوام نے اپنی نگرانی میں ان کی شادی حضرت علی سے کر دی یہ نکاح مسلم بین الفریقین ہے اہل سنّت اور شیعہ دونوں حضرات اپنے اپنے مقام میں اس کو ذکر کیا کرتے ہیں نکاح ہذا کو مزید تائید کے طور پر شیعہ علماء کی مندرجہ ذیل کتب میں بھی ملاحظہ فرمالیں۔ [1]

پھر امامہ بنت ابی العاص حضرت علیؓ کے نکاح میں رہیں لیکن اتفاق قدرت کی وجہ سے حضرت علی رضؓ کی ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی جس وقت حضرت علیؓ کوفہ میں شہید ہوئے تو اس وقت وہاں حضرت علیؓ کے ازواج میں یہ زندہ تھیں حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد امامہؓ کا نکاح مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے ہوا تھا پھر مغیرہ کے نکاح میں حضرت امامہؓ فوت ہوئیں۔ [2]

قابلِ توجہ :-

غور کرنے سے اس مقام میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امامہ بنت ابی العاصؓ کی وجہ سے رشتہ داری کے درج ذیل تعلقات قائم ہوتے۔

---

[1] (۱) مروج الذہب للمسعودی الشیعی ص۲۹۸ ج ۲ - تحت ذکر امور و احوال من مولدہ الی وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم
(۲) انوار النعمانیہ : از شیخ نعمت اللہ جزائری الشیعی ص۳۶۷ ج ۱ - تحت نور مولودی

[2] (۱) الاصابہ ص۴۳۳ ج ۳ تحت مغیرہ بن نوفل
(۲) اسد الغابہ ص۴۰۸ جلد رابع تحت مغیرہ بن نوفل۔

- امامہ سیدہ فاطمہؓ کی بھانجی تھی۔
- (نکاح سے قبل) حضرت علیؓ کی سالی زینبؓ کی لڑکی تھی۔ پھر بعد از نکاح ان کی زوجہ محترمہ ہوئی۔
- اور ابو العاصؓ حضرت علیؓ کے سسر ہوئے۔
- حسنین شریفین رضؓ کے لئے (نکاح مرتضویؓ سے قبل) امامہؓ خالہ زاد بہن تھی اور بعد از نکاح سوتیلی ماں ہوئی اور ابو العاصؓ سوتیلے نانا ہوئے۔

گویا امامہؓ محترمہ کے ذریعہ حضرت ابو العاصؓ اور حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے درمیان رشتہ داری کی بہت سی نسبتیں قائم ہو گئیں جن کا احترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

سیّدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات

صاحبزادی سیّدہ زینبؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشہور قول کے مطابق آنجناب کی صاحبزادیوں میں سے عمر میں سب سے بڑی تھیں اور ان نیک بیبیوں میں سے تھیں جن کو اسلام کے ابتدائی دور میں ایمان سے مشرف ہونے کا شرف ملا۔ یہ قدیم الاسلام عورتوں میں شمار ہوتی تھیں۔ نیز ان کو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا چنانچہ انہیں مبایعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شمار کیا جاتا ہے۔

ابوجعفر بغدادی نے المحبر میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں حضرت زینبؓ، ام کلثوم۔ رقیہ اور حضرت فاطمہؓ کو مبایعات الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کیا ہے۔ [۱]

---

[۱] کتاب المحبر لابی جعفر بغدادی ص۴۰۶
تحت اسماء النسوۃ المبایعات لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"وفات کا سبب"

مکہ شریف سے ہجرت کرنے کے بعد یہ مدینہ منوّرہ میں مقیم رہیں اور یہ ہجرت کے مصائب انہوں نے بڑے تحمل کے ساتھ برداشت کئے تھے۔ اس واقعہ ہجرت میں آپ مخالفین کے ہاتھوں زخمی بھی ہوگئیں تھیں۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ان کا وہی سابقہ زخم ایک دفعہ مندمل ہوگیا تھا۔ پھر کچھ مدت کے بعد دوبارہ تازہ ہوگیا اور یہی زخم ان کی وفات کا موجب بنا اور ان کی وفات ۸ھ میں مدینہ طیبہؔ میں ہوئی۔

صبر کی تلقین اور واویلا سے منع

علماء ذکر کرتے ہیں ۸ھ میں حضرت زینبؓ کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوا ان کی وفات کی وجہ سے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مغموم ہوتے اور حضرت زینبؓ کی باقی بہنیں ام کلثوم و فاطمہ الزہرا بھی اس حادثہ فاجعہ کی وجہ سے نہایت پریشان اور غم زدہ ہوئیں۔ باقی مسلمان عورتیں حضرت زینبؓ کی وفات پر جمع ہوئیں اور بلا اختیار رونے لگیں اور چیخ و پکار تک نوبت پہنچی تو حضرت عمرؓ اس وقت عورتوں کو سختی سے منع کرنے لگے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو روکا اور اس موقع پر سختی کرنے سے منع فرما دیا۔

" وقال مهلاً يا عمرؓ ثم قال اياكن ونعيق الشيطن ثم قال انه مهما كان من العين ومن القلب فمن الله عزوجل ومن الرحمة وما كان من اليد ومن اللسان فمن الشيطان۔ (رواہ احمد)[1]

یعنی اے عمرؓ! اس سختی کرنے سے ٹھہر جائیے پھر آنجنابؐ نے عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ شیطانی آواز نکالنے سے تم پرہیز کرو پھر ارشاد فرمایا جو آنسو آنکھ سے بہتے ہیں اور دِل غمگین ہوتا ہے تو یہ خدا کی طرف سے ہے اور اس کی رحمت میں سے ہے اور جو کچھ ہاتھ سے یا زبان سے صادر ہوتا ہے وہ شیطان کی طرف

---

[1] مشکوٰۃ شریف صہ ۱۵۲ طبع نور محمدی دہلی
باب البکاء علی المیت الفصل الثالث

سے ہے یعنی ہاتھ اور زبان سے صادر ہونے سے مراد پیٹنا اور واویلا کرنا ہے۔
مختصر یہ ہے کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کی وفات پر امت کو اس بات کی تعلیم فرمائی کہ ہاتھ اور زبان سے بے صبری کی حرکات صادر کرنا اور کلمات کہنا مسلمان کے لیے کسی طرح جائز نہیں یہ جاہلیت کی رسومات تھیں جو وہ لوگ اپنے عزیز و اقارب کی موت پر ادا کیا کرتے تھے اسلام نے آکر صبر اور برداشت کی تلقین فرمائی جو اس موقعہ پر آنجناب ؐ کے ارشادات میں موجود ہے۔

حضرت زینبؓ کے غسل اور کفن کا انتظام

سیدہ زینبؓ مطہرہ کے غسل کا انتظام سردار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خاص نگرانی میں ہوا تھا اور اس فضیلتِ غسل میں خصوصی طور پر ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہؓ اور ام المؤمنین ام سلمہؓ اور صالحہ عورت ام ایمنؓ نے حصہ لیا اور انھوں نے اس پاک دامن خاتون کے غسل کا انتظام بڑے عمدہ طریقہ سے کیا۔[1]

حدیث کی بعض کتب میں اس طرح منقول ہے کہ ام عطیہ انصاریہ بھی غسل زینبؓ میں شامل تھیں ام عطیہ فرماتی ہیں جب سیدہ زینبؓ کا انتقال ہوا تو ہمارے پاس نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپؐ نے فرمایا کہ زینبؓ کے نہلانے کا انتظام کرو پانی اور بیری کے پتوں کو مہیا کرو اور ان کے ابلے ہوئے پانی کے ساتھ تین بار یا پانچ بار غسل دو اور آخری بار میں کافور کی خوشبو لگاؤ پھر جب نہلا چکو تو مجھے اطلاع کرنا۔

"فلما فرغنا اذناہ فاعطانا حقوہ فقال اشعرنھا ایاہ تعنی ازارہ کا۔"

"ارشاد فرمایا تم جب غسل زینبؓ سے فارغ ہو تو مجھے اطلاع کرنا پس

---

[1] انساب الاشراف للبلاذری ص ج ۱ بحث ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وولدہٖ

ہم نے اطلاع کر دی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جسم مبارک سے اپنا تہ بند اتار کر عنایت فرمایا اور فرمایا کہ میرے تہ بند کو کفن کے اندر داخل کر دو۔ ؎

؎ (۱) بخاری شریف ص۱۶۷ ج ۱۔
باب غسل المیت ووضوءہ بالمآء والسدر
(۲) مسلم شریف ص۳۰۴ ج ۱ کتاب الجنائز
(۳) طبقات ابن سعد ص۳۳۴ ج ۸ تحت ذکر ام عطیہ انصاریہؓ
(۴) طبقات ابن سعد ص۲۲ ج ۸ تحت ذکر زینبؓ۔
اسی طرح دیگر حدیث کی کتابوں سے بھی واقعہ ہذا دستیاب ہو سکتا ہے۔

---

(۵) مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۲۴۲ ج ۳۔ کتاب الجنائز۔ طبع کراچی

تبرک حاصل کرنا

اس مقام میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک عجیب بات ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ آنجناب نے اپنا تہ بند مبارک اتار کر پہلے ہی ان کے حوالے نہیں کر دیا کہ کفن میں شامل کریں بلکہ ارشاد فرمایا کہ جب تم نہلا لو تو مجھے اطلاع کرنا اس میں حکمت یہ تھی کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے ساتھ وہ تہ بند زیادہ دیر لگا رہے اور قریب تر وقت میں اپنے جسم سے منتقل ہوا اور زینبؓ کے جسم سے لگے تہ بند کے منتقل کرنے میں زیادہ فاصلہ نہ ہو۔ یہ چیز صالحین کے آثار کے ساتھ تبرک پکڑنے میں اصل چیز ہے۔

" ولم يناولهن اياه اوّلا ليكون قريب العهد من جسده الكريم حتى لا يكون بين انتقاله من جسده الى جسدها فاصل وهو اصل فى التبرك بآثار الصالحين"[1]

---

[1] فتح الباری، شرح بخاری، ص۱۰۱ ج ۳ کتاب الجنائز آخر باب غسل المیت ووضوئہ

صاحبزادی حضرت زینبؓ پر نعش یعنی ڈولی کا بنایا جانا

سیدہ زینبؓ کا غسل مکمل ہونے کے ساتھ کفن کا انتظام بھی تمام ہوگیا وہاں حضرت اسماء بنت عمیسؓ (جو اس وقت حضرت جعفر طیارؓ کی زوجہ محترمہ تھیں ابھی موجود تھیں انہوں نے عرض کیا کہ حبشہ کے ملک میں ہم نے دیکھا ہے کہ عورتوں کی پردہ داری کے لئے ان کی چارپائی پر ایک قسم کی نعش یعنی ڈولی بنا دی جاتی ہے تاکہ میت کی جسامت پوری طرح مستور رہے تو حضرت اسماء کے اس مشورہ پر اس موقع پر حضرت زینبؓ کی چارپائی پر بھی نعش کی شکل میں پردہ داری کا انتظام کیا گیا یہ پہلی مسلم خاتون تھیں جن کا جنازہ اس اہتمام اور تکریم سے اٹھایا گیا۔

بلاذری نے انساب الاشراف میں یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔

وجعل لها نعش فكانت اول من اتخذ لها ذالك والذی اشارت باتخاذہ اسماء بنت عمیس رائتہ بالحبشة وھی مع زوجھا جعفرؓ بن ابی طالب[1]......الخ

میت کی پردہ داری کے لئے نعش کا بنایا جانا جو حضرت اسماء نے یہاں بیان کیا ہے حضرت فاطمہؓ کی وفات کے موقع پر بھی حضرت اسماء نے اسی طرح مشورہ دیا تھا اور اس کے مطابق وہاں بھی نعش کا انتظام کیا گیا تھا آئندہ حضرت فاطمہؓ کے واقعات میں اس کا بھی ذکر ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز

یاد رہے کہ حضرت فاطمہؓ کے جنازہ کے وقت یہ حضرت اسماء حضرت ابوبکر صدیق کی زوجہ محترمہ تھیں۔

---

[1] انساب الاشراف للبلاذری ص۴۰۰ ج ۱
بحث ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وولدہ

سیدہ زینبؓ کا جنازہ

اور اس میں حضرت فاطمہؓ کی شرکت

صاحبزادی سیدہ زینبؓ کے لئے جب جنازہ کی تیاری ہوئی تو خود سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ پر نماز جنازہ پڑھائی جو ایک عظیم شرف ہے اور امت کے خاص خاص افراد کو ہی حاصل ہوا۔

" وصلی علیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [1]

حضرت زینبؓ کے بابرکت جنازہ میں جس طرح مدینہ شریف کے مسلمان شامل ہوئے اسی طرح مدینہ منورہ کے مسلمانوں کی عورتیں بھی جنازہ پڑھنے کی فضیلت میں شریک ہوئیں اور یہ تمام عورتیں حضرت فاطمہؓ کے ساتھ مل کر تشریف لائیں تھیں اور حضرت فاطمہؓ نے اپنی بڑی بہن کے جنازہ میں شرکت کی تھی۔ اور اپنی بہن کے ساتھ مودت اور محبت کا پورا پورا ثبوت دیا تھا۔

جنازہ کے اس واقعہ کو شیعہ علماء نے اپنے مقام میں پوری تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے ذیل میں ان کے "معتبر" "اصول اربعہ" سے چند عبارات نقل کی جاتی ہیں تاکہ کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

---

[1] انساب الاشراف ص۴۰۰ ج ۱
بحث ازواج رسول اللہ وولدہ

"امام جعفر صادقؒ سے ایک شخص نے مسئلہ دریافت کیا کہ جنازہ پر عورتیں آکر شامل ہو سکتی ہیں؟ اور عورتیں جنازہ ادا کر سکتی ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں حضرت جعفر صادقؒ نے ارشاد فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ جب انتقال فرما گئیں تو حضرت فاطمہؓ عورتوں کے ساتھ مل کر تشریف لائیں اور اپنی خواہر زینبؓ پر نماز جنازہ ادا فرمائی۔

"فقال یا ابا عبد اللہ اتصلی النساء علی الجنازۃ؟ قال فقال ابو عبد اللہ علیہ السلام............ وان زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ توفیت وان فاطمۃ علیہا السلام خرجت فی نسائھا فصلت علی اختہا"[1]

مندرجات بالا کے ذریعے یہ بات واضح ہو گئی کہ طاہرہ مطہرہ حضرت زینبؓ کا جنازہ خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا اور ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی جس کی مقبولیت میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ اور پھر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اپنی پیاری بہن پر نمازِ جنازہ ادا فرما کر حق اخوت پورا کیا اور ان کے حق میں دعائے

---

[1] (۱) تہذیب الاحکام لمحمد بن حسن بن علی الطوسی ص۲۱۵
آخر باب الصلوٰۃ علی الاموات طبع قدیم ایران

(۲) کتاب الاستبصار للشیخ الطوسی (محمد بن حسن بن علی) ص۲۴۵ ج۱
باب الصلوٰۃ علی جنازۃ معہا امراۃ طبع لکھنؤ قدیم

(۳) منتہی المقال لابی علی ص۴۳۳
باب ذکر نساء ہن طبع قدیم ایران

مغفرت فرمائی اور مدینہ کے مسلمان عورتوں مردوں نے بھی ان کے ساتھ ساتھ حضرت سیدہ زینب کے لئے دعائے مغفرت کی۔ یہ چیزیں حضرت زینب کے حق میں عظیم فضیلت اور شرف کی ہیں جن کا انکار کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ اس دور کے بیچارے مرثیہ گو اور مجلس خواں اگر ان فضائل کا انکار کریں تو ان کو البتہ زیب دیتا ہے جن کو نہ سردارِ دو عالم کے افعال و اقوال کی پرواہ ہے نہ اپنے ائمہ اور اہل بیت کے اعمال اور اقوال کی حاجت ہے اور نہ ہی شیعہ کے مجتہدین کے احکام کی کوئی وقعت ہے اصل میں یہ بزرگ بقلم خود مجتہد ہیں ان کو اپنے اکابر کا کوئی پاس نہیں۔

قبر زینبؓ میں اُتر کر دُعا فرمانا

جس وقت سیدہ زینبؓ کا جنازہ ہو چکا اس کے بعد ان کی تدفین کا مرحلہ تھا اس مقام میں علماء نے دفن کے واقعے کو بڑی تفصیل کے ساتھ صحابہ کرامؓ سے نقل کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا ہم صحابہؓ کی جماعت حضرت زینبؓ کے دفنانے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے۔ ہم قبر پر پہنچے سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مغموم تھے ہم میں سے کوئی آنجناب کی خدمت میں کلام کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ قبر کی لحد بنانے میں ابھی کچھ معمولی دیر تھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور ہم لوگ آپ کے آس پاس بیٹھ گئے ہم سب پر ایک قسم کی حیرانی کا عالم طاری تھا اسی اثنا میں آپ کو اطلاع کی گئی کہ قبر تیار ہو گئی ہے اس کے بعد آنجنابؐ خود قبر کے اندر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد آپؐ قبر سے باہر تشریف لائے آنجناب کا چہرۂ انور کھلا ہوا تھا اور غمگینی کے آثار کم ہو چکے تھے طبیعت بشاش تھی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم پہلی حالت کے متعلق کلام کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے اب جناب کی طبیعت میں بشاشت ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ آنجنابؐ نے فرمایا کہ قبر کی تنگی اور خوفناکی میرے سامنے تھی اور زینبؓ کا ضعف اور کمزوری بھی مجھے معلوم تھی یہ بات مجھے بہت ناگوار گذر رہی تھی پس میں نے اللہ عزوجل سے دُعا کی ہے کہ زینب کے لئے اس حالت کو آسان فرما دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے منظور فرما لیا اور

زینب سے اس مشکل کو دور کر دیا گیا۔

"فقلنا یا رسول اللہ رأیناك مهتما حزینًا فلم نستطع ان نکلمك ثم رأیناك سری عنك فلم ذالك قال کنت اذکر ضیق القبر وغمه وضعف زینب فکان ذالك یشق علی فدعوت اللہ عزوجل ان یخفف عنها ففعل" [1]

مندرجہ بالا مسئلہ کو شیعہ علماء نے بھی اپنی معتبر کتابوں میں درج کیا ہے شیعہ کتب سے بعینہٖ عبارت نقل کی جاتی ہے تاکہ ناظرین کرام کو اس مسئلہ میں پوری طرح تسلی ہو جائے کہ یہ مسئلہ شیعہ و سُنی دونوں فریقین کے ہاں مسلّم ہے حالات زینب (دختر نبوی) میں مامقانی نے لکھا ہے کہ:

ماتت سنة ثمان فی حیوٰة رسول اللہ صلی اللہ علیه و اله ونزل فی قبرها وهو مهموم محزون فلما خرج

---

[1] (۱) مجمع الزوائد للهیثمی ص ۴۷ ج ۳
تحت باب فی ضغطة القبر

(۲) کنز العمال لعلی المتقی الهندی ص ۱۲۰ ج ۸ = طبع اوّل دکن
تحت سوال القبر وعذابه

(۳) اسد الغابه ص ۴۶۸ ج ۵
تحت زینب بنت رسول اللہؐ

(۴) ذخائر العقبیٰ المحب الطبری ص ۱۶۰
تحت ذکر وفات زینب بنت رسول اللہ ؐ

سری عنه و قال کنت ذکرت لہ زینب وضعفها فسالت الله تعالیٰ ان یخفف عنها ضیق القبر وغمسه ففعل وهو هین علیها"۔ [1]

اِس کا مفہوم یہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ۸ھ میں حضرت زینبؓ فوت ہوئیں اور زینبؓ کی قبر میں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم غمگینی کی حالت میں اُترے اور نہایت غمزدہ تھے جب قبر سے باہر تشریف لائے تو طبیعت کھلی ہوئی تھی اور ارشاد فرمایا کہ زینبؓ کے ضعف کا مجھے بہت خیال تھا میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ قبر کی تنگی زینبؓ سے کم کر دی جائے پس اللہ تعالیٰ نے منظور فرمالیا اور اس پر آسانی کر دی ہے۔

فریقین کی کتابوں سے معلوم ہوگیا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری صاحبزادی کے حق میں کس قدر مشفقانہ معاملہ فرمایا وفات سے لے کر دفن تک تمام مراحل میں آنجنابؐ کی نظرِ عنایت شاملِ حال رہی جیسا کہ حوالہ جات بالا میں تفصیلاً پیش کر دیا ہے آخر مرحلۂ قبر میں تو خصوصی توجہ فرما کر آنجنابؐ نے سیدہ زینبؓ کے لئے سفرِ آخرت کا مرحلہ اپنی خصوصی شفاعت کے ساتھ طے فرما دیا اور قبولِ شفاعت کو اس عالم میں ہی برملا طور پر بیان فرما دیا۔

---

[1] (۱) تنقیح المقال لعبداللہ مامقانی صفحہ ۷۹ ج ۳ آخر جلد ثالث طبع ایران من فصل النساء تحت زینب بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

حضرت سیدہ زینب رض کے حق میں یہ بڑی بلند فضیلت ہے جو ان کو دربار نبوت سے مل چکی اور اہل اسلام کی خواتین کے لئے سرمایہ عبرت ہے وجہ یہ ہے کہ قبر کا مرحلہ کوئی معمولی بات نہیں اس کی فکر رکھنا اور تیاری کرنا مہماتِ دین میں سے ہے آنجناب کی اولاد شریف کے لئے جب یہ حالات پیش آرہے ہیں تو دوسروں کو تو ان واقعات کی خصوصی فکر کی ضرورت ہے۔

صاحبزادی حضرت زینبؓ کیلئے

شہیدہ کے لقب کی خصوصی فضیلت

سیدہ زینب بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقہ سوانح اور حالات مختصر طور پر ناظرین کی خدمت میں پیش کیے گئے ہیں ان کی زندگی کا ہر ایک واقعہ بڑی اہمیت کا حامل ہے ابتدائی دور سے لے کر ہجرت تک یہ ایک دورِ اول ہے پھر ہجرت کے بعد ان کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے جو مدنی زندگی کے متعلق ہے ان تمام حالات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے دشوار تر واقعہ ان کی ہجرت کا ہے جس میں ان کو سخت اذیتیں پہنچیں۔ اور آں معصومہ نے بڑے صبر و ثبات کے ساتھ برداشت کیں علماء نے لکھا ہے کہ وفات سے قبل ان کے وہی زخم تازہ ہو گئے جو ان کو واقعہ ہجرت میں پہنچے تھے اور وہی چیزیں ان کی وفات کا سبب بنیں اس بناء پر بڑے بڑے اکابر مصنفین نے ان کے حق میں یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔

"فلم تزل وجعةً حتی ماتت من ذالك الوجع فكانوا یرون انها شهیدة" [1]

---

[1] مجمع الزوائد للهیثمی ص۲۱۶ ج-۹ باب ما جاء فی فضل زینبؓ

اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ جلد خامس حضرت زینبؓ کے تذکرہ میں یہی مفہوم مندرجہ ذیل الفاظ میں ادا کیا ہے۔

فکانوا یرونها ماتت شهيدة۔ [1]

ان عبارات کا مطلب یہ ہے کہ حضرت زینبؓ اس درد زخم کی وجہ سے ہمیشہ بیمار رہیں حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا اس بنا پر اہل اسلام ان کو "شہیدہ" کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور ان کا لقب "شہیدہ زینبؓ" تجویز کیا گیا ہے۔

---

[1] البدایہ لابن کثیر ص ۳۰۶ ج ۵ فصل فی ذکر اولادہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا

کے سوانح کا اجمالی خاکہ

ماقبل میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی سیدہ طاہرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے احوال درج کیے گئے ہیں ان احوال کا ایک اجمالی خاکہ ہم ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تاکہ ان کے کوائف زندگی یکجا نظر آسکیں ؛ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ :-

۱ ۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔

۲ ۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے تیسویں سال ان کی ولادت ہوئی۔

۳ ۔ اپنی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زیر تربیت ان کی پرورش ہوئی۔ اور انہی والدہ شریفہ کی نگرانی میں انہوں نے ہوش سنبھالا۔ باشعور زندگی حاصل کی اور جوان ہوئیں۔

۴ ۔ ابوالعاصؓ بن ربیع کے ساتھ حضرت زینبؓ کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے مشورہ سے کیا بعض اقوال کے اعتبار سے اس وقت تک نزول وحی شروع نہیں ہوا تھا۔

۵ ۔ جب آنجنابؐ نے اظہار نبوت فرمایا تو ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ پہلے

مرحلہ پر ہی ایمان لے آئیں اور آپ کی صاحبزادیاں بھی اپنی ماں کے ساتھ مشرف باسلام ہوئیں اور مشکلات کے دور کو ان سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور مصائب برداشت کئے۔

۶۔ (حاشیہ میں) داماد نبوی حضرت ابوالعاصؓ کے حق میں چند مختصرات مذکور ہیں۔

۷۔ مشرکین مکہ نے منصوبہ بنایا کہ جس طرح بھی ہو سکے حضرت ابوالعاصؓ سے حضرت زینبؓ کو طلاق دلوا دیں اور حسب منشا دیگر رشتہ کی پیش کش کی لیکن ابوالعاصؓ ثابت قدم رہے اور رشتہ نبوی کو قطع کرنا منظور نہ کیا۔

۸۔ جنگ بدر ۲ھ میں ہوئی ابوالعاص تاحال مسلمان نہیں ہوئے تھے کفار کے مجبور کرنے پر وہ بھی شریک جنگ ہوئے اور اہل اسلام کے ہاتھوں قید ہو کر مدینہ منورہ پہنچے۔ ابوالعاصؓ کی رہائی کے لئے حضرت زینبؓ نے اپنا ہار بطور فدیہ کے مدینہ شریف بھیجا۔ یہ ہار حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا تھا جو انھوں نے جہیز میں اپنی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو دیا تھا حضورؐ کی خدمت اقدس میں اس بابرکت ہار کی پیشگی ہونے پر ایک رقت انگیز منظر پیدا ہوا اور جناب خدیجۃ الکبریٰؓ کی یاد تازہ ہو گئی۔

صحابہ کے ساتھ مشورہ کی بنا پر اس "تاریخی ہار" کو واپس کر دیا گیا اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے وعدہ لیا کہ صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کو آپ کے ہاں مدینہ میں بھیج دیا جائے گا۔

۹۔ چنانچہ ابوالعاص نے حسب وعدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیجنے کا انتظام کر دیا اندریں حالات کفار حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے سفر میں معارض ہوئے تھے ہبار بن اسود نے انتہائی درجہ کی اذیت پہنچائی

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے مشکل مراحل گذار کر اس صبر آزما سفر کو بڑی اذیت سے طے کیا اور زید بن حارثہ وغیرہ کی معیت میں مدینہ طیبہ پہنچیں۔

۱۰۔ اس واقعہ کے بعد سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داماد ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی عمدہ تعریف کی اور اس کے وفائے عہد کی تحسین فرمائی۔

۱۱۔ ان دشوار تر مصائب گذارنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ طاہرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی منقبت ان الفاظ میں فرمائی

ھی خیر بناتی ۔ او ۔ ھی افضل بناتی اُصیبت فیّ

یعنی میری بیٹیوں میں بہترین بیٹی زینب رضی اللہ عنہا ہیں جو میری وجہ سے مصیبت زدہ ہوئیں۔ گویا حضرت زینبؓ کے حق میں برداشت مصائب پر زبان نبوت نے شہادت دی اور عظیم فضیلت بیان فرمائی۔

۱۲۔ ایک موقعہ پر ابوالعاص مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کو پناہ دی اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پناہ دینے کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح قرار دیا۔ یعنی وہ پناہ منظور ہوئی یہ چیز حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حق میں منقبت عظیمہ ہے۔

۱۳۔ اس واقعہ کے بعد ابوالعاص رضی اللہ عنہ مکہ شریف چلے گئے اور لوگوں کی امانتیں واپس پہنچا کر اسلام لائے اور واپس مدینہ شریف آکر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔

۱۴۔ ایک حاشیہ ہے جس میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نکاح جدید اور مہر جدید کے ساتھ ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی طرف واپس کیا جانا مذکور ہے۔ اور اس مسئلہ میں دیگر اقوال بھی پائے جاتے ہیں۔

۱۵ - مقامِ ھذا کے چند فوائد جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ دونوں کے متعلقہ ہیں۔

۱۶ - سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد کا ذکرِ خیر خصوصاً امامہ بنت ابی العاص اور علی بن ابی العاص کا مختصر حال نیز یہاں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وصیت امامہ کے حق میں مذکور ہے۔

۱۷ - حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات مدینہ طیبہ میں ۸ھ میں ہوئی ہجرت والے زخم پھر تازہ ہو گئے تھے جو ان کی وفات کا باعث ہوئے علماء فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا قریباً تیس برس زندہ رہیں۔

۱۸ - ان کی وفات پر عورتیں واویلا کرنے لگیں جس سے فرمان نبویؐ کے ذریعے منع کر دیا گیا۔

۱۹ - حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے غسل اور کفن کا انتظام آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وغیرہا نے کیا۔

۲۰ - ان کے کفن میں چادر نبوی کا استعمال ہوا جو غایت درجہ کا تبرک ہے۔

۲۱ - اپنی بہن جناب زینب رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ نے شرکت کی۔

۲۲ - رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا قبرِ زینب رضی اللہ عنہا میں اُتر کر دُعا کرنا اور دُعا کا قبول ہونا ایک خصوصی فضیلت عظیمہ ہے۔

۲۳ - حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مناقب میں علمائے کرام یہ ذکر فرماتے ہیں کہ وہ اللہ جل وجلالہ کے راستہ میں شہید ہونے والی خاتونؓ ہیں اور "شہیدہؓ" کے لقب سے ملقب ہیں۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن جمیع اخواتہا۔

لمحۂ فکریہ

قارئین کرام نے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلقات ملاحظہ فرما لئے یہ فضائل و کمالات ان کو حاصل ہوتے دین کے لئے مصائب و شدائد کا برداشت کرنا ان کو نصیب رہا۔ اور اس میں "ثابت قدمی" ان کا شیوہ رہا۔ تمام زندگی اپنے والد شریف صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدمت و اطاعت میں گزار دی آپ نے ان کو ان کے اعمال مقبولہ کی بنا پر "خیر بناتی" اور "افضل بناتی" کے مخصوص القاب سے نوازا۔ اور وفات تک ان پر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر شفقت قائم رہی۔ انتقال کے بعد تجہیز و تکفین کے جملہ مراحل میں آپ کے شفیقانہ سلوک اور کریمانہ عنایات کی انتہا ہو گئی یہاں تک کہ آنجناب ان کے آخری مقام قبر میں اُترے اور حضرت زینب رض کو آنجناب صلعم کی طرف سے شفاعت کی قبولیت کی بشارت عظیمہ حاصل ہوئی۔

ان صاحبزادیوں رضی اللہ عنہن کے حق میں بعض لوگ اس دور میں زبان طعن دراز کئے ہوئے ہیں اور لکھتے ہیں کہ "یہ نبی کی رواتی بیٹیاں تھیں، یہ نبی کی رواجی بیٹیاں تھیں" اور ان کے حق میں کوئی فضیلت قرآن و حدیث سے نہیں ملتی مطلب یہ ہے کہ صاحبزادیاں (حضرت زینب حضرت رقیہ حضرت ام کلثوم) رضی اللہ تعالیٰ عنہن نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد نہیں ہیں اور ان کی کوئی فضیلت کتابوں میں مذکور نہیں .... الخ (استغفراللہ العظیم)

ناظرین کرام! اپنے مہربان پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف

کے حق میں ان لوگوں کا یہ نہایت نازیبا سلوک ہے یہ لوگ بڑی بے باکی کے ساتھ ان صاحبزادیوں سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف کی نفی کرتے ہیں، اور اللہ سے بالکل نہیں ڈرتے اور ساتھ ہی ساتھ دعویٰ یہ ہے کہ ان بیبیوں کی کوئی فضیلت کتابوں میں نہیں ملتی نہ شیعہ کی کسی کتاب میں نہ کسی سُنی کتاب میں۔

بندہ نے یہ چند واقعات اسلامی کتب سے جمع کر کے ناظرین کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں ساتھ ساتھ شیعہ معتبرات کے بھی حوالے دے دیئے ہیں۔ اب باانصاف اور شریف باشعور آدمی اس چیز کا فیصلہ خود کر لیں کہ حق بات کون سی ہے؟ اور ازخود تراشیدہ چیزیں کون سی ہیں؟ مزید کسی تبصرہ و تشریح کی حاجت نہیں رہے گی۔

قلیل سے خوفِ خدا کی حاجت ہے اگر کہیں سے دستیاب ہو جائے، تو "سبحان اللہ" وہ ساتھ ملا لیں۔

اس کے بعد" ازالہ شبہات" کا عنوان درج کیا جاتا ہے۔

صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

کے متعلقہ

شبہات کا ازالہ

سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے متعلقہ سوانح اور ان کے حالات، فضائل اور سیرت و کردار ہم نے بقدر ضرورت بیان کر دیئے ہیں۔

ان تمام حالات پر بشرط انصاف نظر کرنے سے اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حقیقی صاحبزادی ہیں اور ان کی والدہ محترمہ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔

صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا نہ لے پالک بیٹی ہیں اور نہ ہی ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خواہر زادی ہیں بلکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی دختر محترمہ ہیں اگر کوئی شخص ان گذشتہ مندرجات سے روگردانی کرتے ہوئے ازراہ عناد اولاد نبوی کے ساتھ بغض اور تعصب اختیار کرتا ہے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ربیبہ ذکر کرتا ہے تو یہ تاریخی حقائق کی تکذیب ہے۔

اہل سنت کے حوالہ جات اس مسئلہ پر ہم نے سابقاً ایک ترتیب کے ساتھ ذکر کر دیئے ہیں اور شیعہ کے بھی ہر دور کے معتبر حوالہ جات ہم نے پیش کر دیئے

ہیں اب فریقین کو اس مسئلہ پر غور و فکر کرنے کا پورا موقعہ حاصل ہے۔

اب اس چیز کے متعلقات ذکر کیے جاتے ہیں جو لوگ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ربیبہ ثابت کرتے ہیں ان کے اس دعوے کی حقیقت کیا ہے؟ کیا ان کے پاس کوئی چیز قابل غور ہے۔ یا ان کے دلائل درجہ اعتبار سے بالکل ساقط ہیں؟ ناظرین کرام وہ چیزیں ملاحظہ فرمالیں جن کو وہ دلائل کا درجہ دیتے ہیں اس کے بعد ان کی اصل حقیقت پیش ہوگی، ناظرین کرام ان چیزوں کے ملاحظہ کرنے کے بعد خود ایک نتیجہ پر پہنچ جائیں گے۔

بعض اہل سیرت کا ایک قول"

بعض لوگ سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں سے ایک قول پیش کرتے ہیں۔

کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سابق خاوند ابو ہالہ بن مالک سے ان کی جو اولاد ہوئی اس میں زینب بنت ابی ہالہ ایک لڑکی تھی اور ایک لڑکا ھند بن ابی ہالہ تھا۔

اس قول کی بنا پر یہ مسئلہ تجویز کیا گیا ہے کہ صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی نہیں بلکہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سابق خاوند ابو ہالہ کی اولاد میں سے ہے اعتراض کا تمام مدار اسی قول پر ہے اس کے بغیر اور کوئی چیز ان کے پاس نہیں۔

توضیحات

ناظرین کے افادہ کی خاطر یہاں چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں ان کو بغور ملاحظہ فرما لینے کے بعد اس مسئلہ کے متعلق انشاء اللہ تشفی ہو جائے گی۔

۱ - ابو ہالہ کی لڑکی زینب جو اس قول میں ذکر کی گئی ہے اور اس کی ماں خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بیان کی ہے یہ قول بعض سیرۃ نگار مثلاً ابن ہشام نے لکھا ہے، اور اس کی کوئی سند پیش نہیں کی اور نہ ہی اس قول کے متعلق کہیں کوئی انتساب مذکور ہے کہ فلاں صحابی۔ تابعی یا تبع تابعی کا یہ قول ہے نہ ہی کسی باسند محدث اور سیرت نویس کا نام درج کیا گیا ہے مختصر یہ ہے کہ اس قول کے متعلق یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہ کس بزرگ کا فرمان ہے اور جس کا بھی یہ قول ہے وہ بغیر سند کے ہے جس کا کوئی وزن نہیں

۲ - اس سیرت نگار یعنی ابن ہشام سے یہ قول جس نے بھی نقل کیا وہ نقل در نقل چلتا رہا ہے ان ناقلین میں سے کوئی بھی اس کی سند پیش نہیں کر سکا ہے اور نہ ہی اس کے قائل کی طرف کوئی صحیح انتساب سامنے آیا ہے۔

۳ - نیز قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابق خاوند کی اولاد بے شمار علمائے حدیث، سیرت نگار، علمائے انساب، و علمائے تراجم و تاریخ نے ذکر کی ہے لیکن ان لوگوں نے ابو ہالہ کی اولاد جو خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ذکر کی ہے اس میں کہیں زینب کا نام ذکر نہیں کیا یہ حضرات زینب نام کی کوئی لڑکی ابو ہالہ کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تحریر نہیں کرتے یہ اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ زینب کے نام کی کوئی لڑکی ابو ہالہ کی

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نہیں ہوئی تھی ورنہ ابوہالہ کی اولاد ذکر کرنے والے علماء اس کو ضرور اس مقام میں بیان کرتے اب ہم یہاں مذکورہ علماء کی تصانیف سے اس مسئلہ پر حوالہ جات نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین کرام کو تسلی ہو جائے۔

پہلے اہل سنت علماء کے حوالہ جات پیش خدمت ہوں گے اس کے بعد شیعہ مصنفین اور شیعہ مجتہدین کے اقوال اس مسئلہ پر بطور تائید درج کیے جائیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ طبقات ابن سعد میں مسئلہ ہذا اس طرح مذکور ہے

فولدت خدیجۃ لابی ھالۃ رجلا یقال ھند وھالۃ رجل ایضا ثم خلف علیھا بعد ابی ھالۃ عتیق بن عابد بن عبد اللہ۔[1]

۲۔ واخوۃ ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لامھم ھند بن عتیق بن عابد بن عبد اللہ...... وھند بن ابی ھالہ...... نباش بن زرارہ وھالہ بنت ابی ھالہ[2]

ان ہر دو حوالہ جات کا مضمون یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابق

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۸ ج ۸ طبع لیڈن
تحت تسمیۃ النساء المسلمات والمھاجرات...... الخ

[2] کتاب نسب قریش ص ۲۲
تحت ولد عبد اللہ بن عبد المطلب

خاوند ابوہالہ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں ہند نامی ایک لڑکا پیدا ہوا اور بقول بعض ہالہ ابوہالہ کی لڑکی تھی مختصر یہ ہے کہ زینب نامی لڑکی ابوہالہ سے نہ تھی۔

اب ہم ذیل میں کتابوں کے صرف حوالہ جات اختصاراً نقل کرتے ہیں۔ عبارات پیش کرنے سے بڑی تطویل ہو جاتی ہے ان حوالہ جات میں یہی مضمون موجود ہے۔

۳ - (۱) کتاب المحبر ص۷۸
تحت ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) کتاب المحبر لابی جعفر بغدادی ص۴۵۲
تحت اسماء من تزوج ثلٰثۃ ازواج فصاعدا من النساء

۴ - المعارف لابن قتیبہ الدینوری ص۵۸-۵۹
باب نسب سیدنا محمد بن عبداللہ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۵ - کتاب انساب الاشراف للبلاذری ص۴۰۶-۴۰۷ ج ۱-

۶ - جمہرۃ انساب العرب لابن حزم ص۱۴۲-۱۴۳-۲۱۰

۷ - السنن الکبری للبیہقی ص۷۱ جلد سابع
کتاب النکاح باب تسمیۃ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبناتہ

۸ - مجمع الزوائد للہیثمی ص۲۱۹ ج ۹
تحت باب فضل خدیجۃؓ بنت خویلد۔

۹ - الاستیعاب لابن عبد البر ص۵۶۸ ج ۳
تحت ہند بن ابی ہالہ مع الاصابہ

۱۰ - الروض الانف للسہیلی ص۱۲۴ ج ۱-

فصل تزویجہ علیہ السلام خدیجہ

۱۱۔ اسد الغابہ لابن اثیر جزری ص۴۳۴ ج۔۵ تحت خدیجہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا

۱۲۔ البدایہ لابن کثیر ص ۲۹۴-۲۹۳ ج۔۵ باب ذکر زوجاتہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ ورضی اللہ عنھن واولادہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۳۔ الاصابہ لابن حجر ص۱۷۱ ج۔۴ تحت ہند بن عتیق

۱۴۔ سیرۃ حلبیہ ص۱۶۷ ج۔۱ الجزء الاوّل تحت باب تزوجہ صلعم خدیجہ بن خویلد۔ تصنیف علی بن برھان الدین حلبی (طبع مصر)

مندرجہ بالا مصنفین نے ابو ہالہ اور عتیق کی اولاد جو خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی ذکر کی ہے لیکن ان میں کسی جگہ بھی زینب نامی لڑکی کا ذکر نہیں کیا اس بناء پر ابن ہشام زینب کو سابق ازواج کی لڑکی ذکر کرنے میں متفرد نظر آتا ہے۔

شیعی حوالہ جات

مسئلہ ہذا کے متعلق شیعہ علماء و مجتہدین کے چند حوالہ جات تحریر کئے جاتے ہیں تاکہ مسئلہ ہذا اپنے مقام میں پوری طرح واضح ہو سکے اور ہر ایک فریق اس پر غور کر سکے۔

۱۔ علی بن عیسیٰ اربلی نے "کشف الغمہ" جلد دوم میں ذکر مناقب خدیجہ کے تحت لکھا ہے۔

"کانت خدیجہ قبل ان یتزوج بھا رسول اللہ صلی اللہ والہ عند عتیق بن عائذ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم یقال ولدت لہ جاریۃ وھی ام محمد بن صیفی المخزومی ثم خلف علیھا بعد عتیق ابو ھالۃ ھند بن الزرارہ التیمی فولیت لہ ھند بن ھند ثم تزوجھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم" [1]

۲۔ شیخ نعمت اللہ الجزائری نے "الانوار النعمانیہ" جزء اوّل میں نور مولودی کے تحت لکھا ہے:۔

"فاول امراءۃ تزوجھا خدیجۃ بنت خویلد وکانت قبلہ عند عتیق بن عائذ المخزومی فولدت لہ جاریۃ ثم

---

[1] "کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ" بمع ترجمہ فارسی
ترجمۃ المناقب جلد ثانی ص۷۶ تحت مناقب خدیجہ رضہ

تزوجہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وربی ابنہا ھندا"[1]

۳۔ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب جلد دوم باب ۵۲ میں ذکر کیا ہے۔

"وپیش ازانکہ حضرت اوتزویج نماید عتیق بن عائذ مخزومی اوراتزویج کردہ بودوازاودختر بہم رسانید وبعدازاوابوہالہ اسدی راتزویج کرد وہندبن ابی ہالہ راازبہم رسانیدپس حضرت رسول اوراخواستگاری نمود وہند پسراورا تربیت نمود۔[2]

۴۔ شیخ عباس قمی نے اپنی کتاب منتہی الآمال جلد اول فصل ششم میں لکھا ہے:۔

"وآں مخدرہ دختر خویلد بنی اسد بن عبدالعزیٰ بودہ ونخست زوجۂ عتیق بن عائذ المخزومی بودوفرزندے ازاوآوردکہ جاریہ نام واشت وازپس عتیق زوجۂ ابوہالہ بنی منذر الاسدی گشت وازدہند بن ہالہ راآورد"[3]

مندرجہ بالا شیعی حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابق خاوند عتیق سے ایک جاریہ نامی لڑکی پیدا ہوئی اس کو ام محمد بن صیفی بھی کہا گیا ہے پھر عتیق کے بعد ابوہالہ کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا

---

[1] الانوار النعمانیہ جلد اول ص۳۶۷ نور مولودی
تحت حالات خدیجہ بنت خویلد

[2] حیات القلوب ص۴۲۵ ج ۲ باب ۵۲
تحت ذکر ازواج نبی ؐ

[3] منتہی الآمال ص۴۵ ج ۱ ۔ فصل ششم
دروقائع ایام وسنین عمر مبارک حضرت خاتم النبیینؐ

اس سے ایک لڑکا ہوا جس کو ہند بن ابی ہالہ کہتے ہیں اس کے بعد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔

ان تمام شیعہ حضرات نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابق ازواج کی اولاد میں "زینب" نامی کسی لڑکی کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابو ہالہ کی لڑکی زینب کے نام سے جس صاحب نے ذکر کی ہے وہ جمہور علماء اہل سنت اور شیعہ کے خلاف ذکر کیا ہے اور اس مسئلہ میں اس نے اپنا تفرد بیان کیا ہے اور اس پر کوئی سند پیش نہیں کی ظاہر ہے کہ متفرد اشیاء اپنے تفرد کی بناء پر قبول نہیں کی جاتیں اور علماء کی اصطلاح میں اس مسئلہ کو اس طرح ذکر کیا جاتا ہے کہ

"ھذا قول شاذ لا یتابع علیہ"

یعنی ابن ہشام کا یہ قول شاذ ہے اس کی متابعت نہیں پائی گئی۔ اس بناء پر عموماً علماء (محدثین۔ اہل سیر۔ اہل تاریخ) نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ فلہذا اس قسم کا شاذ قول قبول نہیں کیا جا سکتا ہے۔ "کیونکہ قاعدہ یہ ہے۔

"الثقۃ اذا شذ لا یقبل ما شذ فیہ"

(مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۳۲۸ جلد سادس باب العدۃ۔ الفصل الاول تحت روایات فاطمہ بنت قیس)

یعنی اگر شذوذ اختیار کرنے والا آدمی ثقہ ہے تب بھی اس کی شاذ چیز کو قبول نہیں کیا جائیگا۔

ایک تلبیس کا ازالہ

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے مخالفین نے کئی قسم کے شبہات مسلمانوں میں پیدا کر دیئے ہیں ان میں سے ایک شبہ آپؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے متعلق یہ ہے کہ دورِ نبویؐ میں "زینب" نام کی متعدد خواتین تھیں اور زینب نامی ایک لڑکی ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کی بھی تھی جو ان کے سابق خاوند ابو سلمہ سے تھی اس کا تذکرہ جب علماء تراجم نے کیا ہے تو اس کو ربیبۃ الرسولؐ کے نام سے لکھا ہے (حضرت ام سلمہؓ کی اس لڑکی کا نام "زینب" تھا اور حضرت ام سلمہؓ کی وجہ سے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پرورش پائی تھی اس وجہ سے ان کو ربیبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہا جاتا تھا۔ محض اس لفظی مشابہت کی بنا پر معترضین نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی طرف اس کا انتساب کر دیا اور کہہ دیا کہ زینب تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ ہے حالانکہ صاحبزادی سیدہ زینبؓ کی ماں حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسب شریف سے ہے اور ربیبہ مذکورہ کی ماں حضرت ام سلمہؓ ہے اور والد کا نام ابو سلمہ ہے۔

اس چیز کی تصدیق اگر مطلوب ہو تو حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب "الاصابہ"[1]

---

[1] (۱) الاصابہ ص۳۱۲ جلد رابع تحت زینب بنت ابی سلمہؓ

(۲) کتاب اسد الغابہ ص۴۶۸ ج۵ تحت زینب بنت ابی سلمہؓ

ملاحظہ کریں ابن اثیر جزری نے یہاں مزید یہ تصریح کر دی ہے کہ زینب ربیبہ کے خاوند کا نام عبداللہ بن زمعہ تھا[1] ۔ اور ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند کا نام ابوالعاص بن ربیع تھا[2]

مقامات مذا مطالعہ کرنے سے خوب تسلی ہو جائے گی ۔ اور اس تشابہ لفظی کی وجہ سے جو اشکال معترضین نے پیدا کیا ہے وہ زائل ہو جائے گا ۔ اور اس سے زیادہ تسلی مطلوب ہو تو اپنے (علماء شیعہ) کی معتبر کتاب "تنقیح المقال" جلد ثالث تحت زینب بنت ابی سلمہ ملاحظہ فرماویں وہاں بڑی صراحت کے ساتھ زینب بنت ابی سلمہ کا تذکرہ موجود ہے یعنی اس کی ماں کا نام ام سلمہ اور والد کا نام ابوسلمہ ہے اس کا اصل نام برّہ تھا سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما کر اس کا نام زینب رکھا ۔ جب ام سلمہ ؓ نے حبشہ کی ہجرت کی تھی (یعنی اپنے زوج ابوسلمہ کے ساتھ) تو وہاں یہ لڑکی زینب پیدا ہوئی تھی پھر اپنی ماں کے ساتھ یہ مدینہ طیبہ آئی اپنے وقت کی خواتین میں یہ بڑی فقیہ اور مسائل میں بڑی عقلمند و مشہور خاتون تھی اور اس کو "حسنۃ الحال" اعتبار کرتے ہیں

یہ شیعہ علماء کے اقوال ہیں اب مامقانی کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں ۔ تاکہ حق الیقین کا درجہ حاصل ہو جائے اور مسئلہ مسلم بین الفریقین قرار پائے ۔

"زینب بنت ابی سلمہ عدھا الشیخ وہ فی رجالہ وابن

---

[1] اسد الغابہ صفحہ ۴۶۹ ج ۵

[2] (۱) انساب الاشراف للبلاذری صفحہ ۴۳۰ جلد اوّل

(۲) طبقات ابن سعد صفحہ ۳۳۸ ج ۸

تحت زینب بنت ابی سلمہ طبع لیڈن بھی ملاحظہ کے قابل ہے ۔

عبد البر وابن مندة وابو نعيم من صحابة رسول الله م
وهي على ما صرحوا به زينب بنت ابي سلمه بن
عبد الاسد القرشية المخزومية وهي ربيبة رسول
الله م وامها ام سلمه زوجة النبي م كان اسمها برّة
فسماها رسول الله م زينب ولدتها امها بارض الحبشة
حين هاجرت اليها مع زوجها وقدمت بها معها
وقد قيل انها كانت من افقه زمانها وانى اعبرها
"حسنة الحال" لہ

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم نے کتاب "رحماء بینھم حصہ صدیقی" ص۱۶۷ میں اس اشتباہ کو حل کر دیا تھا لیکن یہاں دوبارہ اسے سوانح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی مناسبت سے ذکر کر دیا ہے اور شیعہ و سُنّی ہر دو مکتب فکر کی کتابوں سے ثابت کر دیا کہ زینب نامی جو ام سلمہ کی لڑکی ہے وہ دوسری تھی اس کی ماں کا نام ام سلمہ ہے۔ خاوند کا نام عبداللہ بن زمعہ ہے اور سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (زینب رضی اللہ عنہا) وہ دوسری ہیں ان کی ماں کا نام خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور خاوند کا نام ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ ہے۔

"اگر در خانہ کس است ہمیں گفتہ بس است"

حضرت زینب رض کے متعلقات یہاں ختم ہوتے ہیں اس کے بعد حضرت رقیہ رض کے احوال درج ہوں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

لہ تنقیح المقال لعبد اللہ مامقانی ص۷۹ ج۳ - زینب بنت ابی سلمہ -
تحت باب الخاء والراء والزای المعجمة من فصل النساء)

سوانح صاحبزادی سیدہ رقیہؓ دختر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

(رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تذکرہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔

حضرت رقیہؓ کا تولد

صاحبزادی رقیہؓ حضرت زینبؓ سے چھوٹی ہیں ان کی والدہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ بنت خویلد بن اسد ہیں۔ علماء لکھتے ہیں کہ رقیہؓ اپنی بڑی بہن حضرت زینبؓ کے تین برس بعد پیدا ہوئیں اس وقت سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک قریباً تینتیس ۳۳ برس کی تھی۔ لہ

تربیت رقیہؓ

جناب رقیہؓ نے اپنی بہنوں کے ساتھ اپنے والد شریف صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں تربیت پائی اور اپنے سن شعور کو پہنچیں۔

ان کے والدین شریفین کی تربیت اکسیرِ اعظم تھی جو ان کے آئندہ کمالاتِ زندگی کا باعث بنی۔

اسلام لانا اور بیعت کرنا

خواتین میں سب سے پہلے اسلام لانے والی خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں ان کے ساتھ آپ کی صاحبزادیاں اسلام لانے میں پیش پیش ہیں جس وقت

لہ تاریخ الخمیس للشیخ حسین الدیار البکری ص ۲۷۴ ج ۱ تحت ذکر رقیہؓ بنت رسول اللہؐ

ان کی والدہ محترمہ اسلام لائیں تو ان کے ساتھ یہ صاحبزادیاں بھی مشرف بہ اسلام ہوئیں اور بیعت نبویؐ کے ساتھ شرف عزت حاصل کیا۔

"واسلمت حین اسلمت امھا خدیجۃ بنت خویلد و بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھی واخواتھا حین بایعہ النساء" لہ

"یعنی جب خدیجۃ الکبریٰؓ اسلام لائیں تو حضرت رقیہؓ نے بھی اسلام قبول کیا اور جب دوسری عورتوں نے بیعت کی تو حضرت رقیہؓ نے اور ان کی بہنوں نے بھی جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی سعادت حاصل کی۔"

رقیہؓ کا نکاح

اسلام سے قبل اس دور کے دستور کے مطابق سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور اُم کلثومؓ کا نکاح بالترتیب اپنے چچا ابولہب کے دونوں لڑکوں عتبہ اور عتیبہ کے ساتھ کر دیا تھا۔ یہ صرف انتسابِ نکاح تھا اور رخصتی نہیں ہوئی تھی اور شادی و بیاہ کی نوبت نہیں آئی تھی۔

پھر اسلام کا دور شروع ہوا آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے لگی توحید کی آیات اتریں۔ شرک و کفر کی مذمت برملا کی گئی۔ حتیٰ کہ سورۃ تبت یدا ابی لھب وتب...... الخ" ابولہب کے نام کے ساتھ نازل ہوئی۔

لہ ۱۔ طبقات ابن سعد ص۲۴ ج۸ تحت رقیہ بنت رسول اللہ صلعم
۲۔ الاصابۃ لابن حجر ص۲۹۷ ج۴ تحت رقیہ بنت رسول اللہ صلعم
۳۔ تفسیر القرطبی ص۲۴۲ ج۱۴ تحت آیۃ قل الازواجک و بنا تک

اس پر کفار مکہ کی عداوت اہل اسلام کے ساتھ انتہا کو پہنچ گئی اور ابولہب کا غیظ و غضب حدود اخلاق سے متجاوز ہو گیا۔

ابولہب نے اپنے دونوں لڑکوں عتبہ اور عتیبہ کو حکم دیا کہ اگر تم "محمد بن عبد اللہ" کی بیٹیوں کو طلاق نہ دو گے تو میں تم کو منہ نہیں لگاؤں گا اور تمہارا چہرہ تک نہیں دیکھوں گا۔" یہ طلاق اس وقت ان دختران نبی کا غیبی اعزاز تھا تقدیر الٰہی نے فیصلہ کیا کہ یہ پاک صاحبزادیاں عتبہ اور عتیبہ کے ہاں نہ جا سکیں، باپ کے کہنے پر عتبہ اور عتیبہ نے دونوں معصوم دختران نبیؐ (یعنی رقیہؓ اور ام کلثومؓ) کو طلاق دے دی اور یہ رشتہ صرف اسلام کے ساتھ عداوت کی بنا پر منقطع کر دیا گیا۔

فلما بعث رسول اللہ وانزل اللہ "تبت یدا ابی لہب" قال لہ ابوہ ابولہب راسی من راسک حرام ان لم تطلق ابنتہ ففارقہا ولم یکن دخل بہا" لہ

ان دونوں صاحبزادیوں (رقیہؓ اور ام کلثومؓ) کا کوئی قصور اور عیب نہ تھا محض رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہونے کی وجہ سے ان کو یہ اذیت پہنچائی گئی۔ اور کسی عورت کو بلاوجہ طلاق دیا جانا اس کے حق میں نہایت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اس کے فطری احساسات مجروح ہوتے ہیں لیکن یہ سب کچھ ان معصومات طاہرات نے دین اسلام کی خاطر برداشت کیا۔ گو اس طلاق میں ان کا اپنا ہی اعزاز اور کفار کے

لہ ۱۔ الطبقات لابن سعد ص ۲۴ ج ۸ تحت رقیۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ تفسیر القرطبی ص ۲۴۲ ج ۱۴ تحت آیۃ قل لازواجک وبناتک ......الخ

۳۔ الاصابۃ لابن حجر ص ۲۹۷ ج ۴ تحت رقیۃ بنت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم

۴۔ تاریخ الخمیس ص ۲۷۴ ج ۱ تحت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہاں جانے سے ایک عملی احتراز تھا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

مسئلہ ہذا شیعہ کے نزدیک

اہل سنت کے علماء نے بھی اس واقعہ کو ذکر کیا ہے

اور شیعہ کے اکابر علماء نے بھی اس واقعہ کو مزید تفصیل سے یوں لکھا ہے کہ :-

"حضرت رقیہؓ کو عتبہ بن ابی لہب نے نکاح میں لیا پھر اس نے شادی ہونے سے قبل رقیہؓ کو طلاق دیدی۔ اس طریق کار کی وجہ سے حضرت رقیہؓ کو عتبہ کی وجہ سے نہایت تکلیف پہنچی تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ کے حق میں بددعا فرمائی اور فرمایا "یا اللہ! اپنے درندوں میں سے ایک درندہ عتبہ پر مسلط فرما دے (جو اس کو چیر پھاڑ ڈالے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا منظور ہو گئی۔ ایک موقعہ پر عتبہ اپنے ساتھیوں میں موجود تھا کہ ایک شیر نے آکر عتبہ بن ابی لہب کو پکڑ کر پھاڑ ڈالا۔

واما رقیۃ فتزوجھا عتبۃ بن ابی لھب فطلقھا قبل ان یدخل بھا ولحقھا منہ اذی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "اللھم سلط علی عتبۃ[له] کلبا من کلابک فتناولہ الاسد من بین اصحابہ"

۱۔ الانوار النعمانیۃ ص۳۶۶ ج۱ تحت نور مولودی للشیخ نعمت اللہ الجزائری الشیعی

۲۔ الانوار النعمانیۃ للشیخ نعمت اللہ الجزائری ص۸۰ ج۱ تحت نور مولودی

له قولہ۔ علی عتبۃ کلبا۔

اس بات کی وضاحت اس مقام میں ضروری سمجھی گئی ہے کہ ابولہب (باقی اگلے صفحہ پر)

حقیقت میں حضرت رقیہؓ کے دل کے یہ وہ احساسات تھے جو نبی کریم

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کا کونسا بیٹا تھا جسے ایک درندے نے پھاڑ ڈالا۔ تو ہمارے علماء نے مندرجہ ذیل چیزیں ذکر کی ہیں ان سے اس مسئلہ کی نشاندہی ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی اور دیگر علماء نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے روز عتبہ بن ابی لہب اور اس کا بھائی معتب بن ابی لہب خوف زدہ ہو کر مکہ سے بھاگ کر کسی دوسرے مقام پر چلے گئے تھے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس ابن عبدالمطلب سے دریافت فرمایا کہ تیرے بھتیجے کہاں ہیں تو حضرت عباس نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! وہ خوف زدہ ہو کر کسی دوسری جگہ نکل گئے ہیں تو آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ اُن کو بلا لاؤ۔ چنانچہ حضرت عباس تشریف لے گئے اور عتبہ اور معتب دونوں کو بلا لائے۔ وہ دونوں آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور یہ بھی ساتھ لکھا ہے کہ فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں یہ دونوں بھائی شریک ہوئے اور غنائم سے حصہ پایا۔

نیز علماء فرماتے ہیں کہ یہ ان لوگوں میں سے تھے جو غزوۂ حنین میں ثابت قدم رہے تھے۔

اور اس کے بعد وہ دونوں بھائی مکہ شریف میں مقیم رہے۔

۱۔ الاصابہ ص ۴۴۸-۴۴۹ ج ۲ تحت عتبہ بن ابی لہب

۲۔ الاصابہ ص ۴۲۲-۴۲۳ ج ثالث تحت معتب بن ابی لہب

یہاں سے معلوم ہوا کہ درندہ کے پھاڑ ڈالنے کا اگر واقعہ صحیح ہے (جیسا کہ بعض علماء نے ذکر کیا ہے) تو یہ عتیبہ (مصغر) کے حق میں واقعہ ہوگا۔ جو فتح مکہ سے پہلے مر گیا تھا اور ایمان نہیں لایا تھا۔

عتبہ (مکبر) کے حق میں یہ واقعہ صحیح نہیں (واللہ اعلم بالصواب) (منہ)

صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بددعا کی شکل میں ظاہر ہوئے اور قدرت کاملہ کی طرف سے وہ منظوری پا گئے۔

صاحبزادی سیدہ رقیہؓ کا حضرت عثمانؓ (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ نکاح

جب ابولہب کے لڑکوں نے حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ کو طلاق دے دی تو اس کے بعد نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی رقیہؓ کا نکاح مکہ شریف میں حضرت عثمانؓ بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا۔

اور اس سلسلہ میں حضرت عثمانؓ کے فضائل کے تحت علماء نے بعض روایات نقل کی ہیں جو ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

ایک روایت عبداللہ بن عباسؓ اور دوسری حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

(۱)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ میں اپنی عزیزہ رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ بن عفان کے ساتھ کر دوں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمان کے ساتھ مکہ شریف میں کر دیا اور ساتھ ہی رخصتی کر دی [۱]

---

[۱] ۱۔ کنز العمال ص ۳۷۵ ج ۶ تحت فضائل ذی النورین عثمانؓ۔
۲۔ ذخائر العقبی للمحب الطبری ص ۱۶۲-۱۶۳ تحت ذکر من تزوجہا رقیہ بنت رسول اللہؐ

اور یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں صاحبزادیاں حضرت سیدہ رقیہؓ اور ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفانؓ کے نکاح میں دے دی تھیں پہلے حضرت رقیہؓ کا عقد کر دیا تھا یہ مکہ شریف میں ہوا تھا اور ہجرت مدینہ سے پہلے ہوا تھا پھر حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد ام کلثومؓ کا نکاح ہوا جس کی تفصیلات آئندہ ذکر کی جا رہی ہیں۔

۲

دوسری روایت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں ذکر کرتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ ابن عفان کو ایک صاحبزادی نکاح کر کے دی (اس کے انتقال کے بعد) پھر اپنی دوسری صاحبزادی ان کے نکاح میں دے دی نکاح یکے بعد دیگرے منعقد ہوئے۔

"وزوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واحدۃ بعد واحدۃ" [1]

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان صاحبزادیوں کا نکاح کر دینا حضرت عثمانؓ کے لئے بہت بڑی سعادت مندی ہے اور خوش بختی ہے جو ان کو نصیب ہوئی حضرت عثمانؓ حضورؐ سے دامادی کا شرف پا گئے۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ (۳) تاریخ الخمیس للحسین الدیار البکری ص۲۷۵ ج۱ تحت ذکر رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (اخرجہ الطبرانی فی معجمہ)

حاشیہ صفحہ ہذا [1] ۔ کنز العمال ص۳۷۹ ج۶ بحوالہ ابن عساکر طبع اول حیدر آباد دکن روایت ۵۸۷۵ باب فضائل ذی النورین عثمان رضی اللہ عنہ

نیز یہ چیز بھی قابل قدر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے یہ تعلقات نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدت العمر خوشگوار رہے اور کسی ناخوشگواری کی نوبت نہیں آئی اور اسی صورت حال پر خاتمہ بالخیر ہوا۔

حضرت رقیہؓ کی تعریف نساء قریش کی زبانی

علماء تاریخ نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رقیہؓ کو حسن اور جمال کے وصف سے خوب نوازا تھا۔ صاحب "تاریخ الخمیس" اپنی تاریخ میں اور محب الطبری اپنی کتاب "ذخائر العقبیٰ" میں اسے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:۔ وکانت ذات جمال رائع" یعنی حضرت رقیہؓ نہایت عمدہ جمال کی حامل تھیں[1]۔ جس وقت حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کی شادی اور بیاہ ہوا ہے تو اس دور کے قریش کی عورتیں ان زوجین پر رشک کرتی تھیں اور دونوں کے حسن و جمال کو مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ تعبیر کرتی تھیں۔

"وتزوجها عثمان بن عفان وکانت نساء قریش یقلن حین تزوجها عثمانؓ۔

احسن شخصین رای انسان
رقیۃ وبعلها عثمان

"یعنی قریش کی عورتیں کہتی تھیں کہ انسان نے جو حسین ترین جوڑا دیکھا ہے وہ رقیہؓ اور ان کے خاوند عثمانؓ ہیں[2]

---

[1] ۱۔ تاریخ الخمیس ص ۲۷۴ ج ۱ تحت رقیہؓ۔ ۲۔ ذخائر العقبیٰ ص ۱۶۲ تحت حالات رقیہؓ

[2] ۱۔ تفسیر القرطبی ص ۲۴۲ ج ۱۴ تحت آیت قل لازواجک وبناتک الخ سورۃ احزاب"

اسی نوع کا ایک اور واقعہ "ارسال ہدیہ" کے عنوان کے تحت آئندہ درج ہو گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

"ہجرت حبشہ"

اسلام کا یہ ابتدائی دور تھا اور مسلمانوں پر مختلف قسم کے دباؤ ڈالے جا رہے تھے اور کئی قسم کے مصائب کا اہل اسلام کو سامنا کرنا پڑتا تھا۔

اس دوران نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو مسلمان ہو چکے تھے یہ مشورہ دیا کہ حبشہ کی ولایت کی طرف اگر تم سفر اختیار کر لو تو بہتر رہے گا۔ اسلئے کہ ارض حبشہ کا بادشاہ ایسا شخص ہے جو کسی پر ظلم نہیں کرتا وہاں لوگ آرام و سکون سے زندگی بسر کر سکیں گے وہاں لوگوں پر کسی قسم کی زیادتی نہیں کی جاتی اور وہ پر امن علاقہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی کشادگی کی صورت فرما دیں گے۔

اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چند لوگ حبشہ کی ولایت کی طرف ہجرت کے ارادہ سے نکل پڑے۔ یہ لوگ اہل مکہ کے فتنہ سے بچنا چاہتے تھے اور اللہ کے دین کو بچانے کے لئے گھر سے نکل پڑے تھے اور یہ اسلام میں پہلی ہجرت تھی جو اہل اسلام کو پیش آئی۔

قرآن مجید میں مہاجرین کے حق میں بہت سی فضیلت کی آیات آئی ہیں ان میں سے ایک یہاں درج کی جاتی ہے۔

"والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ ولاجر الاخرۃ اکبر"..... الخ (پارہ ۱۴ قریب نصف)

"یعنی جن لوگوں نے ستم رسیدہ ہونے کے بعد اللہ کے راستے میں ہجرت کی اور ترک وطن کیا ان لوگوں کو ہم دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور

آخرت کا اجر بہت بڑا ہے .... الخ

یہ آیات قرآنی عام ہیں اور ہر اس ہجرت کو شامل ہیں جو دین کی خاطر ہو سو مہاجرین حبشہ بھی ان کا مصداق ہیں اور وہ ان فضیلتوں کے حامل ہیں جو مالک کریم نے مصائب و شدائد پر مرتب فرمائیں اور انہیں بڑے انعامات سے نوازا۔ اور جو حضرات اس ہجرت میں مکہ شریف سے نکلے تھے ان میں حضرت عثمان بن عفانؓ اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھیں مسلمانوں میں اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کا یہ پہلا قافلہ تھا اور نبوت کے پانچویں سال میں ہجرت حبشہ کا یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

اس مفہوم کو حافظ ابن کثیر نے مندرجہ الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

"قال لهم لو خرجتم الى الارض الحبشة فان بها ملكا لا يظلم عنده احد وهي ارض صدق حتى يجعل الله لكم فرجا مما انتم فيه فخرج عند ذالك المسلمون من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى ارض الحبشة مخافة الفتنة وفرارا الى الله بدينهم فكانت اول هجرة كانت فى الاسلام فكان اول من خرج من المسلمين عثمان بن عفان وزوجته رقية بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم" [1]

---

[1] البداية والنهاية لابن كثير ص٦٦ جلد ٣ تحت باب الهجرة من هاجر ..... من مكة الى ارض الحبشة

٢۔ تفسير القرطبي ص٢٤٢ ج١٤ تحت آية قل لازواجك وبناتك ..... الخ

سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے حضرت رقیہؓ رضی اللہ عنہا کو ہجرت حبشہ کا شرف پہلے حاصل ہوا۔ ان کو اپنے خاوند کی معیت میں یہ سعادت نصیب ہوئی۔ دین کی حفاظت کی خاطر سفر کے مصائب برداشت کرنا کوئی معمولی شرف نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بہت بڑا اجر ہے۔

حضرت رقیہؓ کے احوال کی دریافت

ہجرت حبشہ کے بعد ان ہجرت کرنے والوں کی خیر و عافیت کے احوال ایک مدت تک معلوم نہ ہو سکے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق پریشانی لاحق تھی۔ اسی دوران قریش کی ایک عورت حبشہ کے علاقہ سے مکہ شریف پہنچی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہجرت کرنے والوں کے حال احوال دریافت فرمائے تو اس نے بتلایا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے داماد اور آپؐ کی دختر کو میں نے دیکھا ہے۔ تو رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ کیسی حالت پر دیکھا ہے؟ تو اس نے ذکر کیا کہ عثمانؓ اپنی بیوی کو ایک سواری پر سوار کئے ہوئے لے جا رہے تھے اور خود سواری کو پیچھے سے چلا رہے تھے تو اس وقت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جملہ دعائیہ فرمایا "کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مصاحب اور ساتھی ہو !! حضرت عثمانؓ ان لوگوں میں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کی"۔

"خرج عثمان بن عفان ومعه امراته رقيه بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم الى ارض الحبشة فابطا على رسول الله صلى الله عليه وسلم خبرهما فقدمت امراة

من قريش فقالت: يا محمد! قد رأيت ختنك ومعه امرأته قال: على اي حال رأيتهما؟ قالت: رأيته قد حمل امرأته على حمار من هذه الدبابة وهو يسوقها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان عثمان اول من هاجر باهله بعد لوط عليه السلام"[1]

شیعہ علماء کی طرف سے تائید

شیعہ علماء نے ہجرت حبشہ کا واقعہ اس طرح تحریر کیا ہے کہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں کفار مکہ سے روپوش ہوکر یہ حضرات حبشہ کی طرف روانہ ہوگئے تھے ان میں (حضرت) عثمان بن عفان بھی تھے اور ان کی اہلیہ رقیہؓ بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ہمراہ تھیں۔

---

[1] ۱۔ البدایۃ لابن کثیر ص۶۶ ج۷ جلد ثالث
تحت باب ھجرۃ من ھاجر ..... من مکۃ الی ارض الحبشۃ۔
۲۔ اسد الغابۃ لابن اثیر جزری ص۴۵۶ ج۵ تحت ذکر رقیۃ رض۔
۳۔ ذخائر العقبی للمحب الطبری ص۱۶۳ تحت ذکر ھجرتہا۔
۴۔ شرح مواھب اللدنیۃ للزرقانی ص۱۹۸ ج۳ تحت رقیۃ رض۔
۵۔ تاریخ الخمیس ص۲۷۵ ج۱ تحت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۶۔ کنز العمال ص۳۸۱ ج۶ روایت ۵۸۸۵ بحوالہ طب۔ ق۔ فی۔ کر)
طبع اول تحت فضائل عثمان بن عفان رض۔

"پس یازدہ مرد و چہار زن خفیہ از اہل کفر گریختند و بجانب حبشہ رواں شدند از جملہ آنہا عثمان بود و رقیہ دختر حضرت رسول ﷺ کہ زن او بود[1]

اسلام کے ابتدائی دور میں اہل اسلام پر بڑی بڑی آزمائشیں آئی تھیں ان میں ہجرت حبشہ بھی ایک مستقل آزمائش تھی۔ مہاجرین حبشہ میں حضرت عثمان بن عفّان کا مع اپنی اہلیہ (حضرت رقیہؓ) کے شمار ہونا مسلمات میں سے ہے۔ شیعہ و سُنّی علماء نے اس مسئلہ کو اپنے اپنے انداز میں بصراحت درج کیا ہے چنانچہ چند ایک حوالہ جات ہم نے دونوں جانب سے پیش کر دیئے ہیں تاکہ دونوں فریق کو تسلی ہو سکے۔

تنبیہ:

بعض لوگوں نے ہجرت حبشہ کے مسئلہ میں خواہ مخواہ ایک شبہ پیدا کر لیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ ہجرت حبشہ میں صاحبزادی رقیہؓ نہیں تھیں بلکہ رملہ بنت شیبہ تھی۔

اس کے متعلق اتنا بیان کر دینا کافی ہے کہ جس مقام سے یہ اعتراض اخذ کیا گیا ہے وہیں اسکا جواب بھی موجود ہے یعنی اس روایت کو علماء نے دلائل کے ساتھ رد کر دیا ہے۔

وہ قول متروک ہے۔ صحیح واقعات کے خلاف پایا گیا ہے اور اقوال متروکہ کو قبول نہیں کیا جاتا۔ فلہٰذا صحیح چیز یہی ہے کہ ہجرت حبشہ

---

[1] ۱۔ حیات القلوب از ملا باقر مجلسی صفحہ ۴۳۳ جلد ۲ باب ۲۵ در بیان ہجرت حبشہ۔

۲۔ الأنوار النعمانیہ، صفحہ ۳۶۷ ج ۱۔ تحت نور مولودی

میں حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہؓ تھیں جیسا کہ جمہور شیعہ وسنّی علماء کے حوالہ جات بالا میں نقل کیا گیا ہے۔

حبشہ سے واپسی

مہاجرین حبشہ نے حبشہ کے علاقہ میں ایک مدت گزاری پھر وہاں سے مکہ شریف کی طرف واپس ہوئے۔ ان حضرات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنی اہلیہ (حضرت رقیہؓ) سمیت واپس ہوئے۔ اسی دوران نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے جا چکے تھے ہجرت حبشہ کے بعد پھر حضرت عثمانؓ ہجرت مدینہ کے لئے تیار ہو گئے اور اپنی اہلیہ (حضرت رقیہؓ) سمیت مدینہ شریف کی طرف دوسری ہجرت کی۔

والذی علیہ اھل السیر ان عثمان رجع الی مکۃ من حبشۃ مع من رجع ثم ھاجر باھلہ الی المدینۃ۔ ؎

دوبار ہجرت کا اعزاز

اس سلسلہ میں یہ چیز قابلِ ذکر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنی اہلیہ

؎ ۱۔ الاصابۃ لابن حجر ص۲۹۸ ج۴ تحت ذکر رقیہؓ۔

۲۔ مجمع الزوائد للھیثمی ص۲۱۷ ج۹ باب ماجاء فی رقیۃ بنت رسول اللہ صلعم

۳۔ ذخائر العقبیٰ (للمحب الطبری) ص۱۶۲ لاحمد بن عبداللہ الطبری

تحت ذکر من تزوج رقیۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محترمہ سمیت دو ہجرتوں کے مہاجر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے راستے میں دین کی خاطر دو بار ہجرت نصیب فرمائی ایک بار انھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اور دوسری مرتبہ مکہ شریف سے مدینہ کی طرف مشہور ہجرت کا شرف حاصل ہوا، دو بار ہجرت کی فضیلت ایک بہت بڑا شرف ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو نصیب فرمایا۔ اس سلسلہ میں حضرت رقیہؓ بھی ان دو ہجرتوں سے مشرف ہوئیں اور ان کو یہ عظیم فضیلت حاصل ہوئی۔ دو بار ہجرت کی فضیلت اس حدیث سے بھی ثابت ہے جس میں حضرت اسماء بنت عمیس کا یہ واقعہ مذکور ہے ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضرت اسماء بنت عمیس کو کہہ دیا کہ ہم نے (مکہ سے مدینہ شریف) کی طرف ہجرت کرنے میں تم سے سبقت کی پس ہم رسولِ خدا کے ساتھ تم سے زیادہ حقدار ہیں یہ سنکر حضرت اسماء غصہ میں آگئیں اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جا کر شکایت کی کہ عمر بن خطابؓ یوں کہتے ہیں۔ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دلائی اور فرمایا کہ :- له ولاصحابه هجرة واحدة ولكم انتم اهل السفينة هجرتان" یعنی اس کے اور اس کے ساتھوں کے لئے ایک ہجرت ہے اور اے اہل السفینہ[1] "تمہارے لئے دو عدد ہجرتیں ہیں تمہارے لئے دوگنا ثواب ہے۔[2]

---

[1] ہجرت حبشہ میں کشتیوں پر سواری پیش آئی تھی۔ کشتیوں کے بغیر اس زمانہ میں ارض حبشہ کی طرف سفر نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے مہاجرینِ حبشہ کو "اہل سفینہ" سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ (منہ)

[2] مسلم شریف جلد ثانی ص ۳۰۴ ج ۲ باب فضائل جعفر و اسماء بنت عمیس۔

اولادِ رقیہؓ کا ذکر

یہاں اب حضرت رقیہؓ رضی اللہ عنہا کی اولاد کا ذکر کیا جاتا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ حبشہ میں ان کے ہاں ایک ناتمام بچہ پیدا ہوا تھا پھر اس کے بعد ان کا دوسرا بچہ حبشہ ہی میں ہوا جس کا نام "عبداللہ" رکھا گیا اور اسی نام کی نسبت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابو عبداللہ" مشہور ہوئی۔ اپنے والدین کے ساتھ نواسۂ رسولؐ عبداللہ مدینہ شریف پہنچے۔

اہل سیر لکھتے ہیں کہ عبداللہ جب قریباً چھ برس کی عمر کو پہنچے تو ان کی آنکھ میں ایک مرغ نے ٹھونگ لگا کر زخم کر دیا تھا جس کی وجہ سے ان کا چہرہ متورم ہو گیا تھا پھر وہ ٹھیک نہ ہو سکا اسی حالت میں وہ انتقال کر گئے

یہ اپنی والدہ کے بعد جمادی الاولیٰ سنہ ۴ھ میں مدینہ طیبہ میں فوت ہوئے۔

اس کے بغیر حضرت رقیہؓ کی کوئی اور اولاد نہیں ہوئی۔

وکانت قد اسقطت من عثمان سقطاً ثم ولدت بعد ذالك عبد اللہ وکان عثمان یکنی به فی الاسلام و بلغ سنین فنقره دیك فی وجهه فمات و لم تلد له شیئًا بعد ذالك ـ

لہ ۱۔ تفسیر القرطبی ص۲۴۲ ج۱۴ طبع مصر تحت آیۃ قل لازواجك وبناتك .... الخ

۲۔ اسد الغابۃ ص۴۵۶ ج۵ تحت ذکر رقیہؓ

۳۔ طبقات ابن سعد ص۲۴ ج۸ تحت رقیہؓ

۴۔ البدایہ ص۳۰۸ ج۵ فصل اولاد نبوی صلعم۔

۵۔ طبقات ابن سعد ص۳۷ ج۳ تحت عثمان بن عفانؓ

اور شیعہ علماء نے بھی حضرت عثمان کے لڑکے عبداللہ جو حضرت رقیہؓ سے متولد تھے اُن کے متعلق اسی طرح تحریر کیا ہے کہ وہ صغیر السن تھے کہ ایک مرغ نے اس کی آنکھوں میں چونچ سے زخم کر ڈالا اس کی وجہ سے وہ بیمار پڑ گئے حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی۔

شیخ نعمۃ اللہ الجزائری شیعی مجتہد لکھتا ہے کہ:۔

فولدت له عبد الله ومات صغيرا نقره ديك على عينيه فمرض ومات "...... الخ [1]

اور مشہور مؤرخ مسعودی شیعی نے یہاں اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ عثمان بن عفان کے لئے حضرت رقیہؓ سے دو عدد لڑکے تھے ایک لڑکے کو عبداللہ اکبر کہتے تھے اور دوسرے کو عبداللہ اصغر دونوں کی والدہ رقیہؓ تھیں۔

"وكان له من الولد عبد الله الاكبر و عبد الله الاصغر امهما رقية بنت رسول الله صلى الله عليه وآله" [2]

صاحبزادہ عبداللہ کا جنازہ اور دفن

بلاذری وغیرہ علماء نے ذکر کیا ہے جب صاحبزادہ عبداللہ بن عثمان کا انتقال ہوا سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمناک ہوئے اسی پریشانی کی حالت میں آنجناب نے عبداللہ کو اٹھا کر گود میں لیا آپ کی آنکھیں اشکبار ہوئیں اور فرمایا کہ

---

[1] ۱۔ الانوار النعمانیہ للشیخ نعمۃ اللہ الجزائری ص ۸۰ ج ۱ تحت نور مرتضوی۔
۲۔ الانوار النعمانیہ ص ۳۶۷ ج ۱ تحت نور مولودی۔

[2] ۱۔ مروج الذہب للمسعودی ص ۳۴۱ ج ۲ تحت ذکر عثمان ذکر نسبہ ولمع من اخبارہ وسیرہ۔

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے رحیم و شفیق بندوں پر رحم فرماتا ہے" اس کے بعد اس کی نماز جنازہ خود پڑھی ہے پھر دفن کرنے کے لئے حضرت عثمانؓ قبر میں اترے اور ان کو دفن کر دیا۔

"واما عبد الله بن عثمانؓ فان رسول الله صلی الله علیه وسلم وضعه فی حجره ودمعت علیه عینه وقال انما یرحم الله من عباده الرحماء"

وصلی علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم ونزل عثمان فی حضرته" [1]

اس تمام واقعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شریک غم تھے اور اپنے سامنے اپنے نواسے کے حق میں ہدایات فرمائیں اور ان کے موافق یہ سارے انتظامات مکمل ہوئے۔

انسان کا اپنی اولاد سے فطری طور پر قلبی تعلق ہوتا ہے۔ جب بھی اولاد پر مصیبت آتی ہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے پھر صبر و سکون کرنے سے ہی یہ مرحلہ طے ہوتا ہے اس موقعہ پر اسی طرح کیا گیا۔

اُمِّ عیاش کا ذکر

سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خادمہ تھیں ان کو اُمِّ عیاش کہتے

---

[1] ۱۔ انساب الاشراف للبلاذری ص۴۰۱ ج۱ تحت ذکر بنات رسول اللہ صلعم
۲۔ تاریخ الخمیس للدیار البکری ص۲۷۵ ج۱ تحت ذکر رقیہؓ

تھے یہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری میں لگی رہتی تھیں اور خانگی امور سرانجام دیتی تھیں۔ ام عیاش خود کہتی ہیں کہ میں بعض اوقات نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کراتی تھی درآنحالیکہ میں کھڑی ہوتی تھی اور آنجناب بیٹھے ہوتے تھے۔

قالت کنت اوضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا قائمۃ وھو قاعد" اخرجھا الثلاثۃ[1]

ام عیاش کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ام عیاش بطور ہدیہ کے اپنی صاحبزادی رقیہؓ کو عنایت فرمائی تھی۔ ام عیاش حضرت رقیہ کی خدمت گزاری کیلئے حضرت عثمانؓ کے گھر رہتی تھیں۔ اور حضرت رسالت مآبؐ کی طرف سے خاص عنایت کرمیانہ تھی کہ ایک خادمہ خصوصی طور پر حضرت رقیہؓ کو عنایت فرمادی تھی تاکہ صاحبزادی رقیہؓ کے لئے خانگی کام کاج میں سہولت رہے۔

بعثھا مع ابنتہ الی عثمان[2] (رضی اللہ عنہما)

آنجنابؐ کی طرف سے ھدایا کا ارسال کیا جانا

سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خادم اسامہ بن زید تھے جو زید بن حارثہ کے لڑکے تھے اور آنجنابؐ کے خاص خدام میں سے شمار ہوتے تھے۔ اسامہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک بار

---

[1] اسد الغابہ لابن اثیر الجزری ص ۶۰۴ ج ۵ تحت ام عیاش

[2] ” ” ” ” ” ” ” ”

گوشت کا پیالہ بھر کر عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ عثمان بن عفان کے گھر پہنچا دیں پس میں یہ ہدیہ لے کر حضرت عثمانؓ کے گھر پہنچا۔ حضرت عثمان اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہاں تشریف فرما تھے میں نے وہ ہدیہ حضرت رسالتمآبؐ کی طرف سے ان دونوں کی خدمت میں پیش کیا۔ اور اسامہ کہتے ہیں میں نے ایسا عمدہ جوڑا پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میاں بیوی دونوں حسن و جمال میں بڑے فائق تھے۔

عن اسامة بن زيد قال بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم بصحفة فيها لحم الى عثمان فدخلت عليه فاذا هو جالس مع رقية مارايت زوجا احسن منهما[1]

(اخرجه البغوى فى معجمه)

حضرت عثمان کی طرف سے ایک ہدیہ

اسی طرح ایک دوسرے موقعہ پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہد اور نقی سے مرکب عمدہ طعام تیار کیا (جس کو عربی میں الخبیص[2] کہتے تھے) وہ آپؐ نے

---

[1] ۱۔ ذخائر العقبیٰ لاحمد بن عبد اللہ المحب الطبری ص ۱۶۲ تحت ذکر من تزوجہا رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ کنز العمال ص ۳۸ ج ۶ (بحوالہ البغوی ۔ کر) طبع اول تحت فضائل ذی النورین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

[2] قولہ الخبیص۔ بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ کھجور اور گھی سے مرکب ایک طعام تیار کیا جاتا تھا۔۱۲

(منہ)

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ارسال کیا۔ اس وقت آں جناب ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے گھر پر قیام فرما تھے جس وقت یہ ہدیہ پہنچا تو آنجناب گھر میں موجود نہیں تھے۔ جب آپؐ خانہ اقدس میں تشریف لائے تو ام المومنین ام سلمہؓ نے وہ ہدیہ پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ ہدیہ کس نے ارسال کیا ہے؟ تو اہل خانہ نے عرض کیا کہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے یہ پہنچا ہے۔ ام المومنین ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی کہ اے اللہ! عثمان تجھے راضی کرنا چاہتے ہیں تو بھی ان سے راضی ہو۔

وقال لیث بن ابی سلیم: اول من خبص الخبیص عثمان خلط بین العسل والنقی ثم بعث بہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی منزل ام سلمۃ فلم یصادفہ فلما جاء وضعوہ بین یدیہ فقال من بعث ھذا؟ قالوا عثمان: قالت فرفع یدیہ الی السماء فقال اللھم ان عثمان یترضاك فارض عنہ۔[1]

خادمہ کا عنایت فرمانا اور ہدایا کا باہمی ارسال کیا جانا وغیرہ کے واقعات تبلا رہے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات کریمانہ اپنی صاحبزادی رقیہؓ اور اپنے داماد کی طرف مبذول رہتی تھیں اور یہ شائستہ تعلقات دائماً قائم تھے۔

---

[1] البدایہ لابن کثیر ص۲۱۲ جلد ۷۔
تحت روایات فضائل عثمان

حضرت رقیہ کی اپنے خاوند کی خدمت گزاری

سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی کے ہاں بعض اوقات تشریف لے جایا کرتے تھے اور ان کے احوال کی خیریت دریافت فرماتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی رقیہؓ کے ہاں تشریف لے گئے اس وقت وہ اپنے زوج حضرت عثمانؓ کے سر کو دھو رہی تھیں۔ تو آنجنابؐ نے اس خدمت کو دیکھ کر ارشاد فرمایا" اے بیٹی! اپنے خاوند عثمان کے ساتھ اچھا سلوک رکھا کریں اور حسن معاملہ کے ساتھ زندگی گزاریں۔ عثمان میرے اصحاب میں سے خلق اخلاق میں میرے ساتھ زیادہ مشابہ ہیں۔

یا بنیة احسنی الیٰ ابی عبد اللہ فانه اشبه اصحابی بی خلقا (طب عن عبد الرحمٰن بن عثمان القرشی) ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم دخل علیٰ ابنته وهی تغسل رأس عثمانؓ۔ [1]

یہاں سے معلوم ہوا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی صاحبزادیوں کے ساتھ کمال شفقت تھی اور وقتاً فوقتاً آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے نیز ان صاحبزادیوں کے اپنے ازواج کے ساتھ نہایت شائستہ تعلقات تھے اور وہ اپنے زوج کی خدمت گزار بیبیاں تھیں اور اسلام کی تعلیم بھی یہی ہے کہ زوجہ اپنے خاوند کی بہتر طریق سے خدمت بجا لائے۔

نیز معلوم ہوا کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن عفانؓ کے ساتھ

---

[1] ۔ کنز العمال ص۱۴۹ ج۶ روایت ۲۲۴۲ فضائل عثمان

عمدہ روابط رکھتے تھے اور آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اخلاق میں عثمانؓ میرے زیادہ مشابہ ہیں۔ یہ حضرت عثمانؓ کے حق میں بہت بڑی عظمت ہے جو زبان نبوت سے بیان ہوئی۔

حضرت رقیہؓ کی بیماری

مدینہ طیبہ میں اقامت کے دوران ۲ھ میں غزوۂ بدر پیش آیا جس میں سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود تشریف لے گئے تھے اس دوران آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اتفاقاً بیمار پڑ گئیں اور بیماری کے متعلق علماء لکھتے ہیں کہ "خسرہ" کی بیماری لاحق ہوئی تھی۔ ادھر غزوۂ بدر کی تیاری تھی اور آنجناب کے ساتھ صحابۂ کرامؓ بھی غزوۂ بدر میں شمولیّت کے لئے تیار تھے حضرت عثمانؓ کو آنجنابؐ نے ارشاد فرمایا کہ رقیہؓ بیمار ہیں آپؐ ان کی تیمارداری کے لئے یہاں مدینہ میں ہی مقیم رہیں اور ساتھ ہی آنحضرت صلعم نے اپنے خادم حضرت اسامہ بن زید کو مدینہ شریف میں ٹھہرنے کا حکم فرمادیا۔

اندریں حالات حضرت عثمان بن عفانؓ کا تقاضا تھا کہ میں بھی غزوۂ بدر میں شمولیّت کی سعادت حاصل کروں تو اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان لک اجر رجل ممن شهد بدرا و سهمه[1]

---

[1] ۱۔ بخاری شریف جلد اول صـ ۵۲۳ ج۔۱ تحت مناقب عثمانؓ
۲۔ بخاری شریف جلد اوّل صـ ۴۴۲ ج۔۱ باب اذا بعث الامام رسولاً فی حاجۃ
۳۔ بخاری شریف جلد ثانی صـ ۵۸۲ ج۔۲ تحت باب قولہ اللہ تعالیٰ
ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعن

"یعنی آپؓ کے لئے بدر میں حاضر ہونے والوں کے برابر اجر ہے اور غنائم میں سے حصّہ بھی آپ کے لئے ہے۔

حضرت عثمانؓ کا بدری صحابہ کے مساوی حصّہ

علماء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان کے ذریعے بدر کی شمولیت سے روکا تھا تو گویا حضرت عثمانؓ فرمان نبویؐ کے تحت حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کے لئے رُکے تھے اور پھر حضرت عثمانؓ کو غزوہ بدر کے غنائم میں سے دیگر غانمین اور مجاہدین کے ساتھ باقاعدہ حصّہ دیا گیا تھا۔ اور غزوۂ بدر میں شمولیت کے ثواب کے متعلق بھی زبان نبوّت سے صریح طور پر حکم ہوا کہ عثمانؓ اس اجر اور ثواب میں بھی برابر کے شریک ہیں گویا حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کی خدمت کا درجہ جہاد کے برابر قرار دیا۔ رقیہؓ کے حق میں یہ بہت بڑی عظمت ہے جو زبان نبوّت سے صادر ہوئی۔ یہ فضیلت کہ ان کی خدمت جہاد غزوہ بدر کے برابر شمار ہو۔ حضورؐ کی صاحبزادیوں میں صرف حضرت رقیہؓ کا ہی اعزاز ہے۔

حافظ نورالدین الہیثمی نے "مجمع الزوائد" میں لکھا ہے کہ:۔

"و تخلف عن بدر علیہا باذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضرب لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سھمان اھل بدر وقال واجری یا رسول اللہ قال واجرك لہ

لہ مجمع الزوائد للھیثمی ص۲۱۷ ج-۹ تحت باب ما جاء فی رقیۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے باعث حضرت عثمانؓ غزوۂ بدر سے پیچھے رہ گئے تھے ان کے ذمہ حضرت رقیہؓ کی تیمارداری تھی پھر آنجناب نے حضرت عثمانؓ کے لئے بدر کے غنائم کے حصوں میں برابر حصہ مقرر فرمایا اور جب حضرت عثمانؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے اجر اور ثواب کے متعلق کیا حکم ہے؟ تو ارشاد نبوی ہوا کہ تمہارا اجر و ثواب بھی باقی اہل بدر کے ساتھ برابر ہے۔

مضمون ہذا بہت سے مصنفین نے تحریر کیا ہے' اہل تحقیق مندرجہ ذیل مقامات کی طرف رجوع کر کے مزید تسلی کر سکتے ہیں۔[1]

شیعہ کی طرف سے تائید

شیعہ علماء نے بھی یہ مسئلہ اسی طرح ذکر کیا ہے اور مزید یہ تشریح بھی کر دی ہے کہ آٹھ افراد قتال میں شامل نہیں ہو سکے تھے لیکن پھر بھی ان کے لئے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم سے برابر حصہ عنایت فرمایا تھا۔ ان افراد میں سے ایک حضرت عثمان بن عفانؓ بھی تھے جو غزوۂ بدر میں حضرت رقیہؓ کی بیماری کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے اور حضور اقدسؐ نے ان کے لئے غنائم میں سے برابر کا حصہ مقرر فرمایا۔ اس وقت عثمانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے اجر کا کیا ہوا؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہارا اجر تمہیں ملے گا۔

۱۔ اسد الغابہ لابن اثیر جزری ص ۴۵۶ ج ۵ تحت ذکر رقیہؓ

۲۔ البدایہ لابن کثیر ص ۳۰۸-۳۰۹ ج ۵ فصل فی اولاد النبیؐ

۳۔ البدایہ والنہایۃ ص ۳۴۲ ج ۳ فصل فی ذکر جمل من الحوادث

۴۔ کنز العمال ص ۳۸۲ ج ۶ تحت فضائل ذی النورین عثمان بن عفان روایت ۵۹۰۳

اہل علم کی تسلی کے لئے شیعہ مؤرّخ مسعودی کی عبارت بعینہٖ پیش خدمت ہے وضرب لثمانیة نفر باسهمهم لم یشهدوا القتال وهم عثمان بن عفان تخلف عن بدار لمرض رقیة بنت رسول الله صلی الله علیه واله فضرب له بسهمه فقال یارسول الله واجری قال واجرك[1] ...الخ

تنبیہ

بعض لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر آنکھیں بند کرکے اعتراض قائم کرتے ہیں کہ وہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے اور بدر کے فضائل سے محروم رہے۔ تو اس کے متعلق مندرجہ بالا روایات نے واضح کر دیا کہ حضرت عثمانؓ آنحضرتؐ کی صاحبزادی رقیہؓ کی تیمارداری کی وجہ سے غزوۂ ہذا میں شریک نہ ہو سکے اور یہ صورت حال رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے تحت پیش آئی تھی اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تخلّف کے ہوتے ہوئے آپ کو ان غنائم کے حصوں اور اجر و ثواب میں برابر کا شریک قرار دیا تھا۔ فلہذا حضرت عثمانؓ ان فضائل اور ثواب بدر سے محروم نہیں رہے۔

مسئلہ ہذا اگر مزید سمجھنا مطلوب ہو تو اس واقعہ کو سامنے رکھیں کہ غزوہ تبوک میں جس کے فضائل کتاب و سنّت میں بیان فرمائے گئے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضؓ شامل نہیں ہو سکے تھے اور مدینہ طیبہ میں ٹھہرے رہے تھے۔ حضرت علی رضؓ کا

1۔ التنبیہ والاشراف ص۲۰۵ للمسعودی الشیعی تحت ذکر السنة الثانیه من الهجرة۔

مدینہ شریف میں قیام اور غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونا بھی فرمان نبوی کے تحت[1] تھا۔ بالکل اسی طرح حضرت عثمانؓ کی غزوہ بدر میں عدم شرکت بھی اسی نوعیت کی ہے مختصر یہ ہے کہ جیسے علی المرتضیٰؓ کی ذات اس مسئلہ میں قابل طعن نہیں ہے اسی طرح حضرت عثمان بن عفّان بھی اس مقام میں لائق اعتراض نہیں ہیں۔

وفات رقیہؓ

جنگ بدر ۲ھ میں رمضان المبارک میں پیش آیا تھا۔ سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے ادھر حضرت رقیہؓ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور آنجنابؐ کی غیر موجودگی میں ان کا انتقال ہو گیا پھر ان کے کفن و دفن کی تیاری کی گئی اور یہ تمام امور حضرت عثمان نے سرانجام دیئے۔ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ غزوہ بدر کی فتح کی بشارت لے کر جب زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ مدینہ شریف پہنچے تو اس وقت حضرت رقیہؓ کو دفن کرنے کے بعد دفن کرنے والے حضرات اپنے ہاتھوں سے مٹی جھاڑ رہے تھے۔

تاریخ وفات اس مقام میں علماء فرماتے ہیں کہ ہجرت مدینہ کے سترہ ماہ گزرنے کے بعد حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوا تھا۔ اور بعض علماء نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ ہجرت کو ایک سال دس ماہ گزرنے

---

[1] ۱۔ طبقات ابن سعد ص ۲۴-۲۵ جلد آٹھ تحت ذکر حضرت رقیہؓ۔

۲۔ تفسیر القرطبی ص ۲۴۲ ج ۱۴ تحت آیۃ قل لازواجك وبناتك.....

کے بعد حضرت رقیہؓ کی وفات حسرت آیات ہوئی تھی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)[1]

بین کرنے اور واویلا کرنے کی ممانعت

چند ایام کے بعد سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں پہنچے تو جنت البقیع میں قبر رقیہؓ پر تشریف لے گئے۔ اور اس موقع پر آنحضرت کی آمد کی بناء پر مزید عورتیں بھی جمع ہوگئیں اور حضرت رقیہؓ پر رونے لگیں جب عورتوں کا زیادہ آواز بلند ہوا تو حضرت عمرؓ نے ان کو منع کیا اس وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو سختی کرنے سے روک کر عورتوں سے ارشاد فرمایا کہ شیطانی آواز کرنے سے باز رہو اور ارشاد فرمایا کہ جب تک آنکھ اور قلب سے رونا صادر ہو تو یہ علامت رحمت اور شفقت کی ہے لیکن جب زبان سے واویلا اور ہاتھ سے جزع وفزع ظاہر ہو تو یہ شیطان کی طرف سے ہے۔

"وبکت النساء علی رقیۃ فجعل عمرؓ ینھاھن یضربھن فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہ یا عمرؓ قال ثم قال ایاکن ونعیق الشیطان فانہ مھما یکون من العین والقلب فمن الرحمۃ وما یکون من اللسان والید فمن الشیطان"۔[2]

---

[1] ۱۔ مسند ابی داؤد الطیالسی ص۳۵۱ تحت مسندات یوسف بن مہران عن ابن عباس۔ طبع اول۔ حیدرآباد دکن۔

۲۔ منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد ص۱۵۹ ج۱ اول

[2] ذخائر العقبیٰ للمحب الطبری ص۱۶۳ تحت ذکر وفاتھا۔

حضرت فاطمہؓ کا وفاتِ رقیہؓ پر گریہ کرنا

اس موقعہ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد شریف کے ساتھ قبر رقیہؓ پر حاضر ہوئیں اور اپنی پیاری بہن کے غم میں ان کی قبر کے کنارے پر بیٹھ کر رونے لگیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازراہ شفقت فاطمۃ الزہراؓ کے چہرے سے آنسو اپنے ہاتھ سے اور کپڑے سے صاف کرنے لگے اور انہیں تسلی دی اور صبر و سکون کی تلقین فرمائی۔

قال وجعلت فاطمة رضی اللہ عنہا تبکی علی شفیر قبر رقیة رضی فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح الدموع وجهها بالید او قال بالثوب [1]

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) باب الرخصة فی البکاء بغیر نوح وصیاح۔ (طبع مصر)

۳۔ طبقات ابن سعد ص ۲۴ ج ۸ جلد ثامن تحت ذکر رقیہؓ

۴۔ وفاء الوفاء للسمہودی ص ۸۹۵ جلد ۳ تحت قبر رقیہ بنت الرسولؐ۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] منحة المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد ص ۱۵۹۔ باب الرخصة فی البکاء علی المیت بغیر نوح۔

۲۔ السنن الکبری للبیہقی ص ۷۱ ج ۴ کتاب الجنائز تحت باب سیاق اخبار تدل علی جواز البکاء بعد الموت

۳۔ طبقات ابن سعد ص ۲۴ ج ۸ تحت ذکر رقیہؓ طبع لیدن

۴۔ وفاء الوفاء للسمہودی ص ۸۹۵ ج ۳ تحت قبر رقیة بنت الرسولؐ

"ایک خصوصی ارشاد"

صاحبزادی رقیہؓ کا جب انتقال ہو گیا تو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مغموم اور پریشان تھے اور پریشانی کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ آپؐ کی عدم موجودگی میں ان کا انتقال ہوا تھا اور آنجنابؐ ان آخری لمحات میں اور جنازہ یا کفن و دفن میں شمولیت نہیں فرما سکے تھے۔ جب آپؐ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے ہیں تو مزار رقیہؓ پر تشریف لے گئے وہاں پر آپؐ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت رقیہؓ کے حق میں تحسر کے کلمات ارشاد فرماتے کہ۔

"الحقی بسلفنا عثمان ابن مظعون" [1]

یعنی اے رقیہؓ! تم ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعونؓ کے ساتھ لاحق ہو اور ان کے ساتھ جا کر شامل ہو۔

---

[1] ۱۔ طبقات ابن سعد ص ۲۴/۲۵ جلد ثامن تحت تذکرہ رقیہؓ۔

۲۔ الاصابۃ ص ۲۹۷ ج ۴ تحت ذکر رقیہؓ۔

۳۔ الزرقانی شرح مواہب ص ۱۹۹ ج ۳ تحت رقیہؓ۔

۴۔ وفاء الوفاء از نور الدین السمہودی ص ۸۹۴ ج ۳ تحت قبر رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عثمانؓ بن مظعون کا اجمالی تعارف

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک قدیم الاسلام اور بڑے مقتدر صحابی تھے۔ تیرہ افراد کے بعد اسلام لائے تھے اور ہجرت حبشہ کی فضیلت بھی ان کو نصیب ہوئی تھی۔ مدینہ شریف میں مہاجرین میں سے یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے انتقال فرمایا اور "جنت البقیع" میں مہاجرین میں سے پہلے دفن ہونے والے یہی تھے۔

جب ان کا انتقال ہوا تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ارتحال کی وجہ سے نہایت غمناک ہوئے تھے اور آنجنابؐ کے آنسو مبارک جاری تھے اور اسی حالت میں آپؐ نے عثمان بن مظعونؓ کو بوسہ مبارک سے نوازا تھا۔

اس بنا پر حضرت عثمانؓ بن مظعون کو آپؐ نے اپنے سلف صالحین کے نام سے ذکر فرمایا ہے۔ [1]

"شیعہ کی طرف سے تائید"

صاحبزادی رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے احوال جس طرح علماء اہل سنت کی کتب سے مختصراً پیش کیے گئے ہیں اسی طرح شیعہ علماء نے بھی اپنے آئمہ کرام سے اس موقعہ کے حالات باسند نقل کیے ہیں چنانچہ ہم ان کی اصول کی کتاب "فروع کافی" کتاب الجنائز باب المسئلہ فی القبر سے بعض احوال نقل کرتے ہیں اس سے حضرت رقیہؓ کا مقام تو قبر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] الاصابة لابن حجر ص۴۵۷ ج ثانی تحت عثمان بن مظعون۔

کے ہاں تھا وہ واضح ہو جائے گا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا اپنی بہن سے قلبی تعلق نمایاں ہوگا اور ان کے باہمی روابط معلوم ہونگے۔

شیعہ کے ائمہ فرماتے ہیں کہ جب صاحبزادی رقیہؓ کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور رقیہؓ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کہ اے رقیہ! تم ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ شامل رہو۔

حضرت فاطمہؓ اپنی (پیاری) بہن کی قبر شریف کے کنارے پر تشریف لائیں اور فرطِ غم کی وجہ سے رونے لگیں اور فاطمہؓ کے آنسو قبر رقیہؓ میں گر رہے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاس کھڑے تھے اور اپنے کپڑے سے ان کے آنسو پونچھ رہے تھے وہیں آنجنابؐ نے رقیہؓ کے حق میں کلمات دعائیہ ارشاد فرمائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ "رقیہؓ کی ضعیفی مجھے معلوم ہے میں نے اللہ کریم سے سوال کیا ہے کہ وہ رقیہؓ کو قبر کی گرفت سے پناہ دے

"قال لما ماتت رقیۃ ابنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ الحقی بسلفنا الصالح عثمٰن بن مظعون واصحابہ قال وفاطمۃ علیھا السلام علی شفیر القبر تنحدر دموعھا فی القبر ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ یتلقاہ بثوبہ قائم یدعو قال انی لاعرف ضعفھا وسالت اللہ عزوجل ان یجیرھا من ضمۃ القبر" [1]

---

[1] فروع کافی ص۱۳۳ ج اول کتاب الجنائز باب المسئلۃ فی القبر۔ طبع نول کشور لکھنؤ

اسی کتاب فروع کافی کے ایک دیگر مقام میں امام جعفر صادقؒ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے اس میں بھی حضرت رقیہؓ کی وفات کا ذکر ہے اور وہاں امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رقیہؓ کی قبر پر تشریف لائے آسمان کی طرف سر مبارک اٹھایا اور آپؐ کے آنسو جاری تھے اور لوگوں سے فرمایا "مجھے رقیہؓ کی تکلیف یاد آئی ہے اور جو اس کو مصیبت پہنچی ہے۔ میں نے قبر کی گرفت کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ اے اللہ! رقیہؓ کو قبر کی تکلیف سے معافی دے دے پس اللہ تعالیٰ نے رقیہؓ کو معافی دیدی ہے۔

"وقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ علی قبرها رفع رأسه الی السماء فدمعت عیناه وقال للناس انی ذکرت هذه وما لقیت فرققت لها واستوهبتها من ضمة القبر قال فقال اللهم هب لی رقیة من ضمة القبر فوهبها الله له" [1]

یہ ایک دو روائتیں شیعہ کے متقدمین علماء نے ذکر کی ہیں اب ایک آدھ روایت شیعہ کے متاخرین علماء کی ذکر کی جاتی ہے تاکہ احباب کو تسلی ہو جائے کہ حضرت رقیہؓ کی فضیلت کے یہ واقعات متقدمین اور متاخرین سب علماء نے ذکر کیے ہیں۔ (اگرچہ بعض مجلس خوان دوستوں کو نظر نہیں آتے)۔

شیخ عباس قمی چودھویں صدی ہجری کے مشہور و معروف مجتہد ہیں وہ ائمہ کی روایت کا فارسی میں ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

---

[1] فروع کافی ص ۱۲۹ ج۔ اول طبع نول کشور لکھنؤ۔
کتاب الجنائز باب المسئلة فی القبر:

"چون رقیہ دختر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وفات یافت حضرت رسول اوراخطاب نمود کہ ملحق شو بگذشتگان شائستہ، عثمان بن مظعون واصحاب شائستہ او۔ وجناب فاطمہ علیہا السلام برکنار قبر رقیہ نشستہ بود و آب از دیدہ اش در قبر می ریخت حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ آب از دیدہ نور دیدہ خود پاک میکرد ودر کنار قبر ایستادہ بود ودعا میکرد پس فرمود کہ من دانستم ضعف وتوانائی اورا واز حق تعالیٰ خواستم کہ اورا امان دہد از فشار قبر؟" لہ

"یعنی جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رقیہؓ نے وفات پائی تو آنجناب نے اس کو خطاب کرتے ہوتے فرمایا کہ ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ تم لاحق ہو اور حضرت فاطمہؓ (اپنی بہن) حضرت رقیہؓ کی قبر کے کنارے بیٹھی رو رہی تھیں اور ان کے آنسو قبر میں گر رہے تھے اور جناب

لہ منتہی الآمال للشیخ عباس قمی ص ۱۰۸ ج ۱ فصل ہشتم در بیان اولاد امجاد آنحضرت است طبع تہران

ٹہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات رقیہ کے وقت بدر میں تھے مندرجہ بالا حالات کیسے صحیح ہوئے؟ تو اس کا مختصر جواب ہمارے علماء نے ذکر کیا ہے کہ:

"یحمل علی انہ اتی قبرھا بعد ان جاء من بدر"

"یعنی بدر سے واپس تشریف لانے کے بعد آنجناب قبر رقیہؓ پر پہنچے اور یہ کوائف وحالات پیش آئے" ملاحظہ ہو (۱) طبقات ابن سعد ص ۲۵ ج ۸ تحت ذکر رقیہؓ

(۲) الاصابۃ لابن حجر ص ۲۹۷ ج ۴ " تحت رقیہؓ

(۳) شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی ص ۱۹۹ ج ۳ تحت رقیہؓ۔

شاید شیعہ علماء بھی یہی توجیہہ پسند کریں گے یہ ان کی اپنی صوابدید پر موقوف ہے۔ (منہ)

رسول خداؐ قبر کے کنارے کھڑے ہوئے اپنی نور چشم فاطمہؓ کے آنسو صاف فرما رہے تھے اور دُعا کر رہے تھے کہ مجھے رقیہ کی ناتوانی اور ضعف معلوم تھا اور حق تعالےٰ سے میں نے درخواست کی کہ قبر کی گرفت سے رقیہ کو امان دے دیں۔"

حاصل کلام مختصر یہ ہے کہ مذکورہ بالا شیعی روایات میں رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کی وفات کے حالات مذکور ہوئے ہیں ان میں مندرجہ ذیل نکات آشکارا ہیں۔

- حضرت رقیہؓ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی تھیں۔
- آپ نے ان کو اپنے سلف صالحین کے ساتھ لاحق ہونے کا خطاب فرمایا۔
- حضرت فاطمہؓ اپنی بہن کے دفن کے وقت قبر پہ حاضر ہوئیں۔ اور گریہ وزاری کی۔
- رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی رقیہؓ کے حق میں دُعائیں فرمائیں اور وہ یقیناً مقبول و منظور ہوئیں۔

حضرت رقیہؓ پر درود بھیجنے کا حکم

مندرجہ بالا حالات ذکر کرنے کے بعد اب ہم شیعہ بزرگوں سے ایک دوسرا مسئلہ نقل کرتے ہیں ان کے شیعہ علماء نے اپنے ائمہ سے ذکر کیا ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ پر درود وصلوٰۃ بھیجا جائے چنانچہ ہم درود وصلوٰت کے یہ صیغے انکے اصل الفاظ کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ صحیح عقیدت و محبت عطا فرمائے۔ آمین۔

اصول اربعہ کی مشہور کتاب "تہذیب الاحکام" کتاب الصلوٰۃ میں تسبیحات و درود رمضان کے تحت لکھا ہے کہ:۔

"اللّٰھم صلی علی القاسم والطاھر ابنی نبیّك۔ اللھمّ صلّی علی رقیة بنت نبیك والعن من آذی نبیّك۔ فیھا اللھمّ صلّ علی ام کلثوم بنت نبیك والعن من آذی نبیّك فیھا" [1]

اور یہی درود وصلوٰۃ ان کی متعدد معتبر کتابوں میں موجود ہے ہم صرف تائیداً ایک اور کتاب "تحفة العوام" کا نقل کر رہے ہیں تاکہ لوگوں پر واضح ہو جائے کہ یہ حضرات اپنی اصول اربعہ کی کتب سے لیکر تحفة العوام تک لعن وطعن کے کلمات

---

[1] تہذیب الاحکام کامل ص۱۵۴ کتاب الصلوٰۃ تسبیحات در در رمضان۔ طبع قدیم ۱۳۱۷-۱۸ھ

بڑے التزام کے ساتھ لکھتے چلے آرہے ہیں۔

"اللھم صل علی القاسم والطاھر ابنی نبیک۔
اللھم صل علی رقیۃ بنت نبیک والعن من اٰذی
نبیک فیھا اللھم صل علی ام کلثوم بنت نبیک والعن
من آذی نبیک فیھا" لہ

اہل علم حضرات تو عبارت بالا کا ترجمہ اور مفہوم خوب سمجھتے ہیں لیکن عوام دوستوں کے لیے اس عبارت کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

"...... اے اللہ! تو اپنے نبی کے دونوں فرزندوں قاسم اور طاہر پر درود و صلوٰۃ بھیج اے اللہ! اپنے نبی کی بیٹی رقیہؓ پر درود و صلوٰۃ بھیج اور جس شخص نے تیرے نبی کو رقیہ کے حق میں اذیت پہنچائی"

اس پر لعنت کر (نعوذ باللہ) اے اللہ! اپنے نبی کی بیٹی ام کلثوم پر درود صلوٰۃ بھیج اور اس شخص پر جس نے تیرے نبی کو ام کلثوم کے حق میں اذیت پہنچائی۔ اس پر لعنت کر" (نعوذ باللہ)

عبارت مندرجہ بالا میں ان الفاظ پر غور کیجیے "جس شخص نے تیرے نبی کو رقیہ/ام کلثوم کے حق میں اذیت پہنچائی۔ اس پر لعنت کر"

ان صاحبزادیوں کو اس سے زیادہ کس بات سے اذیت ہوگی کہ انہیں کہہ دیا جائے کہ یہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں ہی نہ تھیں ہر وہ شخص جو ان صاحبزادیوں کو اس طرح اذیت پہنچاتا ہے وہ یقیناً اس بددعا کے تحت آتا ہے۔

لہ تحفۃ العوام باب انیسواں ماہ رمضان المبارک فصل ششم از حاجی حسن علی شیعی۔

سوانح حضرت رقیہؓ

کا اجمالی خاکہ

۱۔۔۔ صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہؓ حضرت سیدہ زینب سے تین برس بعد میں پیدا ہوئیں۔

۲۔۔۔ اپنے والد شریفؐ اور خدیجۃ الکبریٰؓ کے زیرِ نگرانی رقیہؓ نے تربیت پائی اور جوان ہوئیں۔

۳۔۔۔ اپنی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ ایمان لائیں اور بیعت نبویؐ ان کو نصیب ہوئی۔

۴۔۔۔ نوعمری میں ابولہب کے لڑکے "عتبہ" کے ساتھ ان کا نکاح ہوا۔ پھر اسلام کے ساتھ عناد کی وجہ سے رخصتی سے قبل اس نے طلاق دے دی۔

۵۔۔۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے ساتھ حضرت رقیہؓ کا نکاح ہوا۔ اور امر الٰہی کے تحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکاح کر دیا۔

۶۔۔۔ قریش کی عورتوں نے حضرت رقیہؓ کے حسن و جمال کی تعریف کی۔

۷۔۔۔ ہجرت حبشہ کی فضیلت حضرت رقیہؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں کو نصیب ہوئی۔ خدا کی راہ میں تکلیف اٹھا کر اوّلین مہاجرین میں شمار ہوئے اور آخرت میں ثواب و اجر کے مستحق ہوئے۔

۸ ــــ اس دوران سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے احوال کی دریافت کرتے اور کلمات دُعا ء فرماتے تھے کہ " اللہ تعالیٰ ان کا ساتھی ہو"

۹ ــــ ایک مُدت کے بعد " ہجرت حبشہ " سے واپسی ہُوئی پھر اس کے بعد " ہجرت مدینہ " ان کو حاصل ہوئی گویا دو ہجرتوں سے میاں بیوی دونوں مشرف ہوئے۔

۱۰ ــــ حضرت رقیہؓ کی اولاد ہوئی " عبداللہ " پیدا ہُوئے پھر چند برس کے بعد سنہ ۴ھ میں مدینہ طیبہ میں عبداللہ کی وفات ہُوئی غسل کفن دفن وغیرہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں اتمام پذیر ہوا۔

۱۱ ــــ ایک خادمہ (ام عیاش) آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ رقیہؓ کو ہدیۃً عنایت فرمائی۔

۱۲ ــــ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رقیہؓ کے گھر پختہ طعام بطور ہدیہ کے ارسال فرماتے تھے۔
اور حضرت عثمانؓ کی جانب سے بھی آنجناب کی خدمت اقدس میں ہدیۂ طعام پیش کیا جاتا تھا۔

۱۳ ــــ حضرت رقیہؓ اپنے خاوند کی بہت خدمت گزار خاتون تھیں اس مسئلہ پر ان کے والد شریف نے انہیں خاص ہدایت فرمائی۔

۱۴ ــــ سنہ ۲ھ ایام بدر میں حضرت رقیہؓ بیمار ہوئیں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ ہذا میں تشریف لے گئے اور حضرت عثمانؓ کو ان کی تیمار داری کے لئے مقرر فرما کر ٹھہرایا۔ اور عثمانؓ کو اجر و ثواب بدری صحابہ کے برابر حاصل ہوا۔ غنائم بدر سے بھی ان کو دیگر حضرات کے مساوی حصّہ عنایت فرمایا گیا۔

۱۵ ــــــ حضرت عثمانؓ کے حق میں بدر میں غیر حاضری کی ایسی ہی نوعیت تھی جیسا کہ غزوۂ تبوک میں حضرت علیؓ کی غیر حاضری۔

۱۶ ــــــ حضرت سیدہ رقیہؓ اسی دوران فوت ہو گئیں۔ ہجرت مدینہ کے سترہ۱۷ ماہ گزرنے کے بعد ۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

۱۷ ــــــ ان کی وفات کے بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم قبر رقیہؓ پر تشریف لے گئے ساتھ مدینہ کی عورتیں بھی تھیں ان کو واویلا کرنے اور بین و نوحہ کرنے سے منع فرما دیا۔

۱۸ ــــــ حضرت فاطمۃ الزہراؓ اپنی بہن کی قبر پر حاضر ہوئیں اور گریہ کرنے لگیں۔

۱۹ ــــــ اس موقعہ پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہؓ کے حق میں ارشاد فرمایا کہ "تم ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون کے ساتھ لاحق ہو"

۲۰ ــــــ حضرت رقیہؓ پر درود و صلوٰۃ بھیجنے کا مسئلہ (یہ صرف شیعہ کتب سے منقول ہے۔)

ــــــ اس کے بعد "ازالہ شبہات" کا عنوان پیش خدمت ہے۔

شیعہ دوستوں کی طرف سے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں کئی شبہات ذکر کیے جاتے ہیں۔ حضرت رقیہؓ کے سوانح ذکر کرنے کے بعد اب ان شبہات کا ازالہ کر دینا مناسب خیال کیا گیا ہے۔

۱

ایک تو یہ کہا جاتا ہے کہ صاحبزادی رقیہؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی نہیں بلکہ حضرت خدیجہؓ کے سابق ازواج کی اولاد ہیں اور بعض دفعہ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ خدیجہؓ کی خواہر زادی ہیں۔

معترضین کی یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں۔

قبل ازیں ہم نے یہ بحث ابتدائے کتاب ہذا میں مفصل ذکر کر دی ہے یعنی حضرت خدیجہؓ کے سابق ازواج سے اولاد کی بحث اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو خدیجہ کی اولاد ہوئی ان دونوں امور کو پوری تفصیل کے ساتھ وہاں بیان کر دیا گیا ہے اور دونوں فریق کی کتابوں سے اس مسئلہ کو مدلل کیا گیا ہے اور اس شبہ کا جواب تمام کر دیا ہے دوبارہ ذکر کرنے کی یہاں حاجت نہیں۔ ابتدائی مباحث

کی طرف رجوع کرلیں تشفی ہو جائے گی۔

۲
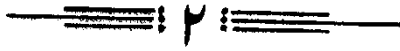
دوسری یہ چیز ذکر کرتے ہیں کہ حضرت رقیہؓ کے لئے کوئی "فضیلت" اسلامی کتب میں مذکور نہیں نہ کسی شیعہ کتاب میں فضیلت پائی جاتی ہے نہ کسی سنّی کتاب میں درج ہے۔"

یہ چیز بالکل خلاف واقعہ ہے اور محض عناد کی بنا پر اس کو نشر کیا جاتا ہے۔ ورنہ حقیقت حال یہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی اولاد مبارک ہونے کا انہیں شرف حاصل ہے۔ ان کے سوانح جو ما قبل میں ہم نے مفصل ذکر کئے ہیں وہ اس بات پر شاہد عادل ہیں۔

حضرت رقیہؓ کے سوانح کا ایک ایک عنوان آپ ایک دفعہ پھر ملاحظہ فرماویں (جو کم و بیش بیس عدد ذکر کئے گئے ہیں) تو آپ کو یقین آجائے گا کہ عدم ذکر فضیلتِ رقیہؓ کا جو اعتراض ذکر کیا جاتا ہے وہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے اور لطف یہ ہے کہ ہم نے بیشتر مقامات میں شیعہ احباب کی معتبر کتابوں سے بھی حضرت رقیہ کے احوال و سوانح درج کیے ہیں تاکہ کسی فریق کو کلام کرنے کی گنجائش نہ رہے۔ تمام سوانح مذکورہ مندرجہ ملاحظہ کرنے کی فرصت نہ ہو تو صرف "سوانح حضرت رقیہ کا اجمالی خاکہ" پر نظر کرلیں جو ان کے حالات کے آخر میں مندرج ہے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ جن دوستوں نے یہ لکھا ہے کہ" رقیہؓ کے لئے کوئی فضیلت کتابوں میں نہیں ملتی الخ۔"

انہوں نے یہ کتنا قدر" بابرکت جھوٹ" بولا ہے اور عوام کو دھوکہ میں ڈالا ہے۔ اور اپنے نبی مقدس صلعم کی اولاد شریف پر کس قدر افترا کیا ہے۔ اور تاریخ اسلامی کو کس

طرح مسخ کر ڈالا ہے؟؟

۳

تیسری چیز یہ ذکر کیا کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے حضرت رقیہؓ پر بڑے مظالم کئے ان کو زدوکوب کیا اور ان کو سخت ایذائیں پہنچائیں حتیٰ کہ ان کا انہیں حالات میں انتقال ہو گیا۔ اور اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ پر یہ لوگ لعن وطعن کرتے ہیں۔

ناظرین کرام! حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پر مظالم کی یہ داستان سراسر بہتان اور بے اصل ہے اور واقعہ کے برخلاف ہے۔ کوئی بھی عقل مند آدمی اس کو صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ :-

۱۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو غنائم بدر سے باقی اہل بدر کے ساتھ مساوی حصہ عطا فرمایا تھا اور اجر و ثواب میں بھی ان کو شریک ٹھہرایا۔ اور حضرت رقیہ کا ان ہی ایام میں انتقال ہو چکا تھا۔ اگر حضرت رقیہ کا انتقال حضرت عثمانؓ کی ایذا رسانی کی وجہ سے ہوا تھا تو پھر یہ غنائم بدر سے حصہ دینا اور اجر و ثواب میں شریک ٹھہرانا کیسے درست ہوا؟؟

۲۔ حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضؓ کو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دے دیا (جیسا کہ عنقریب حضرت ام کلثومؓ کے سوانح میں اس کا مفصل ذکر آرہا ہے۔)

قابل غور بات یہ ہے کہ اگر پہلی صاحبزادی کے ساتھ ایذا رسانی کی گئی اور اس پر مظالم کیے گئے جن کی وجہ سے وہ وفات پا گئیں تو دوسری صاحبزادی کو ایسے ظالم داماد کے نکاح میں دے دینا عقل و عادت کے برخلاف ہے اور

معززین شرفاء کے طریقہ کے برعکس ہے۔

۳۔ نیز حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حق میں بے شمار مقامات میں مدائح اور فضائل ذکر فرماتے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ پر رضا مندی کا اظہار دوامًا فرمایا ہے۔ اس کے متعلق چند چیزیں یہاں درج کی جاتی ہیں مثلاً فرمایا کہ :-

(۱) انّ لکلّ نبیٍ رفیقًا وانّ رفیقی فی الجنّۃِ عثمان[۱]
یعنی ہر نبی کے لئے ایک رفیق ہوتا ہے اور میرے رفیق جنت میں عثمان ہیں۔"

نیز ارشاد فرمایا کہ :-

(۲) ...... عن عبد الرحمٰن ابن عوف ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر فی الجنۃ وعمر فی الجنۃ وعثمان فی الجنۃ وعلی فی الجنۃ[۲] ...... الخ۔
یعنی فرمایا کہ ابوبکر جنت میں ہوں گے۔ عمر جنت میں ہونگے عثمان جنت میں ہوں گے۔ علی جنت میں ہوں گے...... الخ

---

[۱] (۱) مشکوٰۃ شریف ص۵۶۱ باب مناقب عثمان رضؓ الفصل الثانی، طبع نور محمدی، دہلی

(۲) کنز العمال ص۱۵/ج۶ تحت فضائل عثمان ذی النورین رضؓ روایت ۲۴۷۳، ۲۴۷۴، طبع اول دکن۔

[۲] مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ ص۵۶۶ طبع نور محمدی باب المناقب العشرۃ المبشرۃ۔ الفصل الثانی۔

یہ چند مرفوع روایات ہیں جو اُوپر پیش کی گئی ہیں ان میں حضرت عثمان رض کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت میں رفیق ہونا بتلایا گیا ہے اور جنت وہ مقام ہے جو مومن کو اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی کے ثمرہ میں حاصل ہوتا ہے تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رض پر رضامند تھے تب ہی تو ان کو جنت میں رفاقت کی بشارت دی گئی۔

اور اگر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رض پر کسی وجہ سے ناراض تھے تو حضرت عثمان رض کو یہ بشارت نہیں نصیب ہو سکتی تھی۔ نیز حضرت عمر رض سے بھی رضامندی کا یہ مسئلہ مروی ہے وہ ملاحظہ فرمادیں۔

۳۔ عن عمر رضی اللہ عنہ قال ما احد احق بھذا الامر من ھٰؤلاءِ النفر الذین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو عنھم راضٍ فسمی علیاً وعثمان والزبیر وطلحۃ وسعداً وعبد الرحمٰن[1] (رواہ البخاری)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خلافت کا ان لوگوں سے زیادہ کوئی حقدار نہیں جن لوگوں سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رضامند ہو کر اس عالم سے رخصت ہوئے۔ پھر حضرت عمر رض نے ان کے نام ذکر کیے وہ حضرت علی رض، عثمان رض، زبیر رض، طلحہ رض، سعد اور عبدالرحمٰن رض ابن عوف تھے۔

---

[1] ۱۔ مشکوٰۃ شریف ص۵۶۵ باب مناقب العشرۃ رض الفصل الاوّل۔

۲۔ طبقات ابن سعد ص۴۲ ج۳ تذکرہ عثمان رض

تحت ذکر الشوریٰ وما کان من امرھم۔ طبع لیدن۔

۴۔ اور خود حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰے عنہ نے بھی اپنے متعلق ذکر فرمایا ہے کہ :۔

" وتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو عنی راض "۔[1]

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عالم سے انتقال ہوا۔ درآنحالیکہ آنجنابؐ مجھ سے راضی اور خوش تھے "۔

مختصر یہ ہے کہ مندرجات بالا کے ذریعہ واضح ہو گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم راضی تھے آپؐ سے کسی قسم کی ناراضگی اور ناچاکی پیش نہیں آئی تھی ۔ اور مدت العمر حضرت عثمانؓ کے ساتھ آنجنابؐ کے تعلقات شائستہ رہے اور اسی پر خاتمہ بالخیر ہوا۔

اگر ان صاحبزادیوں (رقیہؓ و ام کلثومؓ) کے ساتھ حضرت عثمانؓ نے برا سلوک کیا تھا اور ان کے حق میں اس قدر ایذا رسانی کی تھی کہ ان کی موت واقع ہو گئی۔ تو اس کا احساس نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور ہونا چاہئے تھا اور حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کو یقیناً اس کا صدمہ پہنچنا چاہیے تھا۔

اگر ایسا ہوتا تو اس کی پاداش میں حضرت عثمان سزا کے مستحق ہوتے۔ اور کچھ بھی نہ ہوتا تو کم از کم زبانی کلامی سرزنش اور عتاب تو ضرور کیا جاتا۔ اور باہمی تعلقات ناخوشگوار ہو جاتے اور روابط ختم کر لئے جاتے۔

لیکن ان تمام چیزوں کے برخلاف یہاں تو آپس میں رضامندی ہے حضرت

---

[1] کنز العمال ص ۳۷ ج ۶ طبع اول دکن، تحت فضائل ذی النورین رضؓ بحوالہ حم ۔ خ ۔ و ابونعیم فی المعرفۃ

عثمان کے مدائح اور فضائل بیان ہوتے ہیں ان کے کردار و اعمال پر بشارتیں دی جاتی ہیں جو ان کی قبولیت کی علامت ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صاحبزادیوں کو ایذا رسانی کے قصے تصنیف شدہ ہیں۔ جو حضرت عثمانؓ کے حق میں سوء ظنی نشر کرنے کے لئے مرتب کئے گئے ہیں۔ ان میں حبّہ بھر صداقت نہیں ہے۔

۵ - ایک اور قابل غور چیز

حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق شیعہ کے اکابر مورخین نے چند ایسی عالی صفات ذکر کی ہیں جن کے آئینہ میں حضرت عثمانؓ کا اعلیٰ کردار صاف نظر آتا ہے اور ان کا فضل و کمال سورج بن کر چمکتا ہے۔ چنانچہ مسعودی نے اپنی مشہور تصنیف "مروج الذہب" میں (ذکر ذی النورین کے تحت) حضرت عثمان بن عفانؓ کی صفات مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی ہیں۔

"وکان عثمان فی نہایۃ الجود والکرم والسماحۃ والبذل فی القریب والبعید۔" [1]

"یعنی عثمانؓ نہایت سخی اور مہربان تھے اور نرم برتاؤ اور فیاضی کرنے والے تھے اور قریب اور بعید رشتہ داروں میں بہت خرچ کرنے والے تھے۔"

مسعودی شیعی کے اس بیان سے واضح ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ نہایت عمدہ صفات

---

[1] مروج الذہب للمسعودی ص۳۴۱ ج۲ تحت ذکر ذی النورین۔

کے حامل تھے اور نرم معاملہ اور نرم برتاؤ کرنے والے تھے اور اپنے رشتہ داروں میں قریبی ہوں یا غیر قریبی ان سب پر خرچ کرنے والے تھے۔ یہ صفات بتلا رہی ہیں کہ حضرت عثمانؓ سفاک اور قاتل نہیں تھے اور نہ ہی اپنوں پر ظلم کرنے والے تھے۔ جن لوگوں نے اپنی اہلیہ پر ظلم اور تشدد کرنے کا ان پہ الزام لگایا ہے وہ سراسر کذب وافتراء ہے۔ اور ایسا مبارک دروغ تصنیف کیا ہے جس کو کوئی باشعور منصف مزاج آدمی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور خود شیعہ کے مندرجات بالا اس کی تردید کرتے ہیں۔ اور شیعہ کے اعاظم واکابر علماء ذوالنورین کے عنوان کو حضرت عثمانؓ کے لئے بطور لقب کے استعمال کرتے تھے۔ یہ لقب صاحبزادیوں کی عظمت کی بنا پر مستعمل ہے۔

(اس کے بعد صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کے سوانح ذکر کئے جاتے ہیں)

سوانح صاحبزادی حضرت سیدہ اُمِّ کلثوم

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اسم گرامی سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تیسری صاحبزادی ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ ان کا اسم گرامی "اُم کلثوم" ہے اور اسی کنیت کے ساتھ مشہور ہے اور کوئی الگ نام معروف نہیں ہے بہت سے علماء نے اس چیز کی وضاحت کر دی ہے ذیل مقامات ملاحظہ ہوں۔

"...... وھی ممن عرف بکنیتہ ولم یعرف لھا اسم" [1]

ولادت باسعادت اکثر علماء کے نزدیک حضرت ام کلثوم اپنی بہن حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے بڑی اور اپنی بہن حضرت رقیہؓ سے چھوٹی تھیں اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت رقیہؓ سے بڑی تھیں لیکن

---

[1] (۱) تاریخ الخمیس ص۲۷۵ ج-اوّل تحت ذکر ام کلثومؓ بنت رسول اللہ صلعم

(۲) الزرقانی شرح مواھب اللدنیہ ص۱۹۹ ج-۳ تحت ذکر ام کلثوم رضؓ۔

(۳) ذخائر العقبیٰ لاحمد ابن عبداللہ الطبری ص۱۶۴ تحت فصل السادس فی ذکر ام کلثوم بنت رسول اللہ صلعم

یہ قول شاذ ہے پہلی چیز تذکرہ نویسوں میں زیادہ مشہور ہے اور اسی پر اعتماد کیا گیا ہے۔[1]

اسلام لانا اور بیعت کرنا

قبل ازیں حضرت اُم کلثومؓ کی بہنوں کے تذکرہ میں یہ بات گزر چکی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی نگرانی میں انہوں نے ہوش سنبھالا اور اس بابرکت تربیت میں جوانی کو پہنچیں۔ پھر جس وقت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوّت فرمایا تو یہ تمام بہنیں اپنی والدہ کے ہمراہ اسلام میں اور بیعت کے موقعہ پر انہوں نے اپنے والد شریف کے ساتھ بیعت کی اور دیگر عورتوں نے بھی بیعت کی۔ اور ہجرت تک مکّہ شریف میں ان کا قیام رہا۔

"..... فلم تزل بمكة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم واسلمت حين اسلمت امها وبايعت رسول الله صلى الله عليه وسلم مع اخواتها حين بايعه النساء"[2]

---

[1] (۱) اسد الغابہ ص۶۱۲ ج۔۵ تحت ذکر ام کلثومؓ
(۲) تاریخ الخمیس للدیار البکری ص۲۷۵ ج۔ اوّل تحت ذکر ام کلثومؓ

[2] (۱) تفسیر احکام القرآن للقرطبی ص۲۴۲ جلد رابع عشر ۱۴ تحت آیۃ قل لازواجك وبناتك۔ (سورۃ احزاب)
(۲) طبقات ابن سعد ص۲۵ ج ۸ تحت ام کلثومؓ

حضرت اُمِّ کلثُوم کا نکاح اوّل اور طلاق

اعلانِ نبوت سے پہلے اس دور کے دستور کے مطابق نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم رض کا نکاح اپنے چچا ابولہب کے لڑکے عتیبہ کے ساتھ کر دیا تھا اور حضرت رقیہ کا نکاح عتبہ کے ساتھ کیا تھا۔

لیکن جب اسلام کا دور آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا اور قرآن مجید کا نزول شروع ہوا۔ قرآن مجید میں شرک کی مذمت کی گئی اور مشرکین کا بُرا انجام واضح کیا گیا ان دنوں ابولہب اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔ ابولہب کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے ایک مکمل سورت (سورۃ تبت یدا ابی لہب ... الخ) نازل فرمائی۔ ابولہب اور اس کی بیوی (ام جمیل) دونوں کی اس مختصر سورۃ میں قباحت واضح کی گئی تھی۔

اس وقت ابولہب اور ام جمیل میاں بیوی دونوں نے اپنے لڑکے عتیبہ کو مجبور کیا کہ "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لڑکی ام کلثوم کو طلاق دیدے۔ اور ام جمیل اپنے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کو کہنے لگی کہ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دونوں لڑکیاں رقیہ اور اُم کلثُوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) بے دین ہوگئیں ہیں اور قدیمی مذہب چھوڑ چکی ہیں۔ فلہذا ان دونوں لڑکیوں کو تم دونوں بھائی طلاق دے دو۔ پس انہوں نے اپنے والدین کے مجبور کرنے پر دونوں صاحبزادیوں کو بلاوجہ طلاق دے دی اللہ تعالیٰ کو منظور یہی تھا۔

کہ یہ پاک بیبیاں ان ناپاک مشرکین کے گھر نہ جائیں سو عتبہ نے حضرت رقیہ رض کو اور عتیبہ نے حضرت اُمّ کلثوم رض کو چھوڑ دیا۔ اور یہ طلاق ان کی رخصتی سے قبل واقع ہوئی تھی۔

قالت ام جمیل ...... لابنیها ان رقیه وام کلثوم قد صبتا فطلقاهما ففعلا فطلقاهما قبل الدخول بهما۔[1]

قبل ازیں حضرت رقیہ رض کے سوانح میں ذکر کیا گیا ہے ان صاحبزادیوں رقیہ وام کلثوم رضی اللہ عنہما کو بلا وجہ طلاق دے دی گئی تھی ان کا کوئی قصور نہ تھا آنحضرت صلعم کو دکھ دینے کے لئے اور اسلام دشمنی کی وجہ سے ابولہب کے بیٹوں نے یہ ستم روا رکھا تھا۔ اور اسلام کی خاطر ہی ان پاک دامنوں نے یہ مصیبت اٹھائی۔ ان بنات رسول نے نہایت صبر کے ساتھ یہ مراحل طے کیے

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان معصوم صاحبزادیوں نے یہ صدمے صرف دین کی خاطر برداشت کئے اور اجر و ثواب کی مستحق ہوئیں اور صبر واستقامت کے ساتھ اپنے والد شریف کی خدمت میں مقیم رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بہت بڑا مقام ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن اخواتہا وعن امہا۔

---

[1] (۱) اسد الغابۃ لابن اثیر الجزری ص ۶۱۲ ج ۵ — تحت ذکر ام کلثوم رض

(۲) البدایۃ لابن کثیر ص ۳۰۹ ج ۵ — تحت فصل اولاد نبوی صلعم

(۳) تفسیر القرطبی ص ۲۴۲، ۲۴۳ جلد رابع عشیر (۱۴) — تحت آیۃ قل لازواجك وبناتك۔ (سورۃ احزاب)

مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنا

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے مکہ شریف سے مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرمائی سفر ہجرت میں آنجناب کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفیق سفر تھے اور ابتدائی ایام میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی منزل پر مدینہ میں قیام تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال تاحال مکہ شریف میں مقیم تھے اپنی ہجرت کے کچھ مدت بعد جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ باقی گھر والوں کو بھی یہاں مدینہ شریف بلوا لیا جائے

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رافع اور زید بن حارثہ کو اس کام کے لئے تیار کر کے مکہ شریف روانہ فرمایا اور سواریاں بھی ساتھ دیں اور کچھ دراہم آمد و رفت کے کے مصارف کے طور پر عنایت فرمائے۔

بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ آنجناب نے سواری کے لئے دو اونٹ ارسال کئے اور خرچ کے لئے پانچ سو درہم عنایت فرمائے تھے اور یہ درہم آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیش کئے تھے۔

آپ نے ابو رافع اور زید بن حارثہ کو ارشاد فرمایا کہ مکہ شریف پہنچ کر ہمارے اہل و عیال کو ساتھ لائیں۔

ان کے ساتھ ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عبداللہ ابن اریقط الدئلی کو دو اونٹ دے کر بھیجا اور اپنے بیٹے عبداللہ بن ابی بکر کی طرف لکھ بھیجا کہ وہ بھی ان کے گھر والوں کو ان کے ساتھ روانہ کرے یعنی یہ دونوں گھرانے ایک دوسرے کے ساتھ ہو کر ہجرت کر کے مدینہ شریف آئیں۔

چنانچہ زید ابنؓ حارثہ اور ابو رافعؓ مکہ شریف پہنچے اور سفر ہجرت کی تیاری کر کے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں یعنی ام المومنین حضرت سودۃ بنت زمعہ اور حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ کو لے کر مدینہ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت زید ابن حارثہ نے اپنی بیوی ام ایمن اور اپنے لڑکے اسامہ بن زید کو بھی ساتھ لیا۔ اور یہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال کے ساتھ رہتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق کے صاحبزادے عبداللہ ابن ابی بکر صدیقؓ حضرت صدیق اکبرؓ کی زوجہ محترمہ اُم رومان اور اپنی دونوں بہنوں حضرت عائشہ اور حضرت اسماء کو ساتھ لے کر ہجرت کے لئے نکلے اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال کے ساتھ ہم سفر ہو کر مدینہ شریف جا پہنچے۔ اس وقت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبویؐ کی تعمیر میں مصروف تھے اور مسجد کے آس پاس اپنے حجرات کی تعمیر کرا رہے تھے۔ آنجنابؐ نے اپنے اہل خانہ کو اس موقعہ پر حارثہ بن نعمان کے مکان پر ٹھہرایا تھا اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے لئے وہ حجرہ بنوایا جس میں آنجنابؐ کا مزار اقدس ہے۔ اور آپ اس میں مدفون ہیں آپؐ نے اس حجرہ مبارک کا ایک دریچہ مسجد نبویؐ کی جانب بنوایا تھا جس سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے مسجد نبوی کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔

صاحبزادی حضرت زینبؓ کو اس کے زوج ابوالعاص بن ربیع نے روک لیا تھا اس بنتِ رسولؐ نے بعد میں ہجرت کی تھی۔ اور حضرت سیدہ رقیہؓ نے نے اپنے زوج حضرت عثمانؓ کے ساتھ مدینہ شریف کی طرف ہجرت کی تھی[1] (جیسا کہ قبل ازیں تحریر کیا گیا ہے)۔

۱۔ (۱) طبقات ابن سعد ص ۱۱۸/۱۱۹ جلد ثامن۔ طبع لیڈن (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

اور بعض روایات میں منقول ہے کہ جس وقت زید بن حارثہؓ اور اس کے ساتھی مکہ شریف پہنچے تو طلحہ بن عبید اللہ سے ملاقات ہوئی حال احوال بیان کئے تو معلوم ہوا کہ طلحہ بھی سفر ہجرت کے لئے تیار ہیں چنانچہ مندرجہ بالا تمام حضرات اور طلحہ بن عبید اللہ سفر ہجرت کے لئے مل کر نکلے اور مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ [1]

مندرجہ واقعات سے معلوم ہوا کہ :۔

۱۔ جس طرح جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت میں حضرت صدیق اکبرؓ آنجناب کے ہم سفر تھے اسی طرح آنجنابؐ کے اہل وعیال (دو صاحبزادیاں حضرت فاطمہ وام کلثوم اور ام المؤمنین حضرت سودۃ رضؓ) کے ساتھ سفر ہجرت میں صدیق اکبرؓ کے اہل وعیال شامل تھے یہ چیز دونوں خاندانوں کے تعلقات کی یگانگت ظاہر کرتی ہے اور خوشی اور غمی کے معاملات میں کامل اتفاق واتحاد کا پتہ دیتی ہے۔

۲۔ آنحضرتؐ کے اہل وعیال کے سفر ہجرت کے مصارف حضرت صدیق اکبرؓ نے پیش خدمت کئے تھے اور ثواب دارین حاصل کیا تھا۔

۳۔ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت ام کلثومؓ نے ہجرت مدینہ کا سفر مل کر کیا تھا۔ ان

(حوالہ جات صفحہ گذشتہ)

تحت ذکر منازل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) البدایہ لابن کثیر ص۲۰۲ ج۳ جلد ثالث فصل فی دخولہ علیہ السلام المدینۃ الخ

(۳) انساب الاشراف للبلاذری ص۲۶۹ جزء اول

(حوالہ صفحہ ہذا) [1] مجمع الزوائد للہیثمی ص۲۲۷ ج۹ باب فی فضل عائشہ ام المؤمنینؓ (تزویجہا)۔

دونوں بہنوں کی ہجرت ایک سفر میں ہوئی تھی یہ دونوں بہنیں اپنی دو بڑی بہنوں (حضرت زینبؓ و حضرت رقیہؓ) سے ہجرت میں اسبق رہیں۔ مہاجرین کے فضائل جو اسلام میں منقول ہیں اور جو آیات ان کے حق میں موجود ہیں، وہ ان دونوں صاحبزادیوں کے لئے بھی ثابت ہیں اور ہجرت کے اجر و ثواب میں یہ دونوں برابر کی شریک ہیں۔

حضرت اُمِّ کلثُوم کی تزویج

پہلے ایک تمہیدی روایت تحریر کی جاتی ہے اس کے بعد دیگر روایات پیش خدمت ہُونگی۔

۱۔ پہلی روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ ایک موقعہ پر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کے نکاح اور تزویج کے متعلق ارشاد فرمایا کہ :-

"......ما انا ازوّج بناتی ولکن اللہ تعالیٰ یزوجھن"

"یعنی میں اپنی بیٹیوں کو اپنی مرضی سے کسی کی تزویج میں نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ان کے نکاحوں کے فیصلے ہوتے ہیں"[1]

یہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنی بیٹیوں کو میں کسی کے نکاح میں نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ ان کی تزویج کا امر فرماتا ہے اس روایت سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ حضرت ام کلثوم رضؓ کا نکاح اللہ تعالےٰ کے اذن کے موافق ہوا تھا۔ اور باقی صاحبزادیوں (حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ حضرت فاطمہؓ) کے نکاح بھی امر الٰہی کے تحت ہی سرانجام پائے تھے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے حق میں گویا یہ ایک خصوصیت پائی جاتی ہے کہ ان کا نکاح بامر خداوندی ہوتا ہے اور ان کے نکاح کے ساتھ کسی دوسری عورت کو نکاح میں نہیں لیا جاتا۔ چنانچہ اس مسئلہ

---

[1] المستدرک للحاکم ص۴۹ ج۔ رابع۔ تحت ذکر ام کلثوم بنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کتاب معرفۃ الصحابۃ

کو بعض علماء نے بحوالہ ابن حجر نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ

" قال ابن حجر لا یبعد ان یکون من خصائصہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم منع التزویج علی بناتہ "

یعنی یہ چیز کچھ بعید نہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ خصوصیت ہو کہ آنجناب کی صاحبزادیوں کے نکاح کے ساتھ کسی دوسری بیوی کو ان کے نکاح میں جمع نہ کیا جائے۔" [1]

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نکاح میں پہلے حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں ان کا انتقال جنگِ بدر کے موقع پر ہو گیا جیسا کہ حضرت رقیہؓ کے سوانح میں یہ بیان کیا جا چکا ہے۔

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس چیز کے خواہشمند اور متمنی تھے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ دامادی قائم رہتا تو بہتر تھا حضرت رقیہؓ کے انتقال کی وجہ سے آپ نہایت مغموم رہتے تھے، اور پریشانی کے عالم میں تھے۔

چنانچہ ام عیاشؓ ذکر کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹی ام کلثومؓ حضرت عثمانؓ ابن عفان کے نکاح میں دینے کا ارادہ کیا ہے اور یہ چیز وحی آسمانی کے مطابق عمل میں آئے گی۔ ام عیاش وہ عورت ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہؓ کو بطور خادمہ عنایت فرمائی تھی اور ام عیاش نبی اقدس کو وضو کرانے کی خدمت بجالاتی تھیں (قبل ازیں ان کا ذکر حضرت رقیہؓ کے تذکرہ میں گذر چکا ہے)

اصل روایت کے الفاظ اس طرح مروی ہیں۔

---

[1] الخصائص الکبریٰ للسیوطی ص۲۵۵ ج-۲ الجزء الثانی۔ طبع اول دکن باب اختصاصہ صلعم بان بناتہ لا یتزوج علیھن۔

"عن ام عیاش وکانت امة لرقیة بنت رسول اللہ
علیه وسلم قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم
ما زوجت ام کلثوم من عثمان الا بوحی من السماء وبهذا
الاسناد عن ام عیاش قالت وضأت رسول اللہ صلی اللہ
علیه وسلم وانا قائمة وهو قاعد" لہ

۳ - اور تیسری روایت میں اس طرح ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے عثمان! یہ حضرت جبرائیلؑ ہیں خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں ام کلثوم رضؓ کو آپ کے نکاح میں دوں اور جو مہر رقیہؓ کے لئے مقرر ہوا تھا اسی کے موافق ام کلثوم رضؓ کا مہر ہو اور ان کی مصاحبت اور رفاقت بھی انہیں کے مطابق ہوگی ؎

لہ (۱) التاریخ الکبیر امام بخاری ص۲۸۱ ج۲-۴ القسم الاول تحت باب روح۔

(۲) کنز العمال ص۱۴۸ ج ۶ روایت ۲۴۱۸ طبع اول دکن
بحوالہ (طب عن ام عیاش) تحت فضائل ذی النورین عثمان رضؓ

(۳) کنز العمال ص۱۴۹ ج ۶ روایت ۲۴۲۰ طبع اول دکن
تحت فضائل ذی النورین عثمان بحوالہ (ابن مندة - طب - خطیب - ابن عساکر)

(۴) شرح مواهب اللدنیة للزرقانی ص۲۰۲ ج۳ جلد ثالث تحت ذکر ام کلثوم رضؓ

(۵) تاریخ بغداد للخطیب بغدادی ص۳۶۴ ج۱۲ تذکرہ فضل ابن جعفر بن عبداللہ)

(۶) مجمع الزوائد للهیثمی ص۸۳ ج۹ تذکرہ ام کلثوم رضؓ)

؎ (۱) اسد الغابہ ص۶۱۳ ج۵ تذکرہ ام کلثوم

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں۔

۴۔ اور بعض روایات میں حضرت ام کلثومؓ کے نکاح کا مسئلہ اس طرح مذکور ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کا سابق خاوند فوت ہو گیا اور حضرت عثمانؓ کی زوجہ حضرت رقیہؓ بھی فوت ہو گئیں تو کچھ مدت کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنی دختر حضرت حفصہؓ کے نکاح کے لیے حضرت عثمانؓ کو پیش کش کی لیکن حضرت عثمانؓ نے فی الحال نکاح لینے سے معذرت کی۔ پھر حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر (بطور اظہار افسوس کے) ذکر کیا تو آنجنابؐ نے (اطمینان دلاتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ حفصہؓ کو وہ زوج نکاح کرے گا جو عثمانؓ سے بہتر ہو گا اور عثمانؓ اس عورت سے نکاح کریں گے جو حفصہؓ سے بہتر ہو گی۔

فعرضها على عثمان حين ماتت رقية بنت النبي صلى الله

(حاشیہ صفحہ گزشتہ)

(۲) ذخائر العقبى فی مناقب ذوی القربی ص۱۶۵ للحافظ محب الدین احمد بن عبد اللہ الطبری المتوفی ۶۹۴ھ (طبع مصری (الفصل السادس فی ذکر ام کلثومؓ)

(قال المحب الطبری) خرجہ ابن ماجۃ القزوینی والحافظ ابو القاسم الدمشقی والامام ابو الخیر القزوینی الحاکمی۔

(۳) کتاب المعرفۃ والتاریخ جلد ثالث ص۱۵۹/ج۳ لابی یوسف یعقوب بن سفیان البسوی۔

(۴) کنز العمال ص۳۷۵/ج۶ روایت ۵۸۲۵/۵۸۲۵ تحت فضائل ذی النورین عثمانؓ۔

(۵) المستدرک للحاکم ص۴۹/ج۴ جلد رابع تذکرہ ام کلثوم بنت الرسولؐ۔

(۶) کنز العمال ص۱۲۹/ج۶ تحت فضائل عثمانی روایت ۲۲۲۹

علیہ وسلم ما اریدا تزوج الیوم فذکر عمرؓ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یتزوج حفصة من ھو خیر من عثمان ویتزوج عثمان من ھی خیر من حفصة" [1]

چنانچہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح میں لیا اور وہ ازواج مطہرات میں داخل ہوئیں اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم رضؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دی۔

اس طرح حضرت عثمان نے آنجنابؐ کے دوہرے داماد ہونے کا شرف حاصل کیا۔ اور اس نکاح اور تزویج کے حق میں جو ارشادات خداوندی ہو چکے تھے وہ پورے ہوئے۔

نیز مندرجہ بالا مقام میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے حق میں "لفظ خیر" کا استعمال فرمایا گیا۔ یہ چیز ام کلثومؓ کے لیے بڑے اعزاز و اکرام کی ہے۔
جن لوگوں کے دل میں اپنے نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کا احترام ہے وہ اس کلمہ کی قدردانی کرتے ہیں اور اس کے وزن کو سمجھتے ہیں۔ اور جو لوگ "بنات ثلاثہؓ" کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے خارج کرنے پر کمر بستہ ہیں ان کی نگاہ میں ان کا کیا احترام ہو سکتا ہے ؟ ؟

---

[1] (۱) الاصابة ص۲۶۴ ج۴ تحت حفصة بنت عمر رضی اللہ عنہ
(۲) شرح مواھب اللدنیہ للزرقانی ص۲۰۰ ج۳ تحت ذکر ام کلثوم رضؓ
(۳) تاریخ الخمیس ص۲۷۶ ج اول تحت ذکر ام کلثوم رضؓ
(۴) نسب قریش ص۳۵۲ تحت حفصۃ بنت عمر رضؓ۔

مندرجات بالا سے ذیل چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔

۱ ۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے متعلق متعدد روایات حدیث اور تاریخ کی کتابوں سے دستیاب ہیں جن میں سے چند حوالہ جات اوپر پیش کر دیئے ہیں۔ ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بابرکت رشتۂ نکاح امر خداوندی کے تحت ہوا تھا۔ اور یہ چیز زوجین (حضرت عثمانؓ اور حضرت ام کلثومؓ) دونوں کے حق میں بڑی عالی منقبت ہے۔

۲ ۔ نیز یہ چیز واضح ہوئی کہ حضرت اُم کلثومؓ کے نکاح میں وہی مہر رکھا گیا جو حضرت رقیہؓ کے لئے تجویز کیا گیا تھا اور ان کے ساتھ بہتر مصاحبت اور عمدہ رفاقت کی بھی وہی حدود ملحوظ رکھی گئیں جو حضرت رقیہؓ کے حق میں ملحوظ خاطر رہی تھیں۔

ان حالات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت رقیہؓ پر ظلم و ستم کی داستانیں جو مخالف لوگ تیار کرتے ہیں وہ بالکل غلط اور بے حقیقت ہیں۔

۳ ۔ نیز اس مقام سے حضرت عثمان کی فضیلت اور برتری اعلیٰ درجے کی ثابت ہوتی ہے کہ ایک صاحبزادی کے انتقال فرمانے کے بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دوسری لخت جگر حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دیتے ہیں اور یہ سارا معاملہ وحی آسمانی کے تحت سرانجام پاتا ہے جیسا کہ حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ کے ساتھ وحی آسمانی کے تحت ہوا تھا اسی طرح یہ بھی ہوا ہے۔

اس بنا پر امت مسلمہ نے حضرت عثمانؓ کے لئے ذوالنورین کا صحیح لقب تجویز کیا ہے۔ اور وہ اس اعزاز کے بجا طور پر مستحق ہیں اور یہ ایسا اعزاز ہے جس میں ان کے ساتھ اور کوئی صحابی شریک نہیں ہے۔

تاریخ تزویج سیدہ اُمِّ کلثوم رضؓ

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ربیع الاول ۳ھ میں ہوا تھا اور چند ماہ کے بعد یعنی ماہ جمادی الاخریٰ ۳ھ میں رخصتی ہوئی تھی اور اس طرح قلیل مدت میں یہ تقریب سعید پوری ہوئی۔

"...... وکان نکاحہ ایاھا فی ربیع الاول من سنۃ ۳ھ ثلاث وبنیٰ بھا فی الجمادی الاخریٰ من السنۃ ثلاث۔" [1]

شیعہ علماء کی طرف سے تائید

شیخ نعمت اللہ الجزائری نے اپنی کتاب "الانوار النعمانیہ" میں لکھا ہے کہ صاحبزادی رقیہؓ کے بعد حضرت عثمان ابن عفانؓ نے ان کی بہن حضرت اُمِّ کلثوم کے ساتھ نکاح کیا اور حضرت ام کلثومؓ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں ہی فوت ہوئیں۔"

"...... واما ام کلثوم فتزوّج ایضاً عثمان بعد اختھا

---

[1] (۱) اسد الغابہ لابن اثیر الجزری ص۶۱۲ ج۔ ۵ تحت ذکر ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) طبقات ابن سعد ص۲۵ ج۔۸ تحت ذکر ام کلثوم رضؓ

رقیۃ وتوفیت عند ہ" [1]

عدم اولاد

اللہ تعالیٰ اپنے تکوینی مصالح آپ ہی جانتا ہے نظام عالم کے یہ امور اس کے اپنے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ ہماری عقل نارسا انہیں پا نہیں سکتی یہ چیزیں عقول عامہ سے بالاتر ہیں اور فہم قاصر سے بعید ہیں۔

چنانچہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صاحبزادیوں سے بعض کی اولاد ہوئی ہی نہیں اور بعض سے اولاد شریف ہوئی لیکن کچھ مدت کے بعد اس کا انتقال ہو گیا البتہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے جو اولاد ہوئی تھی اس سے آنجناب کی نسل مبارک چلی۔ جیسا کہ عنقریب ہم تذکرہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میں ذکر کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہر ایک صاحبزادی کے تذکرہ کے تحت ان کی اولاد کا ذکر جس صورت میں پایا جاتا ہے وہ بیان کر دیا ہے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ پہلے نکاح (جو عتیبہ بن ابی لہب سے ہوا تھا) میں رخصتی ہی نہیں ہوئی تھی اور شادی کی رسم نہیں ادا کی گئی تھی۔ اس سے اولاد کا نہ ہونا تو ظاہر بات ہے۔

پھر اس کے بعد حضرت عثمان کے ساتھ ان کی تزویج ہوئی اور رخصتی بھی ہوئی اور زوجین کے ازدواجی تعلقات بھی درست رہے لیکن حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عثمان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی بنا بریں اس عنوان کے تحت یہ تصریح کر دی گئی ہے۔

---

[1] الانوار النعمانیہ ص ۳۶۷ ج - اول تحت نور مولودی (ب - ۱)

ایک انتباہ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اخلاق بہت بلند تھا نہایت کریم النفس اور شریف الطبع تھے۔ آپؓ کے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ داری کے مراسم نہایت مخلصانہ تھے اس بنا پر حضرت عثمانؓ کے نکاح میں جب تک حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ (یکے بعد دیگرے) زندہ رہیں تو انھوں نے کوئی دوسرا نکاح اور شادی نہیں کی۔ کیونکہ ضرائر یعنی سوکنوں میں عموماً چپقلش ہو جاتی ہے اور تنازعات پیدا ہو جاتے ہیں اور کئی قسم کے باہمی مناقشات چل نکلتے ہیں اپنے اہل خانہ کو ان تمام چیزوں سے بچانے کے لئے یہی طریق اسلم تھا جو حضرت عثمانؓ نے اختیار فرمایا اور صرف آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام و اکرام کے پیش نظر نکاح ثانی کا ارادہ تک نہیں کیا۔ حالانکہ حضرت عثمانؓ نے ان صاحبزادیوں کے انتقال کے بعد متعدد خواتین سے نکاح کئے اور ان سے ان کی اولاد بھی ہوئی۔ مثلاً فاختہؓ بنت غزوان۔ فاطمہؓ بنت ولید۔ رملہؓ بنت شیبہ نائلہؓ بنت فرافصہؓ وغیرہا۔ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔

"بیش قیمت چادر کا استعمال"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ " میں نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا پر ایک بیش قیمت چادر دیکھی جو ریشم کی دھاریوں سے بنی ہوئی تھی"
اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام کلثوم کا لباس عمدہ ہوتا تھا حضرت عثمانؓ غنی جیسے خاوند کے ساتھ رہتے ہوئے یہ انداز معاشرت لازمی تھا آپ اس طرح کے اچھے لباس کو استعمال فرماتی تھیں یہ حالات ان کی معاشرتی خوشحالی پر بھی دلالت کرتے ہیں اور ان سے زوجین کے درمیان تعلقات کی شائستگی بھی معلوم ہوتی ہے۔ روایت کے الفاظ ذیل میں منقول ہیں۔

" اخبرنی انس بن مالك انهٗ رائ على ام كلثوم بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم برد حرير سيراء "[1]

---

[1] (۱) بخاری شریف ص۸۶۸ ج۲ کتاب اللباس باب الحریر للنساء
(۲) السنن للنسائی ص۲۵۲ باب ذکر الرخصة النساء فی لبس السیراء
(۳) طبقات ابن سعد ص۲۵ ج۸ تحت ذکر ام کلثومؓ
(۴) کتاب المعرفة والتاریخ للبسوی ص۱۶۴ ج۳
(۵) الاصابه فی تمییز الصحابة لابن حجر ص۴۶۶ ج۴ تحت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلعم۔

حضرت ام کلثومؓ کا انتقال

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا انتقال ۲ھ میں ہوگیا تھا (جیسا کہ حضرت رقیہؓ کے حالات میں ذکر کیا گیا) اور حضرت زینبؓ کا انتقال ۸ھ میں ہوا تھا جیسا کہ یہ بات ان کے حالات میں ذکر کی جا چکی ہے۔

قدرت کاملہ کی طرف سے حالات کی یہی صورت فیصلہ تھی اور اللہ تعالیٰ کو اسی طرح منظور تھا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کا انتقال بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں ہی ہو چنانچہ ماہ شعبان ۹ھ میں آپ بھی اپنے سفر آخرت پر چلی گئیں۔

...... وتوفیت ام کلثوم فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی شعبان سنۃ تسع من الھجرۃ" [1]

سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تینوں صاحبزادیوں کا جناب کی حیات

---

[1] (۱) تفسیر القرطبی ص ۲۴۲-۲۴۳ جلد رابع عشر ۱۴ تحت یٰایہا النبی قل لازواجک وبنات ...... الخ سورۃ احزاب۔

(۲) کتاب الثقات لابن حبان ص ۱۰۵ ج ثانی تحت سنۃ التاسع ۹

(۳) البدایۃ لابن کثیر ص ۳۹ ج ۵ تحت سنۃ تاسع ۹

(۴) طبقات ابن سعد ص ۲۵ ج ۸ تحت ذکر ام کلثومؓ۔

میں ہی انتقال کر جانا عجیب اتفاقات قدرت میں سے ہے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادگان بھی آنجناب کی حیات طیبہ میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ اندریں حالات آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی غمگینی واندوہناکی ایک فطری امر تھا اور انسانی تقاضوں کے عین مطابق تھا مگر حضرات انبیاء علیہم السلام اپنے مالک کریم کے فرمان کے تحت نہایت صابر و شاکر ہوتے ہیں اور اپنی امت کو بھی برداشتِ مصائب کی تلقین فرمایا کرتے ہیں۔ اس بناء پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی پیاری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات پر پوری طرح صابر و شاکر تھے آنجناب کی اولاد شریف میں سے اب صرف ایک صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ زندہ تھیں باقی تمام صاحبزادے اور صاحبزادیاں انتقال فرما گئیں۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

حدیث شریف میں مذکور ہے:۔

”اشد الناس بلاءً الانبیاء الامثل فالامثل الخ راد کما ذکر فی الحدیث“

یعنی انبیاء علیہم السلام لوگوں کے اعتبار سے زیادہ آزمائش میں ہوتے ہیں پھر جو ان کے زیادہ مشابہ ہو الخ

اس مقام میں بھی اسی چیز کا مظاہرہ ہوا۔ اور اُمّت کے لئے تسکین و تسلی کا ایک طرح یہ نمونہ قائم ہوا کہ جب ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے معاملہ میں یہ صورت پیش آئی اور ایک صاحبزادی کے بغیر باقی اولاد زندہ نہ رہی تو ہمارے لئے ایسی صورت ہو تو ہمیں بھی صبر و سکون سے کام لینا چاہیئے اور رضا الٰہی پر راضی رہنا چاہیئے۔ (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ)

”یعنی فرمان خداوندی ہے کہ تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ میں اسوہ حسنہ ہے۔ اس کے موافق عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

حضرت عثمانؓ کی تسکین خاطر

روایات کی کتابوں میں یہ چیز بھی ملتی ہے کہ جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس انقطاع صہریت پر نہایت غم زدہ اور پریشان خاطر تھے۔ ان حالات میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کی تسکین خاطر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ :-

"لو کن عشرًا لزوجتھن عثمان" [1]

یعنی اگر میرے پاس دس بیٹیاں ہوتیں تو میں ایکے بعد دیگرے (عثمان رضؓ کی تزویج میں دے دیتا"

اور بعض روایات میں اس سے زیادہ تعداد بھی منقول ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کے ساتھ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے عمیق تعلقات تھے اور اس رشتہ کے منقطع ہونے پر جانبین میں کس قدر قلبی اضطراب پیدا ہوا۔

نیز واضح ہوا کہ حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ پر ظلم و ستم کئے جانے کے قصے جو لوگوں نے وضع کیے ہوئے ہیں وہ سراسر جعلی اور بے بنیاد ہیں اگر ان میں سے کوئی بات صحیح ہوتی تو حضرت عثمانؓ اور نبی اقدسؐ کے درمیان تعلقات کشیدہ ہونے چاہییے تھے۔ لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے۔

---

[1] (۱) طبقات ابن سعد ص ۲۵ ج ۸ تحت ذکر ام کلثوم

(۲) مجمع الزوائد للھیثمی ص ۲۱۷ ج ۹ تحت ماجاء فی رقیۃ اواختہا ام کلثومؓ

حضرت ام کلثومؓ کے غسل کا بیان

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ان کے غسل اور کفن کے انتظامات سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائے اور جو عورتیں حضرت ام کلثومؓ کے غسل دینے میں شریک ہوئی تھیں ان کا ذکر متفرق روایات میں پایا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ام کلثومؓ کے غسل دینے میں حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب اور اسماء بنت عمیس اور لیلیٰ بنت قانف الثقفیہ اور ام عطیہؓ[1] انصاریہ شامل تھیں اور انہوں نے ام کلثومؓ کا غسل حسب دستور سرانجام دیا۔

ام عطیہؓ کہتی ہیں کہ صاحبزادی ام کلثومؓ کے غسل دلانے میں میں بھی موجود تھی۔

---

[1] قولہ ام عطیہؓ انصاریہ کے ذکر میں ایک تھوڑی سی تشریح کی ضرورت ہے۔ کہ صاحبزادی حضرت زینبؓ کے غسل کے موقع پر بھی ام عطیہ انصاریہؓ کے متعلق منقول ہے کہ یہ حضرت زینبؓ کے غسل دلانے میں شامل تھیں اور کفن کے کپڑوں کی تفصیلات ابھی انہوں نے ذکر کی ہیں (جیساکہ حضرت زینبؓ کے حالات میں بخاری شریف اور مسلم شریف کے حوالہ جات سے ذکر کیا گیا ہے)۔

تو ام عطیہؓ انصاریہ کے متعلق علماء فرماتے ہیں کہ:۔

"ویمکن الجمع بان تکون حضرتھما جمیعا"

(فتح الباری شرح بخاری ص۹۹ ج۳ باب غسل المیت ووضوءہ)

یعنی ہو سکتا ہے کہ ام عطیہ انصاریہؓ حضرت زینبؓ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ بیری کے پتوں والے پانی سے تین پانچ یا سات بار غسل دلائیں اس کے بعد آخر میں کافور کی خوشبو لگائیں اس کے بعد مجھے اطلاع کریں۔ پس ہم نے اسی طرح کیا اور نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع کی تو آپؐ نے ہمیں کفن کے کپڑے اس ترتیب سے پکڑائے کہ پہلے ایک چادر پھر ایک قمیص اور پھر ایک اوڑھنی اور اس کے بعد ایک چادر اور پھر ایک بڑی چادر جس میں تمام جسم کو لپیٹ دیا گیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس مکان کے دروازے پر تشریف فرما تھے آنجناب کے پاس یہ کپڑے تھے جو آپ نے ایک ایک کر کے ہمیں پکڑائے۔ اور آنجنابؐ کے ارشاد کے مطابق ان کو استعمال میں لایا گیا۔ اور امّ کلثوم کی کفن پوشی کا کام سرانجام پایا۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

اور حضرت ام کلثومؓ دونوں کے انتقال کے بعد غسل میں شریک ہوئی ہوں۔

اور یہ بھی علامہ ابن عبدالبر نے ام عطیہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ :- بانّھا کانت غاسلۃ المیتات۔ یعنی ام عطیہ انصاریہ میتوں کے غسل دینے میں ہمیشہ شریک ہوتی تھیں"۔ فلہٰذا ام عطیہ کا متعدد غسلوں میں شریک ہونا کوئی قابل اشکال نہیں ہے۔ (منہ)

(۱) شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی ج۳ ص۲۰۱ تحت ذکر ام کلثومؓ

(۲) تہذیب الاسماء واللغات للنووی ص۳۶۴ تحت ام عطیہ

(حرف العین)

ذیل مقامات میں یہ مضمون منقول ہے اہل علم رجوع فرما سکتے ہیں:[1]

---

[1] (۱) مسند احمد ص۳۸۰ ج-۶ تحت حدیث لیلیٰ بنت قانف الثقفیہ۔
(۲) السنن الکبریٰ للبیہقی ص۶-۷ ج-۴ باب کفن المرأۃ
(۳) شرح السنۃ للبغوی ص۳۱۳-۳۱۴ جلد خامس باب التکفین۔
(۴) البدایۃ لابن کثیر ص۳۹ ج-۵ تحت ۹ھ۔
(۵) اسد الغابۃ ص۶۱۲ ج-۵ تذکرہ ام کلثوم
(۶) ذخائر العقبیٰ للمحب الطبری ص۱۶۶-۱۶۷ تحت ذکر وفات ام کلثومؓ۔

ان روایات سے فقہاء کرام نے غسل اور کفن کے مسائل استنباط کر کے کتب فقہیہ میں درج کئے ہیں۔

حضرت سیدہ ام کلثوم کی نماز جنازہ

جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا غسل اور کفن ہو چکا تو ان کے جنازہ کے لئے سردار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم ساتھ تشریف لائے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ خود پڑھائی اور آنجناب کے معیت میں جو صحابہ کرام رض موجود تھے وہ تمام شامل ہوئے۔

"قال ابن سعد و صلے علیھا ابوھا صلی اللہ علیہ وسلم۔"[1]

حضرت ام کلثوم رض کے لئے یہ ایک فضیلت عظمیٰ ہے کہ ان پر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے مغفرت کی دعائیں فرمائیں اور آپ کے ساتھ باقی صحابہ کرام بھی دعا کرنے میں شامل اور شریک رہے۔

یہ تمام چیزیں "قرائنِ اجابت ہیں اور "حسن مآل" پر دال ہیں۔ غفر اللہ تعالیٰ لھا ولاخواتھا۔

---

[1] (۱) شرح مواھب اللدنیہ للزرقانی ص ۲۰۰ ج ۳ } تحت ذکر ام کلثوم رض

(۲) تاریخ الخمیس للدیار البکری ص ۲۷۶ ج اول } تحت ذکر ام کلثوم بنت رسول اللہ صلعم

(۳) طبقات ابن سعد ص ۲۶ ج ۸ جلد ثامن } تحت ذکر ام کلثوم

حضرت اُمِّ کلثومؓ کا دفن

جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ ہو چکی تو اس کے بعد آپ کو دفن کرنے کے لئے جنت البقیع میں لایا گیا اور سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے اور جب قبر تیار ہو چکی تو ام کلثومؓ کو دفن کرنے کے لیے ابو طلحہ انصاریؓ قبر میں اترے اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت علیؓ اور الفضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم بھی ان کے ساتھ قبر میں اترے اور دفن کرنے میں معاونت کی۔

آنحضرت صلعم کا غم واندوہ

خادم نبوی حضرت انسؓ ذکر کرتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے دفن کے موقع پر ہم حاضر تھے اور سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر تشریف فرما تھے اور میں نے دیکھا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو مبارک (فرطِ غم کی وجہ سے) جاری تھے۔

"عن انس رضی اللہ قال شھدنا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تدفن ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس علی القبر فرایت عینیہ تدمعان" [1]

---

[1] (۱)، مشکوٰۃ شریف ص۱۴۹ تحت باب دفن المیت الفصل الثالث

(بقیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

مختصر یہ ہے کہ صاحبزادی ام کلثومؓ کے انتقال اور غسل و کفن و جنازہ و دفن کے تمام مراحل میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود موجود تھے اور شریک حال اور نگران کار تھے اور یہ تمام امور جناب کے ارشادات کے تحت سرانجام پائے ام کلثوم کے حق میں یہ بہت بڑی عظمت کی چیز ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و عن اخواتھا و عن امھاتھا۔

اب اس کے بعد "ازالہ شبہات" تحریر کیا جاتا ہے جیسا کہ سابقا یہ عنوان سوانح کے آخر میں درج کیا جا رہا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

(۲) شرح السنة للبغوی ص۳۹۴ ج۵ باب نزول الرجل فی قبر المرأة۔

(۳) طبقات ابن سعد ص۲۶ ج۸ تحت ذکر ام کلثومؓ۔

(۴) تفسیر القرطبی ص۲۴۲-۲۴۳ جلد رابع عشر ۱۴ تحت ایة قل لا زواجك......

(سورة الاحزاب)

۱

بعض لوگوں کی طرف سے یہ شبہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت ام کلثوم رض، ام المومنین ام سلمۃ رض کی لڑکی تھیں اور ان کے سابق زوج ابو سلمہ کی اولاد میں سے تھیں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پرورش پانے کی بناء پر ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کہا گیا ہے۔ یعنی ام کلثوم رض نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لے پالک بیٹی ہیں جسے عربی زبان میں "ربیبہ" کہتے ہیں۔

جواباً گذارش ہے کہ :-

حضرت ام سلمہ رض کی اولاد جو ابو سلمہ سے تھی اس میں بیشتر علماء نے تو ام کلثوم رض نامی کوئی لڑکی ذکر ہی نہیں کی۔ ابو سلمہ کی اولاد میں دو لڑکے سلمہ اور عمر اور دو لڑکیاں زینب اور درہ ذکر کی گئی ہیں البتہ بعض علماء نے ابو سلمہ کی ایک لڑکی "ام کلثوم" بھی ذکر کی ہے۔ لیکن یہ قول شاذ ہے اگر اسے درست بھی تسلیم کر لیا جائے کہ ام سلمہ رض کی ایک لڑکی ام کلثوم بھی تھیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا، کہ یہی ام کلثوم حضرت عثمان رض کی زوجہ بنیں حضرت ام سلمہ کی لڑکی اگر ہے بھی تو وہ ام کلثوم دوسری ہے اس کی ماں کا نام ام سلمہ ہے اور اس ام کلثوم کی والدہ کا نام حضرت خدیجہ رض ہے

نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا یہ ایک دوسری شخصیت ہے حضرت اُم سلمہؓ کی بیٹی نہیں۔ جیسا کہ ہم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی اولاد کی تفصیلات کے تحت قبل ازیں مفصل ذکر کر دیا ہے۔

سو اس اعتراض کی بنیاد صرف تشابہ لفظی پر ہے کہ دونوں لڑکیوں کا نام ام کلثوم ہے محض مشابہت اسمی کی وجہ سے اعتراض پیدا کر لیا گیا ہے ورنہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اتنی اہم تاریخی بات کا فیصلہ کرنے کے لئے محض اس قسم کے احتمالات اور لفظی شبہات کوئی وزن نہیں رکھتے۔

معترض دوستوں نے ایک یہ اعتراض بھی نشر کیا ہے۔ کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تینوں صاحبزادیوں (حضرت زینبؓ۔ حضرت رقیہ رضؓ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالے عنہن) کی کوئی فضیلت کی چیز اسلامی کتب میں نہیں پائی جاتی، شیعہ وسنی علماء کی تصانیف کا ہر صفحہ ان کے ذکر فضیلت سے کورا نظر آیا اور نبی پاک اور ان بیٹیوں کے درمیان الفت ومحبت کا مظاہرہ کہیں نظر نہیں آتا؛

وغیرہ وغیرہ۔

اس اعتراض کے جواب کے لئے اس چیز کی ضرورت ہے کہ ہر سہ صاحبزادیوںؓ کے مذکورہ سوانح پر ایک نظر ڈال لی جائے اور ایک ایک عنوانؒ کو سامنے رکھا جائے تو یہ مسئلہ صاف ہو جاتا ہے اور اس

اعتراض کا بے بنیاد ہونا از خود واضح ہو جاتا ہے۔

ناظرین کرام کی توجہ کے لئے چند معروضات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔ ان پر غور فرمائیں۔

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ ان تینوں صاحبزادیوں کے احوال و سوانح ہم نے قریباً اڑتیس عدد اپنی کتب سے اور ساتھ ہی کم و بیش چوبیس[۲۴] عدد شیعہ اکابر علماء کی کتب سے پیش کئے ہیں جن کے اسماء کی فہرست اس کتاب کے اوّل میں یا آخر میں شامل کر دی گئی ہے۔ ان کتابوں کے ذخیرہ سے ہر سہ صاحبزادیوں کے احوال بقدر ضرورت ہم نے نقل کر دیئے ہیں اور بیشتر مقامات میں ان کی اصل عبارات بھی ذکر کر دی ہیں تاکہ ناظرین کرام کے لئے پوری طرح تسلی کا سامان ہو جائے۔

اہل علم و دانش ان تفصیلات کے مطالعہ سے بخوبی معلوم کر سکتے ہیں کہ معترضین کا یہ دعویٰ کہ "سنی و شیعہ کتب ان کے ذکر فضیلت سے خالی ہیں" کہاں تک درست ہے؟ اور "بنات ثلاثہ" کے ذکر فضیلت کا کتب تاریخ و روایات میں نہ پائے جانے کا بلند بانگ دعوے کتنا قدر صحیح ہے؟؟ اور اس میں کیا کچھ صداقت ہے؟؟

(۲) دوسری چیز یہ ہے کہ ان تینوں صاحبزادیوں کے احوال کا ایک مختصر خاکہ آپ مندرجہ ذیل صورت میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں مثلاً ان تینوں صاحبزادیوں (حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ) کا:-

۱- سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے "نسب مبارک" اور "اولاد شریف" میں سے ہونا۔

۲ ۔ آنجنابؐ کے خانہ مبارک میں پرورش پانا اور تربیت حاصل کی۔

۳ ۔ اسلام لانا اور دین کی دولت سے مشرف ہونا۔ اور بعیتِ نبویؐ سے سرفراز ہونا۔

۴ ۔ حضرت رقیہؓ کا دو ہجرتوں اور زینبؓ و ام کلثومؓ کا ایک ایک ہجرت کے مصائب اٹھانا اور شرف ثواب حاصل کرنا اور مہاجرین کے فضائل سے بہرہ ور ہونا۔

۵ ۔ آنجنابؐ کا ان کے حق میں نکاح و تزویج کے سامان کرنا اور ان کے ساتھ مہر و الفت کے شائستہ تعلقات قائم رکھنا۔

۶ ۔ پھر ان بیبیوں سے جو اولاد ہوئی اس کے ساتھ آنجنابؐ کا محبت و الفت کا سلوک کرنا۔

۷ ۔ ان "بنات طیبات" کے حق میں آنجنابؐ کا "کلمات خیر" فرمانا۔

۸ ۔ حضرت رقیہؓ کے بغیر باقی دونوں صاحبزادیوں (حضرت زینب و حضرت اُم کلثومؓ) کی وفات کے موقع پر آنجناب کا موجود ہونا اور رنج والم کے واقعات میں شرکت کرنا اور حضرت رقیہؓ کی قبر پر تشریف لے جانا۔

۹ ۔ ان پیاری صاحبزادیوں کے غسل و کفن کے انتظامات خود مکمل کرانا اور بعض دفعہ اپنی چادر مبارک ان کے کفن میں شامل کرنا۔

۱۰ ان کی نماز ہائے جنازہ خود پڑھانا اور ان کے حق میں مغفرت کی دعائیں فرمانا۔

۱۱ ۔ اس کے بعد اپنی نگرانی میں ان کے دفن کے انتظامات کرنا اور قبر میں اُتر کر خصوصی دعائیں فرمانا۔

۱۲ ۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا اپنی پیاری بہنوں کے ان اندوہناک مواقع میں غمگساری کے طور پر شریک و شامل ہونا وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ بالا امور اہل علم اور دیندار و منصف مزاج لوگوں کے نزدیک خیر و برکت کے شمار ہوتے ہیں اور فضیلت اور عظمت کے واقعات سمجھے جاتے ہیں۔

ان تمام احوال سے صرف نظر کر کے بعض لوگوں کا یہ کہہ دینا کہ "ان محترم بیبیوں کے حق میں کوئی فضیلت کی چیز کتابوں میں دستیاب نہیں ہوتی" اور یہ نبی کی رواجی بیٹیاں تھیں یہ نبی کی روایتی بیٹیاں تھیں۔ نیز یہ کہنا کہ آنجناب کے ان بیٹیوں سے انس و محبت کے فطری تعلقات کا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا۔ یہ امر واقع کے بالکل برعکس ہے اور سیرت نبوی کے واقعات کے من وعن بر خلاف ہے۔ اسلامی تاریخ کے بیانات کے ساتھ تضاد ہے۔

اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے ساتھ سراسر ظلم اور ناانصافی ہے اور آنجناب کی مقدس نسل کے ساتھ خاص قلبی عداوت ہے اور حضرت فاطمۃ الزہرا رض کے ساتھ بظاہر دوستی کی شکل میں دشمنی ہے کہ ان کی حقیقی بہنوں کے نسب مبارک کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان بیبیوں کے فضائل و مکارم کی نفی کر کے خاندان نبوی کے ساتھ ستم روا رکھا جا رہا ہے جس کی وجہ سے اہل اسلام اور اہل ایمان کے قلوب مجروح ہوتے ہیں۔ (فیا اسفاہ)

یہاں حضرت سیدہ ام کلثوم رض کے متعلقات اختتام پذیر ہیں اس کے بعد حضرت فاطمہ رض کے حالات ذکر کیے جاتے ہیں۔ (بعونہ تعالیٰ)۔

سوانح حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ماقبل میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سہ صاحبزادیوں (حضرت زینب، حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کے احوال اور سوانح بقدر ضرورت ذکر کیے ہیں۔ اس سے ان طیبات طاہرات کی عظمت اور منزلت پورے طور پر نمایاں ہوتی ہے۔ اس کے بعد آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی چہارم صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے احوال زندگی ذکر کیے جاتے ہیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی اولاد کی تفصیلات کے تحت گذشتہ اوراق میں ان کے اجمالی ذکر و اذکار آ گئے تھے لیکن یہاں ان کے مستقل سوانح حسب ترتیب درج کرنا مطلوب ہیں اب وہ تحریر کیے جاتے ہیں۔ فضائل و مناقب (جو عند الجمہور صحیح ہوں) وہ بھی ذکر کیے جائیں گے اور خاص طور پر اخلاق و کردار اور عملی و معاشرتی زندگی کے پہلو زیادہ واضح کرنے کا ارادہ ہے۔ (بعونہٖ تعالیٰ)

ولادت باسعادت

سیرت نگاروں کے نزدیک سیدہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سن ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض حضرات لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں قریش مکہ کعبہ شریف کی بنا کر رہے تھے اس زمانہ میں حضرت فاطمہؓ کی ولادت باسعادت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہوئی اور اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس سال کو پہنچ چکی تھی۔ اور یہ واقعہ نبوت سے قریباً پانچ برس پہلے کا ہے[1]

اور بعض علماء کے نزدیک ان کی ولادت بعثت نبوی کے قریب ہوئی اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت اکتالیس سال تھی۔ اسی طرح مزید اقوال بھی اس مقام میں منقول ہیں[2]

سیّدہ فاطمہؓ کا اسم گرامی اور القاب

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں مشہور قول کے مطابق حضرت فاطمہ

---

[1] ۱۔ طبقات ابن سعد ص۱۱ ج۸ تحت ذکر فاطمہؓ۔ طبع لیڈن۔

۲۔ الاصابہ لابن حجر ص۳۶۵ ج۴ تحت ذکر فاطمہؓ۔

۳۔ تفسیر القرطبی ص۲۴۱ ج۱۴ تحت آیت قل لازواجک وبناتک ..... الخ (سورۃ احزاب)

[2] ۱۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر ص۳۶۵ ج۴ تحت تذکرہ فاطمۃ الزہراؓ۔

رضی اللہ عنہا سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ ان کا اسم گرامی "فاطمہ" ہے اور ان کے القاب ہیں "زھرا" اور "بتول" مشہور لقب ہیں۔ یہ چاروں صاحبزادیوں (حضرت زینب، رقیہ، اُم کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن) حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی اولاد شریف ہیں اور باہمی حقیقی بہنیں ہیں۔

ان کی پرورش اور تربیت خانۂ رسُول خُدا کے مبارک ماحول میں ہُوئی۔ اور اپنی والدہ محترمہ رضی اللہ عنہا کی نگرانی میں سن شعور کو پہنچیں اور اپنے والدین شریفین کے نفوس طیبہ سے مستفید ہوتی رہیں۔

شمائل وخصائل

حدیث شریف کی کتابوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ان کی سیرت اور طرز طریق کو محدثین اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ:

فاقبلت فاطمة تمشي۔ ما تخطئ مشيتة الرسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا۔

یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جس وقت چلتی تھیں تو آپ کی چال ڈھال اپنے والد شریف صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مشابہ ہوتی تھی۔[1]

---

[1] ۱۔ مسلم شریف ص ۲۹۰ ج ثانی باب فضائل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

۲۔ الاستیعاب ص ۳۶۳/۳۶۴ جلد چہارم تحت تذکرہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

۳۔ حلیۃ الاولیاء۔ لابی نعیم الاصفہانی ص ۳۹ جلد ثانی تحت تذکرہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

ترمذی شریف میں یہی مضمون حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح مروی ہے کہ:۔

"عن عائشۃ قالت ما رأیت احداً اشبہ سمتاً و دلاً و ھدیا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

یعنی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ قیام و قعود میں نشست و برخاست کے عادات و اطوار میں حضرت فاطمہؓ سے زیادہ مشابہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا طرز و طریق اخلاق شمائل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ موافق تھا۔ "الولد سر لابیہ" کے صحیح مصداق تھیں۔ اور آپ کی گفتار رفتار اور لب و لہجہ اپنے والد شریف کے بہت مطابق تھا۔

بچپن کا ایک واقعہ

قریش مکہ کی اسلام سے عداوت ابتداء سے ہی قائم تھی اور وہ ہمیشہ مسلمانوں کی تذلیل و تحقیر کے مواقع کی تلاش میں رہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ذکر کرتے ہیں کہ ایک بار نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف کے پاس حرم میں نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش کے چند شرار نے شرارت کی، شتر کا اوجھ لاکر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر رکھ دیا۔ آنجناب سربسجود تھے قریش اس حرکت پر آپس میں بڑے مسرور ہوئے۔ کسی نے جاکر حضرت فاطمہؓ کو اسکی اطلاع دی (آپ کا بچپن تھا) جلدی پہنچکر آنجناب سے اس اوجھ کو اتارا۔ اور کافروں سے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو بددعا فرمائی وہ قبول ہوئی۔ اور ان میں سے بیشتر غزوہ بدر میں مارے گئے۔

وعن عبداللہ بن مسعود قال...... فانطلق منطلق الی فاطمہ

وهي جويرية فاقبلت تسعٰى وثبت النبي صلى الله عليه وسلم ساجدًا حتٰى القته عنه واقبلت عليهم تسبهم فلما قضٰى رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلوٰة قال اللّٰهم عليك بقريش۔ اللهم عليك بقريش[1]..... الخ

ہجرت مدینہ طیبہ

اسلام میں جو مشہور ہجرت ہوئی تھی اس کا تفصیلی واقعہ سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں مفصّل موجود ہے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سمیت اپنے اہل وعیال سے پہلے مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔

کچھ مدت گزرنے کے بعد آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل وعیال اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اہل وعیال کو مکّہ شریف سے بلانے کا انتظام فرمایا۔

اس سے پہلے حضرت ام کلثومؓ کے حالات ہجرت میں اس کا ذکر آچکا ہے۔ یہاں حضرت فاطمہؓ کے حالات کے سلسلہ میں ان کی ہجرت مدینہ کا واقعہ بقدر ضرورت درج کیا جاتا ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرمائی تو ہم کو اور اپنی بیٹیوں (حضرت فاطمہؓ وحضرت ام کلثومؓ) کو مکہ شریف میں چھوڑ گئے تھے۔

جب آپؐ مدینہ شریف میں مقیم ہو گئے تو آنجنابؐ نے ہمارے منگوانے کے لئے انتظام فرمایا۔ چنانچہ زید بن حارثہ اور ابورافع رضؓ کو اس کام کے لئے متعین فرمایا اور ان کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم عنایت فرمائے تاکہ اس رقم سے مزید سواری خرید

[1] بخاری شریف ج ۱ باب المروۃ تطرح عن المصلی شیئا من الاذی

سکیں اور دیگر مصارف میں بھی انہیں صرف کر سکیں دیہ دراہم آنجناب نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حاصل کئے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی اپنے اہل وعیال کو منگوانے کے لئے عبداللہ بن اریقط لیثی کو سواریاں دے کر زید ابن حارثہؓ اور ابورافعؓ کے ساتھ روانہ کیا اور اپنے بیٹے عبداللہ کی طرف لکھا کہ وہ اپنی والدہ (ام رومانؓ) اور اپنی بہنوں (حضرت عائشہ اور اسماءؓ) کو ساتھ لائیں۔ پس جب یہ حضرات مدینہ شریف سے روانہ ہو کر "قدید" کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے ضرورت کے مطابق سواریاں خریدیں اور پھر مکہ شریف میں داخل ہوئے اور حضرت طلحہؓ کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ وہ بھی ہجرت مدینہ کے لئے آمادہ تھے۔ پس یہ تمام احباب (حضرت زیدؓ۔ ابورافعؓ۔ حضرت فاطمہؓ وام کلثومؓ۔ ام المومنین حضرت سودہؓ اسامہؓ بن زید اور ام ایمنؓ) مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اہل وعیال جو اوپر مذکور ہوئے وہ بھی ہمراہ تھے اور تمام قافلہ ایک سفر میں ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچا۔

علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء جلد دوم میں یہ واقعہ بعبارت ذیل درج کیا ہے:۔

"عن عائشة قالت لما هاجر رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المدينة خلفنا وخلف بناته- فلما قدم المدينة بعث الينا زيد بن حارثة وابا رافع واعطاهم بعيرين وخمسمائة درهم اخذها من ابى بكر ليشتريان بهما تحتاج اليه من الظهر- وبعث ابوبكر معهما عبد الله بن اريقط الليثى ببعيرين اوثلاثة وكتب الى ابنه عبد الله يامره ان يحمل اهله- ام رومان وانا واختى اسماء فخرجوا فلما انتهوا الى قديد اشترى بتلك الدراهم

ثلاثة ابعرة ثور خلوا مكة وصادفوا طلحة يريد الهجرة بآل ابی بکرؓ فخرجنا جميعًا وخرج زيد وابو رافع بفاطمة وام كلثوم و سودة وام ايمن واسامة فاصطحبنا جميعًا ۔[1]

تنبیہ :- باقی صاحبزادیوں حضرت زینبؓ اور حضرت رقیہؓ کی ہجرت کے احوال سابقًا ان کے تذکروں میں درج ہو چکے ہیں۔ گویا ہر چہار صاحبزادیاں شرفِ ہجرت سے مشرف تھیں اور مہاجرین کی فضیلتوں سے بہرہ یاب تھیں۔

سیّدہ فاطمہؓ کی تزویج

مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر ہونے کے بعد سنہ ۲ھ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کی تزویج کی طرف توجہ فرمائی۔ بعض روایات کی رُو سے حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے نکاح کے متعلق "خطبہ" عرض کیا بطور منگنی کے درخواست پیش کی تو آنجنابؐ نے فرمایا آپؓ کے پاس مہر کے لئے کوئی چیز ہے؟ تو حضرت علیؓ نے عرض کیا اور تو کوئی چیز نہیں مگر ایک سواری اور زرہ ہے اس روایت میں ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو چار سو درہم میں بیچ ڈالا۔ اس موقعہ پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] سیر اعلام النبلاء للذہبی ص۱۰۹ ج-۲ تحت عائشة ام المؤمنین رض

[2] البدایة لابن کثیر ص۲۰۲ ج-۳ فصل فی دخوله علیه السلام المدینة وابن استقر منزله ......الخ

نے فرمایا کہ اس میں سے حضرت فاطمہؓ کے لئے خوشبو بھی خرید کی جائے کیونکہ فاطمہ بھی خواتین میں سے ہے اور ان کے لئے خوشبو درکار ہوتی ہے۔

عن جعفر بن سعد عن ابیہ ان علیا قال لما خطبت فاطمۃ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھل لك من مھر؟ قلت عندی راحلتی ودرعی۔ فبعتھما باربعمائۃ وقال اکثروا من الطیب لفاطمۃ فانھا امرأۃ من النساء۔[1]

روایت بالا کے قریب سنن سعید بن منصور میں بھی اس مضمون کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔[2]

سیدہ فاطمہؓ کے مکان کی تیاری

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ کے مکان کے لئے حضرت عائشہؓ (ام المومنین) کو فرمایا کہ فاطمہؓ کی رخصتی کے لیے مکان کی تیاری کی جائے اس موقعہ پر اس کام میں ام سلمہؓ بھی ان کے ساتھ معاون تھیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ہم نے اس کام کی تیاری شروع کی اور وادی بطحا سے اچھی قسم کی مٹی منگوائی۔ اس مکان کو لیپا

---

1. التاریخ الکبیر لامام بخاریؒ ص ۶۱ ج ۲ القسم الثانی تحت باب العین
2. کتاب السنن لسعید بن منصور ص ۱۵۲ جلد ثالث قسم اول تحت باب ما جاء فی الصداق۔ طبع مجلس علمی۔

پونچھا اور صاف کیا۔ پھر ہم نے اپنے ہاتھوں سے کھجور کی چھال درست کر کے دو گدے تیار کیے اور خرما اور منقی سے خوراک تیار کی اور پینے کے لیے شیریں پانی مہیا کیا پھر اس مکان کے ایک کونے میں لکڑی گاڑ دی تاکہ اس پر کپڑے اور مشکیزہ لٹکایا جا سکے۔
جب مذکورہ بالا انتظامات مکمل ہو چکے تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

"فما رأینا عرسا أحسن من عرس فاطمة"

یعنی فاطمہؓ کی شادی سے بہتر ہم نے کوئی شادی نہیں دیکھی" [1]

سیّدہ فاطمہؓ کا جہیز

حضرت فاطمہؓ کی شادی کے سلسلہ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تیاری کے جو سامان کئے گئے ان میں سے جہیز فاطمہؓ کا ایک مستقل عنوان کتابوں میں پایا جاتا ہے چنانچہ اس مقام میں حضرت علیؓ سے جو روایت مروی ہے اس کو ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

"عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما زوّجه فاطمة بعث معهما بخمیلة ووسادة من ادم حشوها لیف ورحیین وسقاء وجرتین" [2]

---

[1] ۱۔ السنن لابن ماجة ص۱۳۹ کتاب النکاح باب الولیمة مطبوعہ مطبع نظامی۔ دھلی

[2] ۱۔ مسند احمد ص۱۰۴ ج۔ اوّل تحت مسندات علی کرم اللہ وجہہ

۲۔ الفتح الربانی ص۴۴-۴۵ جلد۔ ۲۱ (ترتیب مسند احمد) (بقیہ ص۲۶۶ پر)

(۳) مسند ابی یعلی الموصلی ص۲۰۲ ج اول تحت مسندات علویؓ طبع جدید۔ بیروت

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میرے ساتھ حضرت فاطمہؓ کی تزویج کر دی تو آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہؓ کے جہیز میں درج ذیل چیزیں ارسال فرمائیں۔

ایک بڑی چادر۔ ایک چمڑے کا تکیہ جو کھجور کی چھال یا اذخر (خوشبودار گھاس) سے بھرا ہوا تھا۔ ایک چکی (آٹا پیسنے کے لئے)۔ ایک مشکیزہ اور دو گھڑے تھے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی کے لئے یہ مختصر سا جہیز عنایت فرمایا گیا۔ ان کی ازدواجی زندگی کی ضروریات پورا کرنے کے لئے کل سامان معیشت یہی کچھ تھا۔

یہاں سے ان حضرات کی خانگی معیشت کا اندازہ ہوتا ہے یہاں کسی قسم کے تکلفات اور زیب وزینب کی مکلف چیزیں نظر نہیں آتیں گویا اُمت کے لیے یہ سادہ اور مختصر سامان سبق آموزی کے لئے ایک نمونہ ہے۔ اور اس بے سرو سامانی کے احوال میں ان حضراتؓ کا گزر بسر کرنا عملاً تبلا رہا ہے کہ مسلمان کے لئے اصل چیز فکر آخرت ہے اور یہ زندگی عارضی ہے اس کے لئے کسی بڑی کدو کاوش کی ضرورت نہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص۲۶۱)

۳ { دلائل النبوۃ للبیہقی ص۴۳۰-۴۳۱ جلد ثانی
تحت باب ماجاء فی تزویج فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۴- البدایۃ ص۳۴۶ ج-۳ تحت فصل فی دخول علی ابن ابی طالب علی زوجتہ فاطمہؓ

۵- البدایۃ ص۳۳۲ ج-۶ ذکر من توفی فی ھذہ السنۃ (۱۱ھ)

۶- السنن للنسائی ص۷۷ ج-۲ باب جھاز الرجل ابنتہ

انعقاد نکاح اور زوجین کی عمر

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تزویج اور شادی کے سلسلہ میں جب ابتدائی مراحل طے ہو چکے اور مکان اور جہیز وغیرہ کی تیاری ہو چکی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر خداوندی مجلس نکاح قائم کر کے حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علی المرتضیٰؓ سے کر دیا۔ اور عام روایات کے اعتبار سے مہر[1] چار سو مثقال مقرر کیا گیا۔ فاضل زرقانی وغیرہم کے بیان کے موافق مجلس نکاح میں اکابر صحابہ کرامؓ (حضرت ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ وغیرہم) مدعو تھے اور یہ حضرات اس واقعہ کے گواہ تھے۔ نکاح کی یہ تقریب بالکل سادہ تھی اس میں کسی قسم کے تکلفات نہ برتے گئے اور نہ زمانے کی کوئی رسومات ادا کی گئیں۔

نکاح کے بعد علماء کرام فرماتے ہیں کہ آنجنابؐ نے اپنی دختر کو بی بی ام ایمن کے ساتھ حضرت علیؓ کے خانۂ مبارک میں روانہ فرمایا اور ام ایمن کی معیت میں حضرت فاطمہؓ پیدل چل کر تشریف لے گئیں اور کوئی ڈولی اور سواری وغیرہ تجویز نہ کی گئی تھی۔

تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ جنگ بدر کے بعد رمضان شریف سنہ ۲ھ میں حضرت علیؓ کا تزوج ہوا اور اس کے چند ماہ بعد یعنی ذوالحجہ سنہ ۲ھ میں رخصتی عمل میں آگئی۔ اس وقت حضرت فاطمہؓ کی عمر بعض سیرت نگاروں کے مطابق پندرہ[15] سال اور پانچ ماہ تھی اور بعض کے نزدیک اٹھارہ سال تھی۔ اس مقام میں کئی دیگر اقوال بھی منقول ہیں۔ اور حضرت علیؓ کی عمر مشہور قول کے مطابق اس وقت اکیس[21] برس کی تھی[2]۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] ۔ تفسیر القرطبی ص۲۳۲ ج۱۴ تحت آیت قل لازواجک وبناتک.....الخ

[2] الاکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوۃ تحت ذکر فاطمۃ الزہراءؓ (باقی صیرر) ص۶۱۳

انتباہ

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی شادی اور بیاہ کے سلسلہ میں ہم نے صرف تین چار عنوان مختصراً ذکر کیے ہیں اور بقدر ضرورت احوال درج کیے ہیں مصنفین حضرات نے اس موقعہ پر بے شمار طول طوال اور رطب ویابس روایات تحریر کی ہیں ان کی صحت واقعہ اور عدم صحت کا کوئی لحاظ نہیں رکھا۔ ان بے اصل چیزوں اور بے سروپا روایات پر نظر کرتے ہوئے علماء نے اس مقام میں ان سے پہلوتہی کا اشارہ کیا ہے :-

"وقد وردت احادیث موضوعۃ فی تزویج علیؓ بفاطمۃؓ لم نذکرہا رغبۃ عنہا" [1]

ابن کثیر کہتے ہیں یعنی حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی تزویج میں بہت سی روایات جعلی وارد ہوئی ہیں ہم ان سے روگردانی کرتے ہوئے ان کو ذکر نہیں کرتے "

"فراش شبینہ"

جب ان دونوں حضرات (حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ) کی تزویج ہو چکی تو

(بقیہ حاشیہ صـــ)

۳۔ تہذیب الاسماء واللغات للنووی تحت ذکر فاطمۃ الزہراءؓ

۴۔ شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی ص ۲۰۳ ج ۲ تحت ذکر تزویج علی بفاطمہؓ

(حاشیہ صفحہ ہذا)

[1] البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ص ۳۴۲ ج ۶ تحت واقعات سن ہذا۔

اس کے بعد ان کی ازدواجی زندگی اور خانگی معیشت کا دور شروع ہوا۔ اس میں کئی واقعات اس نوعیت کے دستیاب ہیں کہ ان کے پاس بچھانے کے لیئے کوئی عمدہ قسم کا بستر نہیں تھا اور زوجین کے لیئے سونے کے الگ الگ کپڑے موجود نہ تھے چنانچہ حضرت علیؓ سے مندرجہ ذیل روایت مذکور ہے۔

...... عن مجالد بن شعبة قال انا من سمع عليا رضى الله عنه يقول على المنبر نكحت ابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم وما لنا فراش ننام عليه الا جلد شاة ننام عليه بالليل و نعلف عليه الناضح بالنهار۔ [1]

یعنی ایک دفعہ حضرت علیؓ نے (اپنی دیرینہ سرگذشت) بیان کرتے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے ساتھ میرا نکاح ہوا تو بعض دفعہ یہ حالت تھی کہ ہمارے پاس رات کو سونے کے لیئے ایک بکری کی کھال تھی رات کو یہ ہماری خوابگاہ ہوتی اور دن کو اسی پر ہم اپنے شتر کو چارہ ڈالتے تھے۔

خانگی اُمور میں تقسیم کار

ازدواجی زندگی میں خانگی کام کاج ایک ضروری امر ہے جب تک سلیقہ سے سرانجام نہ پائے تب تک گھریلو نظام کار درست نہیں رہتا۔ اسی سلسلہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے گھر کے بارے میں خانگی معاملہ اسی طرح متعین فرما

---

[1] ۱ { کتاب السنن لسعید بن منصور ص۱۵۴ ج۳ قسم اوّل۔ مطبوعہ مجلس علمی تحت ما جاء فی الصداق }

۲۔ الطبقات لابن سعد ص۱۳ ج۸ تحت ذکر فاطمہؓ

فرما دیا تھا کہ :۔

فاطمہؓ اندرونِ خانہ سارا کام کاج سرانجام دیں گی اور علی المرتضےؓ بیرون خانہ کے فرائض بجا لائیں گے۔

..... تقضیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ابنته فاطمة بخدمة البیت وقضیٰ علی علی (رضی اللہ عنہ) بما کان خارجاً من البیت من خدمة لہ

اور ایک دوسری روایت میں جو حضرت علیؓ سے منقول ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد کی خدمت میں ذکر کرتے ہیں کہ فاطمہؓ کے لئے بیرون خانہ کام کاج کی ضروریات میں پوری کروں گا۔ اور گھر کے اندر کے کام میں فاطمہؓ تمہارے لئے کفایت کریں گی۔ آٹا پیسنا۔ آٹا گوندھنا۔ اور روٹی پکانا وغیرہ۔ ٢ہ

عنوان بالا کے تحت حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے حق میں شیعہ علما نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے کہ اندرونِ خانہ کام کاج حضرت فاطمہ سرانجام دیتی تھیں اور باہر کے کام حضرت علی سرانجام دیتے تھے۔ ٣ہ

لہ ١ - حلیۃ الاولیاء للحافظ ابی نعیم اصفہانی ص ١٠٤ ج ٦
تحت نمبر ٣٤٠ - (ضمرۃ بن حبیب)

٢ہ ١ - سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ٩١ ج ثانی
تحت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

٢ - الاصابہ لابن حجر ص ٣٩٨ / ٣٩٩ جلد رابع
تحت فاطمہؓ بنت اسد (والدہ محترمہ حضرت علیؓ)

٣ہ ١ - کتاب الامالی للشیخ الطوسی ص ٢٧٤ ج ثانی۔ تحت مجلس یوم الجمعۃ الثالث والعشرین من رجب

خانگی امور کے لئے ایک خادم کا مطالبہ

جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے زوج محترم کے ساتھ الگ رہنے لگیں تو خانگی کام کاج خود سرانجام دیتی تھیں۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں ذکر ہو چکا۔ اسلام کا ابتدائی دور تھا بعض دفعہ غلام اور لونڈیاں فتوحات میں آتی تھیں اور مسلمانوں میں تقسیم ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ غلام آئے تو اس موقعہ پر حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہؓ سے بطور مشورہ کہا کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر ایک خادم کا مطالبہ کریں جو خانگی کام کاج میں آپ کا کفیل ہو سکے اور آپ اس زحمت سے بچ جائیں۔

اس بناء پر حضرت فاطمہؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں لیکن کچھ اور لوگ بیٹھے ہوئے تھے جن سے آپؐ مصروف گفتگو تھے۔ تو جناب سیدہ فاطمہؓ وہاں سے واپس لوٹ آئیں اور اس وقت کچھ عرض نہ کر سکیں۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوسرے وقت میں حضرت فاطمہؓ کے گھر خود تشریف لائے۔ وہاں حضرت علیؓ بھی موجود تھے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہؓ! آپ میرے پاس آئی تھیں۔ آپؐ اس وقت کیا کہنا چاہتی تھیں؟ تو حضرت فاطمہؓ حیا کی بنا پر خاموش رہیں۔ حضرت علیؓ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! میں عرض کرتا ہوں: فاطمہؓ گھر کا کام کاج خود کرتی ہیں۔ چکی پیستی ہیں تو ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے ہیں۔ پانی لانے کے لیے مشکیزہ خود اٹھاتی ہیں جس کی وجہ سے جسم پر نشان پڑ گئے ہیں۔ آنجنابؐ کی خدمت میں کچھ خدام آئے تو میں نے انؓ سے کہا تھا کہ جنابؐ کی خدمت سے ایک خادم طلب کریں تاکہ آپؓ مشقت اٹھانے سے بچ جائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ "اے بیٹی! تجھے اپنے فرائض خود ادا

کرنے چاہئیں اور اپنے خانگی کام خود سرانجام دینے چاہییں میں تمہیں وظیفہ بتلاتا ہوں جس وقت رات کو آپ آرام کرنے لگیں تو اسے پڑھ لیا کریں۔ ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳۔ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر۔ یہ سو عدد کلمات ہیں۔ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہیں" تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے راضی ہوں"

روایت ہذا کا مضمون اپنی اپنی عبارات میں متعدد علماء نے ذکر کیا ہے مقامات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں لہ

ان واقعات سے خواتین کے لئے درس عبرت ملتا ہے کہ اسلام میں جن گھرانوں کا مقام بہت بلند ہے ان مخدرات طیبات نے نہایت سادگی سے گذر کیا خانگی امور اپنے ہاتھوں سے بجالائیں اور اجر وثواب کی مستحق ہوئیں۔ آنے والی اُمتوں کے لئے گویا انہوں نے نمونے قائم کر دیئے۔

لہ ۱ { ابوداؤد شریف ص ۶۲ ج ۲ کتاب الخراج باب بیان مواضع قسم الخمس وسہم ذوی القربیٰ۔ طبع دہلی۔

۲ { بخاری شریف ص ۴۳۹ جلد اول باب الدلیل علی ان الخمس للنوائب۔

۳ { بخاری شریف ص ۸۰۷-۸۰۸ جلد ثانی باب عمل المرأۃ فی بیت زوجھا

۴ { مسند ابوداؤد الطیالسی ص ۱۶ ج اول احادیث علی ابن ابی طالبؓ

۵۔ مسند احمد ص ۱۴۶-۱۴۷-۱۵۳ جلد اول تحت مسندات علیؓ

خاتونِ جنّت کی درویشانہ زندگی اور کوتاہ لباس

اسی طرح آپ کی زاہدانہ زندگی کے احوال مصنفین نے اپنی تصانیف میں ذکر کئے ہیں۔

حضرت سیدہ فاطمہؓ کے لباس سے متعلق ایک واقعہ حضرت انسؓ نے ذکر کیا ہے کہ :-

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو ایک غلام عنایت فرمایا۔ غلام ساتھ تھا۔ سیدہ فاطمہؓ کے گھر میں آنجنابؐ تشریف لائے اتفاق سے حضرت فاطمہؓ ایک مختصر سا دوپٹہ زیب تن کئے ہوئے تھیں وہ اتنا کوتاہ اور مختصر تھا کہ اگر اس سے سر مبارک کو پوشیدہ کرتیں تو پاؤں نہیں چھپتے تھے اور اگر پاؤں ڈھانپتیں تو سر کھلا رہ جاتا تھا۔ یہ حالت ملاحظہ فرما کر آنجنابؐ نے فاطمہؓ کو ارشاد فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے (یعنی زیادہ تستر کی حاجت نہیں) ایک تیرے والد ہیں اور ایک تیرا غلام ہے۔

واقعہ ہذا سنن ابی داؤد میں بعبارت ذیل موجود ہے۔

..... عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی فاطمۃ بعبدٍ قد وھبہ لھا قال وعلی فاطمۃ ثوب اذا قنعت بہ رأسھا لم یبلغ رجلیھا واذا غطّت بہ رجلیھا لم یبلغ رأسھا۔ فلما رأی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ما تلقی

قال انه ليس عليك باس انما هو ابوك و غلامك۔" [1]

یہاں سے واضح ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا لباس گھر میں بقدر ضرورت میسر تھا۔ لباس میں کوئی تکلف نہ تھا۔ جو میسر ہوتا وہی زیب تن کر لیا کرتی تھیں۔

دوسرا معلوم ہوا محارم کے سامنے مختصر سے لباس کے ساتھ اگر عورت آجائے تو جائز ہے اور اندرون خانہ اس طرح صورت پیش آئے تو کوئی حرج نہیں۔

یہاں یہ ذکر کر دینا نیز مناسب ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ پر پہلے آنجنابؐ نے خادم عطا فرمانے کی نفی کر دی تھی وہ بالکل ابتدائی دورِ اسلام تھا بعد میں کچھ بہتر حالات ہونے پر حضرت فاطمہؓ کو آنجنابؐ نے ایک غلام عطا فرما دیا تھا۔ اس بنا پر روایات میں تفاوت، و تعارض نہیں۔ اور نہ ہی ان دونوں واقعات میں کوئی اشکال ہے۔

غزوۂ اُحد میں خدمات

غزوۂ اُحد اسلام کے مشہور غزوات میں سے ایک ہے۔ کفار کی طرف سے اہل اسلام پر ایک زبردست حملہ تھا۔ جس میں مسلمان مجاہدین نے بڑے مجاہدانہ کارنامے سرانجام دیئے اور اس کے سخت ترین مراحل میں مسلمان خواتین نے بھی بڑی خدمات سرانجام دیں۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ام سلیطؓ و دیگر خواتین اسلام نے مجاہدین کو مدد پہنچانے میں بڑا کردار ادا کیا۔ اسی غزوہ میں جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو زخم پہنچے تو حضرت علیؓ پانی لائے اور حضرت فاطمہؓ آنجنابؐ کے زخموں کو صاف کرنے

---

[1] السنن لابی داؤد ص ۲۱۳ ج ۲ مطبع مجتبائی دہلی
تحت باب فی العبد ینظر الی شعر مولاته (کتاب اللباس)

لگیں۔ جب خون نہیں رُکا تو حضرت فاطمہؓ نے ایک چٹائی کے ٹکڑے کو جلا کر اس کی راکھ زخم پر ڈال دی تو خون رک گیا ...... الخ

...... كانت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم تغسله وعلى يسكب الماء بالمجن۔ فلما رأت فاطمة ان الماء لا يزيد الدم الا كثرة۔ اخذت قطعة من حصير فاحرقتها والصقتها فاستمسك الدم[له] ...... الخ

میّت والوں کی تعزیّت کرنا

عبداللہ ابن عمرو ابن العاص (رضی اللہ عنہم) آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں یہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہم ایک میّت کو دفن کرنے کے لیے گئے جب ہم دفن سے فارغ ہوئے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو ہم آپؐ کے ساتھ تھے۔ جب آپؐ گھر کے قریب پہنچے تو سامنے سے ایک عورت آرہی تھی وہ آپؐ کی صاحبزادی فاطمہؓ تھیں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پُوچھا کہ آپؓ اپنے گھر سے باہر کس کام کے لیے گئی تھیں؟ اُنھوں نے عرض کیا کہ فلاں گھر والوں کی ایک فوتیدگی ہوگئی ہے اس کی تعزیّت کے لئے میں ان کے ہاں گئی تھی اور تعزیّت کی ہے اور ان کے میّت کے حق میں کلمات ترحّم ادا کئے ہیں۔

...... فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم ما اخرجك يا

له { بخاری شریف ص۵۸۴ ج۔ثانی
کتاب المغازی تحت متعلقات غزوۂ احد

فاطمۃ من بیتك؟ قالت اتیت یا رسول اللہ اھل ھٰذا البیت فرحمت الیھم میتھم او عزیتھم بہ[1] ...... الخ

معلوم ہوا کہ اہل میت کے ہاں جا کر تعزیت کرنا اور میت کے لئے دعائیہ کلمات کہنا جائز ہے۔ اس طریقہ سے میت والوں کی خاطر داری ہو جاتی ہے اور تسکین خاطر کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ اور معاشرہ میں باہمی تعلقات بہتر رہتے ہیں جو اجر و ثواب کے حصول کا باعث بنتے ہیں۔

قربانی کے موقع پر حاضری

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں ان سے مروی ہے کہ قربانی کرنے کا موقعہ تھا اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ تم اپنی قربانی کے ذبح کے وقت اس کے پاس کھڑی رہو اور اس کو دیکھو ساتھ ہی فرمایا کہ قربانی کے خون کے ہر قطرہ کے بدلے تمہارے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ تو اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا یہ مسئلہ صرف ہمارے لئے خاص ہے؟ یا ہمارے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے ہے؟ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ ہمارے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔

عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فاطمۃ قومی الی اضحیتك فاشھدیھا فان لك بکل قطرۃ

---

[1] السنن لابی داؤد ص ۸۹ ج ۲ مطبع مجتبائی۔ دہلی
تحت باب التعزیۃ (کتاب الجنائز)

تقطر من دمها ان یغفرلك ما سلف من ذنوبك، قالت یارسول اللّٰه النا خاصة اهل البیت؟ اولنا وللمسلمین؟ قال بل لنا وللمسلمین"۔ ؎

قربانی کے موقعہ پر موجود ہونا ایک مستقل ثواب کی چیز ہے جذبہ اخلاص کے ساتھ یہ منظر دیکھنا موجب اجر وثواب ہے اور مسلمان کے گناہوں کے معاف ہونے کا ذریعہ ہے۔ یہ چیزیں روایت ہذا سے ثابت ہوتی ہیں۔

آنجنابؐ کے غسل کے وقت پردہ کرنا

سیرت اور حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس روز مکہ فتح ہوا یعنی ۸ھ میں، ام ہانیؓ بنت ابی طالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آنجنابؐ اس وقت غسل فرما رہے تھے۔ چاشت کا وقت تھا اور آپؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ ایک کپڑے کے ساتھ آنجنابؐ کے لئے پردہ بنائے ہوئے تھیں۔ میں نے جا کر سلام عرض کیا تو آنجنابؐ نے دریافت فرمایا: یہ کون آئی ہے؟ امّ ہانی نے کہا کہ میں ام ہانی حاضر ہوئی ہوں اس کے بعد جب آپؐ غسل سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی ...... الخ۔

...... ام هانی بنت ابی طالب تحدث انها ذهبت الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عام الفتح فوجدته یغتسل وفاطمة بنته تستره بثوب قالت فسلمت علیه وذالك ضحی قال رسول اللّٰه

؎ الفتح الربانی (ترتیب مسند احمد) ص ۵۹ ج ۱۳ - تحت باب ماجاء فی الاضحیة والحث علیها ...... الخ

صلی اللہ علیہ وسلم من ھذہ فقلت انا ام ھانی قالت فلما فرغ من غسلہ قام فصلی ثمان رکعات[1]...... الخ

قربانی کے گوشت کی اباحت

ام سلیمانؓ کہتی ہیں کہ میں ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس حاضر ہوئی قربانی کے گوشت کے متعلق میں نے ایک مسئلہ دریافت کیا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے قربانی کا گوشت بچا رکھنے سے منع فرمایا تھا مگر بعد میں اس کے بچا رکھنے کی اجازت دے دی۔ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کسی سفر سے گھر تشریف لائے۔ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ نے قربانی کا پکا ہوا گوشت پیش کیا تو حضرت علیؓ کہنے لگے کہ اس کے کھانے سے کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا تھا؛ اس کے بعد حضرت علیؓ نے یہی مسئلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

لہ ۱ { السنن للدارمی ص۱۷۱ مطبع نظامی کانپور
باب الصلوٰۃ الضحیٰ۔

۲ { السیرۃ النبویہ لابن ھشام ص۴۱۱ ج۲
تحت ذکر الاسباب الموجبۃ المسیر الی مکۃ وذکر فتح مکۃ۔

۳ { مشکوٰۃ شریف ص۳۴۷ طبع دہلی۔
باب الامان الفصل الاوّل بحوالہ بخاری ومسلم شریف۔

۴ { البدایۃ لابن کثیر ص۳۰۰ ج۴ جلد رابع
تحت حالات دخولہ علیہ السلام (فتح مکہ)

خود دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ قربانی کا گوشت سال بھر کھایا جا سکتا ہے۔"[1]

یہ روایت قبل ازیں کتاب "رحماء بینهم" حصہ صدیقی ص۱۷۰ میں ذکر کی جا چکی ہے وہاں حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے باہمی اعتماد و اعتبار تبلانے کے لئے پیش کی گئی ہے۔

مسجد میں دخول اور خروج کے وقت دُرود اور دُعا پڑھنے کی سُنّت حضرت فاطمہؓ کی روایت سے

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے آپ فرماتی ہیں۔ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تو یہ کلمات پڑھتے:

"صلی علی محمد و سلم و قال اللّٰهم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتك"

"یعنی نبی کریمؐ پر درُود اور سلام ہو۔ اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما دے اور اپنی رحمت کے دروازے میرے لئے کھول دے"

اور جب آنجنابؐ مسجد سے باہر تشریف لاتے تو یہ کلمات فرماتے:۔

"صلی علی محمد وسلم۔ ثم قال اللّٰهم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلك"

"یعنی نبی کریمؐ پر درُود اور سلام ہو۔ اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما دے اور اپنے فضل کے دروازے میرے لئے کھول دے"[2]

---

[1] مسند احمد ص۲۸۲ ج۶ — تحت احادیث فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

[2] مسند احمد ص۲۸۲ ج۶ (تحت مسندات فاطمہ)

اس روایت سے مسجد میں داخل ہوتے وقت اور اس سے نکلتے وقت دُرود شریف پڑھنا اور کلماتِ دُعائیہ سے دخولِ مسجد اور خروجِ مسجد کے آداب اور اس وقت کا ورد کہنا ثابت ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ذاتِ اقدس پر خود دُرود بھیجنا بھی یہاں اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

حضرت فاطمہؓ پر شفقت فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہؓ جب نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتیں تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم (ان کی رعایتِ خاطر کیلئے) کھڑے ہو جاتے تھے اور پیار کرنے کے لئے ہاتھ پکڑ لیتے اور بوسہ دیتے اور اپنے بیٹھنے کے مقام پر بٹھا لیتے تھے۔

اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے جاتے تو احتراماً حضرت فاطمہؓ کھڑی ہو جاتیں آپؐ کے دستِ مبارک کو چوم لیتیں اور اپنی نشست پر بٹھا لیتی تھیں[1]

روایت مندرجہ بالا سے واضح ہوتا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادیوں پر نہایت شفقت فرماتے تھے اور ان سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کی دلداری اور پاس خاطر کے لئے ان کے ساتھ بہت مہربانی فرماتے۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص۴۰۲ بحوالہ ابوداؤد، باب المصافحہ والمعانقہ

نقش ونگار سے اجتناب

دنیا کی زیب وزینت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہیں فرماتے تھے اور آنجناب کے گھروں میں کسی قسم کے ٹھاٹھ باٹھ کی چیزیں نہیں ہوتی تھیں اور آنجناب اپنی اولاد شریف کے متعلق بھی دنیاوی زیب وزینت کو پسند نہ فرماتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدہ فاطمہؓ نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو طعام کی دعوت دی اور آپؐ تشریف لائے سیدہ فاطمہؓ نے گھر میں ایک منقش پردہ لٹکا رکھا تھا جس پر کسی قسم کی تصویریں اور نقوش وغیرہ بنے ہوئے تھے۔ آپؐ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اندر تشریف نہیں لائے اور یہ منظر دیکھ کر آنجنابؐ واپس ہوئے۔ سیدہ فاطمہؓ کہتی ہیں کہ میں آنجنابؐ کے پیچھے پیچھے چل پڑی اور عرض کی یا رسول اللہؐ! آپؐ کس وجہ سے واپس تشریف لے جا رہے ہیں تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ پیغمبر کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ایسے مکان میں داخل ہو جو مزین اور منقش بنایا گیا ہو۔

...... "عن سفینة ان رجلا ضاف علی ابن ابی طالب فصنع له طعاما فقالت فاطمةؓ لو دعونا رسول الله صلی الله علیه وسلم فاکل معنا فدعوه فجاء فوضع یدیه علی عضادتی الباب فرای القرام قد ضرب ناحیة البیت فرجع قالت فاطمةؓ فتبعته فقلت یا رسول الله ما ردك قال انه لیس لی اولنبی ان یدخل بیتا مزوقا۔ رواه احمد وابن ماجة" [1]

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص۲۷۸ الفصل الثانی باب الولیمة۔

واقعہ ہذا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں دنیوی زیب و زینت کی کوئی وقعت نہیں بلکہ اس سے نفرت تھی۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ جس مقام میں کوئی غیر شرعی امر پایا جائے وہاں کی دعوت میں شامل ہونا ٹھیک نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے محبّت رکھنے کی ترغیب

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ دیگر ازواج مطہرات نے حضرت فاطمہؓ کو ایک کام کے لئے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ آنجنابؐ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں تشریف فرما تھے تو اس کام کے متعلق گفتگو ہوئی۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا:۔

اے بنیۃ الست تحبین ما احب قالت بلیٰ قال فاحبی ھٰذہ۔[1]

(یعنی اے میری بیٹی جس کو میں محبوب رکھتا ہوں کیا تو اسے محبوب نہیں رکھتی؟ تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کیوں نہیں! میں محبوب رکھتی ہوں۔ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہؓ کے ساتھ محبت رکھنا[1]

یہاں سے معلوم ہوتا ہے حضرت فاطمہؓ حضرت عائشہؓ کا احترام ام المؤمنین ہونے کی بنا ر پر لازماً کرتی تھیں اور اس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تاکید کر رکھی تھی۔ ارشاد نبوی ہوا کہ عائشہؓ کے ساتھ محبت اور عمدہ سلوک قائم رکھنا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جس کو محبوب جانیں اس کو محبوب ہی رکھنا چاہیے۔

---

[1] ۱۔ مسلم شریف ص۲۸۵ ج۲ باب فضائل عائشۃؓ

۲۔ السنن للنسائی ص۹۴ ج۲ کتاب عشرۃ النساء

۳۔ مسند ابی یعلی الموصلی صفحہ ۱۰۴ جلد رابع روایت ۴۳۹۴ تحت مسندات عائشہ صدیقہؓ۔ طبع جدید

یہ روایت اپنی تفصیل کے ساتھ "رحماء بینھم" حصہ صدیقی ص ۶۸/۶۹ میں بھی آ چکی ہے۔

شکر رنجی کا ایک واقعہ

فتح مکہ کے بعد حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی لڑکی (جویریہ) کے ساتھ نکاح کا ارادہ کیا اس بات کی اطلاع حضرت فاطمہؓ کو بھی ہو گئی آپؓ سخت رنجیدہ خاطر اور ناراض ہو کر اپنے والد شریف نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور تمام ماجرا عرض کیا۔ یہ واقعہ سُن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں ایک مستقل خطبہ دیتے ہُوئے ارشاد فرمایا کہ فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے (اُن کو ایذا پہنچانا گویا مجھے ایذا پہنچانا ہے) اور فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ فاطمہؓ (غیرت کی وجہ سے) اپنے دین کے معاملہ میں فتنہ میں مبتلا نہ ہو۔ اور جو چیز فاطمہؓ کو بُری لگے وہ ناپسند ہے۔ اور پھر بنی عبدشمس میں سے اپنے داماد (ابوالعاصؓ) کا ذکر فرمایا کہ مَیں نے ان کو اپنی دختر نکاح کر کے دی تھی اس نے میرے ساتھ جو بات کی وہ سچی کر دکھائی اور جو وعدہ کیا اسے پُورا کیا۔ اور فرمایا کہ مَیں اپنی طرف سے حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہُوں لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہ ہُوں گی یہ روایت کرنے والے مسور بن مخرمۃ ذکر کرتے ہیں کہ جب ناراضگی کی یہ صورت پیدا ہو گئی تو حضرت علیؓ نے ابوجہل کی بیٹی (جویریہ) سے نکاح کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

......ان علی بن ابی طالب خطب بنت ابی جھل علی فاطمۃ فسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخطب الناس فی ذٰلک علی منبرہ۔ ھذا وانا (مسور بن مخرمۃ) یومئذٍ لمحتلم

فقال ان فاطمۃ منی وانا اتخوف ان تفتن فی دینھا ثم ذکر صھرًا لہ من بنی عبد شمس فاثنیٰ علیہ فی مصاھرتہ ایاہ قال حدثنی فصدقنی ووعدنی فوفیٰ لی وانی لست احرّم حلالًا ولا احلّ حرامًا ولکن اللہ لا تجمع بنت رسول اللہ وبنت عدو اللہ ابدًا"

۔ ان الفاظ کے بعد ایک دوسری روایت میں مزید الفاظ یہ ہیں کہ:۔

عند رجل واحد فترک علیؓ خطبۃ" لہ

واقعہ ہٰذا بخاری شریف کے کئی دیگر مقامات میں بھی مذکور ہے مثلاً ص۷۸۷ ج۔ ثانی ذب الرجل عن ابنتہ فی الغیرۃ والانصاف میں مذکور ہے۔ آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے اس چیز کی مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی لڑکی علی بن ابی طالب کو نکاح کر دیں تو میں نے بالکل اجازت نہیں دی۔ یہ الفاظ بار بار فرمائے الخ

حضرت فاطمہؓ اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کے اندیشہ سے حضرت علیؓ اس اقدام سے رک گئے۔ آپس میں صلح و مصالحت ہوئی اور معاملہ فرو ہو گیا۔

اس مقام میں ایک بات قابلِ وضاحت ہے اس کو انشاء اللہ تعالیٰ ازالہ شبہات میں ذکر کیا جائے گا۔

ملحوظ رہے کہ زوجین (حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ) کے درمیان متعدد دفعہ کشیدگی

لہ } بخاری شریف ص۴۳۸ ج۔ اول تحت باب ما ذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعصاہ وسیفہ ...... الخ

۲ } بخاری شریف ص۵۲۸ ج۔ اول تحت باب ذکر اصھار النبی صلی اللہ علیہ وسلم منھم ابو العاص بن الربیع

کی نوبت آتی رہی۔ بعض دفعہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور زوجین کے درمیان صلح و آشتی کی صورت پیدا فرما دیتے تھے۔

اس نوع کے واقعات فریقین (سنی و شیعہ) کی کتابوں میں دستیاب ہیں۔ اور یہ ازدواجی زندگی کا لازمہ ہے کہ اس طرح کے معاملات آپس میں پیش آتے رہتے ہیں۔ ایک اور دفعہ بھی اسی طرح باہم رنجیدگی ہوئی حضرت علیؓ نے کچھ قدرے سختی کی اور حضرت فاطمہؓ شکوہ لے کر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں تو آنجنابؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے بیٹی! تم کو اپنے خاوند کی اطاعت و فرماں برداری کرنی چاہیے اور یہ سمجھ لے کہ ایسی کونسی عورت ہے کہ جس کے پاس اپنا شوہر خاموشی سے چلا آئے؟؟ یعنی اس کو تنبیہ وغیرہ کا حق ہوتا ہے۔" لہ

عمل صالح کی تاکید

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں آنجنابؐ نے متعدد وصایا اور فرامین ذکر فرمائے اور ان پر عمل کرنے کی اُمت کو بڑی تاکید فرمائی تھی ان ہدایات کو وصایا نبویؐ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ محدثین اور اہل سیرت نے ان کو اپنے اپنے مقام میں ذکر کیا ہے یہاں ماقبل کے مضمون کی مناسبت سے اس مقام میں صرف حضرت فاطمہؓ اور حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کو جو وصیت فرمائی تھی اسے بیان کیا جاتا ہے۔

آنجنابؐ نے دیگر چیزوں کے ساتھ ان دونوں (حضرت فاطمہؓ اور حضرت صفیہؓ)

لہ ۱۔ طبقات ابن سعد ص ۱۹ ج ۸ تذکرہ فاطمۃؓ

۲۔ الاصابہ ص ۳۹۸ ج ۴ تذکرہ فاطمۃؓ

کو عمل صالح کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

......یا فاطمة بنت رسول الله یا صفیة عمة رسول الله!

اعملا۔ لما عند الله انی لا اغنی عنکما من الله شیئا...الخ

یعنی اے فاطمہؓ اور اے صفیہ! اللہ تعالےٰ کے ہاں جو محاسبہ ہوگا۔اس کی خاطر تم دونوں عمل کی تیاری کریں۔ مَیں تم کو اللہ تعالےٰ کے ہاں حساب میں نفع نہیں دُوں گا[1]...الخ

اس وصیت کا ہر ایک کی عملی زندگی کے ساتھ خصُوصی تعلق ہے آنحضرتؐ بتلا رہے ہیں کہ:۔

۱ — محاسبہ شرعی ہر ایک سے ہوگا۔

۲ — ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت کے لئے (ایمان کے بعد) عمل کی تیاری لازم ہے۔

۳ — حسب ونسب پر اعتماد کرکے اعمال صالحہ میں کوتاہی کرنا جائز نہیں ہے۔

باقی قیامت میں شفاعت کا مسئلہ وُہ مستقل چیز ہے اور وہ اپنے مقام پر صحیح ہے وہ باذن اللہ ہوگی۔اس فرمان سے شفاعت کی نفی ہرگز مقصد نہیں ہے۔

رازدارانہ گفتگو

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں ایک واقعہ پیش آیا تھا جس کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے اور ہم آپ کے پاس موجود تھیں۔حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں اور اس وقت

---

[1] { طبقات ابن سعد ص۲۶ ج۲ قسم ثانی
ذکر ما اوصاء به رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مرضه الذی مات فیه

نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے صرف ایک حضرت فاطمہؓ ہی زندہ موجود تھیں ان کی باقی تمام اولاد قبل ازیں فوت ہو چکی تھی۔

حضرت فاطمہؓ کا انداز رفتار اپنے والد شریف کی رفتار کے موافق تھا۔ جس وقت آنجناب نے حضرت فاطمہؓ کو دیکھا تو مرحبا فرمایا اور اسے اپنے پاس بٹھا لیا۔ پھر ان کے ساتھ آنجنابؐ نے سرگوشی فرمائی تو آپؓ بے ساختہ رونے لگیں جب آنحضرتؐ نے ان کی غمگینی دیکھی تو دوبارہ سرگوشی فرمائی۔ اس دفعہ حضرت فاطمہؓ ہنسنے لگیں۔

جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس سے تشریف لے گئے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہؓ سے وہ بات دریافت کی جس کے متعلق سرگوشی ہوئی تھی۔ تو حضرت فاطمہؓ کہنے لگیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رازدارانہ بات کو میں افشا اور اظہار کرنا نہیں چاہتی۔

اس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو میں نے حضرت فاطمہؓ کو اس حق کی قسم دلا کر بات کی جو میرا ان پر ہے کہ آپ مجھے ضرور خبر دیں تو اس وقت حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ میرے ساتھ سرگوشی فرمائی تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال ایک دفعہ آ کر قرآن مجید میں معارضہ کرتے یعنی مجھے قرآن مجید سناتے اور مجھ سے سنتے اور اس سال دو بار مجھے انہوں نے قرآن مجید سنا اور سنایا ہے۔ میں اس سے یہی خیال کرتا ہوں کہ میری وفات قریب آ گئی ہے۔ اے فاطمہؓ! اللہ سے خوف کھانا اور صبر اختیار کرنا۔ میں تیرے لئے بہترین پیش رو ہوں گا۔ پس میں یہ سن کر رونے لگی۔ جب آنجنابؐ نے میری گھبراہٹ اور پریشانی دیکھی تو آنجنابؐ نے دوبارہ سرگوشی فرما کر مجھے فرمایا کہ اے فاطمہؓ! تم اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ تم اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہو یا مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو۔ اور بعض روایات میں آتا ہے کہ آنجنابؐ نے مجھے خبر دی کہ اسی مرض میں اللہ تعالٰے

کی طرف رحلت کر جاؤں گا پس میں گریہ کرنے لگی پھر آپؐ نے سرگوشی فرمائی اور فرمایا کہ اے فاطمہؓ! تم میرے اہل بیت میں سے پہلی شخصیت ہو جو میرے پیچھے آئے گی۔ یہ سنکر میں خنداں ہوئی[1] (متفق علیہ)

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ:۔

یہ واقعہ آخری ایام نبوی کا ہے۔ اس کے بعد جلد ہی آنجنابؐ کا وصال ہو گیا تھا۔

حضرت فاطمہؓ کی فضیلت و بزرگی جس روایت سے ثابت ہوتی ہے وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور آپ کے ذریعے ہی امت کو معلوم ہوئی ہے حضرت ام المومنین نے پوری کوشش کے ساتھ حضرت فاطمہؓ سے دریافت کر کے اس بات کو منظر عام پر لائی ہیں۔

نیز ان پاک دامن طیبات مخدرات کے باہم تعلقات اور ایک دوسرے کے ساتھ روابط آخر ایام تک عمدہ طریق سے قائم تھے۔ ان کی باہمی آمدورفت ہوتی تھی۔ ایک دوسرے کا لحاظ اور احترام ان میں موجود تھا۔

میراث فدک وغیرہ کے مسائل نے ان حضرات کے درمیان کوئی انقباض نہیں پیدا کیا اور نہ ہی ان کے قلوب صافیہ اس وجہ سے مکدر ہوئے۔

انتقال نبویؐ پر سیدہ فاطمہؓ کا اظہارِ غم

گذشتہ واقعہ میں بات ذکر کر دی گئی تھی کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص۵۶۸ طبع نور محمدی دھلی۔ باب مناقب اہل البیت الفصل الاول

حالت میں مذکورہ کلام حضرت فاطمہؓ کے ساتھ ہوئی تھی یہ آخری ایام تھے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ تھا۔ جب مرض شدت اختیار کر گیا تو حضرت فاطمہؓ پریشانی کے عالم میں کہنے لگیں کہ " واکرب اباہ (افسوس! ہمارے والد صاحب کی تکلیف) اس وقت آنجنابؐ نے فرمایا کہ " آج کے بعد تیرے والد پر کوئی تکلیف نہیں۔"

پھر آنجنابؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارتحال ہو گیا اور آپؐ دار فانی سے دار باقی کی طرف انتقال فرما گئے۔ (اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم)

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اُمت کے لئے مصیبت عظمیٰ تھی اور اس چیز کا رنج والم تمام اہل اسلام کے لئے ناقابل برداشت صدمہ تھا۔ آنجنابؐ کے ازواج مطہراتؓ تمام اقرباء اور تمام صحابہؓ کرام پر دہشت اور پریشانی کی کیفیت طاری تھی جس کی تفصیلات حدیث اور سیرت کی کتابوں میں بڑی وضاحت سے درج ہیں۔

ہم اس مقام میں صرف حضرت فاطمہؓ کے متعلقات ذکر کر رہے ہیں۔ اس بنا پر باقی حضرات کے ہم وغم کی کیفیات شدیدہ یہاں ذکر نہیں کی گئیں۔

آنجنابؐ کے وصال ہو جانے کے بعد اظہار تاسف کے طور پر حضرت فاطمہؓ فرماتی تھیں کہ " اے باپ! آپ نے اپنے ربّ کی دعوت قبول کی۔ اے باپ! جنّت الفردوس آپؐ کا ٹھکانہ ہو گا۔ اے باپ! ہم جبرائیلؑ کو آپؐ کے انتقال کی خبر دیتے ہیں۔"

اس کے بعد آنجنابؐ کے کفن دفن اور جنازہ کے مراحل گزرے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں آنجنابؐ دفن ہوئے آپ کے دفن کے بعد حضرات صحابہ واپس ہوئے خادم نبویؐ انس بن مالکؓ سے حضرت فاطمہؓ دریافت فرمانے لگیں اور ازراہِ تحسر وافسوس سوال کیا کہ:

یا انس! اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم التراب ! (رواہ البخاری)
یعنی اے انس! آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر مٹی ڈالنا تم لوگوں کو کس طرح اچھا معلوم ہوا۔؟ اور کس طرح تم نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنا گوارہ کر لیا [1]
(انا للہ وانا الیہ راجعون)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت سیدہ فاطمہؓ کو وصیت

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری اوقات میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو متعدد وصایا فرمائی تھیں۔ ان میں سے ایک خصوصی وصیت "ماتم" سے منع کرنے کے متعلق تھی کہ میرے وصال پر کسی قسم کا مروجہ ماتم نہ کیا جائے۔

چنانچہ اس وصیت نبویؐ کو شیعہ کے متعدد اکابر علماء نے اپنی اپنی سند کے ساتھ اپنے ائمہ کرام سے نقل کیا ہے سطور ذیل میں اس پر چند حوالہ جات ان کی معتبر تصانیف سے درج کیے جاتے ہیں۔ بغور ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ محمد ابن یعقوب کلینی رازی نے امام محمد باقرؒ سے فرمان نبویؐ نقل کیا ہے کہ
"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ قال لفاطمۃ

لہ ۱ { مشکوٰۃ شریف ص۵۲۷ الفصل الاوّل عن انس
باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ طبع نور محمدی دہلی

۲ { السنن للدارمی ص۲۳ مطبع نظامی کانپوری
باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

علیہا السلام اذا انا مت فلا تخمشی علی وجہا ولا ترخی علی شعرًا ولا و لا تنادی بالویل ولا تقیمی علیّ نائحۃً "[1]

۲ - اور مشہور فاضل شیخ صدوق نے اپنی تصنیف "معانی الاخبار" میں یہی فرمان نبوی ؐ امام محمد باقرؒ سے نقل کیا ہے :-

قال ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ والہ قال لفاطمۃ اذا انا مت فلا تخمشی علیّ وجہًا ولا ترخی علی شعرا ولا تنادی بالویل ولا تقیمی علیّ نائحۃً۔[2]

وصیت ہذا کا مفہوم مثلاً باقر مجلسی" نے اپنی مشہور تصنیف "حیات القلوب" میں بعبارتِ ذیل تحریر کیا ہے۔

۳ - " ابن بابویہ القمی بسند معتبر از امام محمد باقرؒ روایت کردہ است کہ حضرت رسول در ہنگام وفات خود بحضرت فاطمہ گفت کہ اے فاطمہ! چوں بمیرم روئے خود را برائے من مخراش وگیسوئے خود را پریشان مکن و واویلا مگو و بر من نوحہ مکن و نوحہ گراں را مطلب"[3]

---

[1] فروغ کافی ص ۲۲۸ ج ۲ کتاب النکاح باب صفۃ مبایعۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ النساء۔ طبع نول کشور لکھنؤ۔

[2] کتاب معانی الاخبار للشیخ الصدوق ص ۱۱۱ باب ۲۴۵ طبع قدیم۔ ایران

[3] حیات القلوب از ملا باقر مجلسی ص ۸۵۲ ج ۲ باب شصت وسوئم در وصیت حضرت رسول علیہ السلام طبع نول کشور لکھنؤ۔

مندرجہ بالا روایات کا مفہوم یہ ہے کہ :-

امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے اپنی وفات کے وقت میں حضرت فاطمہؓ کو (بطور وصیت) فرمایا کہ اے فاطمہؓ! جب میرا انتقال ہو جائے تو میری وجہ سے (میرے غم میں) اپنے چہرہ کو نہ چھیلنا اور اپنے بالوں کو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ اور بین نہ کرنا اور نہ ہی نوحہ کرنے والیوں کو بلانا۔

فائدہ :

اس وصیت میں سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے مروجہ ماتم کے جمیع اقسام (چہرہ نوچنا اور پیٹنا، بال کھولنا، واویلا کرنا، بین کرنا اور نوحہ خوانی کرنا وغیرہ) سے تاکیداً منع فرمایا ہے۔ گویا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وساطت سے تمام اُمت کو یہ وصیت فرما دی گئی ہے کہ جتنے بھی اہم مصائب مومن کو پیش آئیں ان میں صبر اور استقامت پر رہے۔ اور بے صبری کے ہمہ اقسام سے اجتناب کرے۔

اور اس وصیت نبویؐ کے موافق حضرت علی المرتضیٰؓ سے مصائب پر صبر کرنے کی وصیت اور جمیع اقسام ماتم سے اجتناب کرنے کی نصیحت منقول ہے۔

نیز سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے میدانِ کربلا میں اپنی گرامی قدر خواہر زینبؓ کو صبر کرنے کی تلقین اور ہر طرح کے ماتم سے منع مروی ہے۔

جناب امام زین العابدینؒ اور باقی ائمہ معصومین سے بھی مروجہ ماتم کی نفی شیعہ کتب موجود ہے۔

مومنین کرام کو ان وصایا اور ائمہ کے فرامین کو نہیں بھولنا چاہئے۔ اگر اس چیز کی تسلی مطلوب ہو تو اپنی کتب کی طرف رجوع فرما لیں ہم نے اس مسئلہ کو حوالہ جات دیکھ لینے کے بعد درج کیا ہے۔

وصالِ نبوی کے بعد کا دَور

جب سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو یہ حضرت فاطمہؓ کے لیے طبعی طور پر ایک مشکل دَور تھا حضرت فاطمہؓ کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ان کی نوعمری میں ہی فوت ہو چکی تھیں اور بہنیں بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں فوت ہو گئیں۔ اس کے بعد خود آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ان کے لیے ایک عظیم صدمہ تھا۔ اس میں حضرت فاطمہ نے بڑے صبر و استقلال سے کام لیا۔ اور آنجنابؐ کے بعد چند ماہ ہی زندہ رہیں جس کی تفصیل آئندہ اوراق میں ذکر ہو گی۔

اس مختصر دور میں چند ایک چیزیں جو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لیے پیش آئیں ان کو ایک ترتیب سے پیش کیا جاتا ہے۔

سیّدہ فاطمہؓ کا مالی مطالبہ

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آنجنابؐ کے بلافصل خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ منتخب ہوئے۔ آپ کے خلیفہ منتخب ہونے پر اکابر بنی ہاشم سمیت جمہور صحابہ کرامؓ نے اتفاق کیا اور آپ خلیفہ کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ خلیفہ وقت ہی پنجگانہ نماز مسجد نبویؐ میں پڑھایا کرتے اور مدینہ کے تمام صحابہ کرام بنی ہاشم سمیت ان کی اقتدار میں نماز پڑھتے۔ جمعہ اور دیگر اجتماعات بھی ان کے انتظام کے تحت منعقد ہوتے تھے اور امت کے مسائل اور تنازعات کے فیصلے بھی خلیفہ رسولؐ کے فرمان کے مطابق ہوتے تھے۔

ان ایام میں حضرت فاطمہؓ کی طرف سے مالِ فَے کے متعلق ایک مالی حقوق کا

مطالبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش ہوا۔ فدک کی آمدن اسی مال فئے میں سے تھی۔ اس مطالبہ میں حضرت فاطمہؓ کا موقف یہ تھا کہ مال فئے جس سے ہمیں عہد نبوی میں حصہ ملتا رہا ہے وہ مال اب ہمیں بطور میراث ملنا چاہئے۔

اس کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی طرف توجہ دلائی جس میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ"

یعنی آنجناب نے فرمایا کہ ہم انبیاء کی جماعت ہیں۔ ہماری وراثت نہیں چلتی بلکہ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ (اور اللہ کی راہ میں مسلمانوں کے لئے وقف ہوتا ہے)

البتہ مال فئے سے جو حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں آپ حضرات کو دیا جاتا تھا وہ بدستور جاری رہے گا۔

اس مطالبہ میراث کے تسلی بخش جواب حاصل ہونے پر حضرت فاطمہؓ خاموش ہوگئیں اور پھر پوری زندگی آپ نے مطالبہ کو نہیں پیش کیا۔

مسئلہ ہذا کے متعلق آئندہ اوراق میں کچھ مزید وضاحت درج کی جائے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) تھوڑی سی انتظار فرمائیں۔

حضرت فاطمہؓ کا حضرت ابوبکرؓ کے ہاں ایک بشارت کی خبر دینا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تعلق خلیفہ اوّل حضرت ابوصدیق رض کے ساتھ نہایت خوشگوار تھا اور ان حضرات کی باہمی کشیدگی نہیں تھی۔

مذکورہ بالا مطالبہ (مالی میراث) کے بعد حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے

ساتھ کچھ ملال نہیں رکھتی تھیں اس کی تائید میں مندرجہ ذیل واقعہ درج کیا جاتا ہے۔
چنانچہ ایک بار حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاں تشریف لے گئیں۔
وہاں ان دونوں حضرات کی گفتگو ہوئی اسی دوران حضرت فاطمہؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ
کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خاص بشارت سنائی۔ وہ یہ تھی کہ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ:

"نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں یہ بشارت فرمائی تھی کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے اہل بیت میں پہلی شخصیت ہوں گی جو آپ کے ساتھ لاحق ہوں گی۔"

قال دخلت فاطمة علی ابی بکر فقالت اخبرنی رسول اللہ صلی اللہ وسلم انی اول اھلہ لحوقاً بہ [1]

سیّدہ فاطمہؓ کی امامہؓ کے حق میں وصیّت

امامہؓ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہ حضرت زینب کی صاحبزادی اور حضرت فاطمہؓ کی سگی بھانجی تھیں۔ حضرت زینبؓ کے حالات میں اس پر مختصراً لکھا جا چکا ہے۔

فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے اپنے آخری ایام میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو امامہ کے متعلق وصیت فرمائی کہ میرے بعد آپ شادی کرنا چاہیں تو میری بھانجی امامہؓ کو نکاح میں لے لینا۔ یہ وصیت متعدد علماء نے ذکر کی ہے۔ ہم یہاں سے اسد الغابہؒ سے

---

[1] مسند احمد ص ۲۸۳ ج ۶
تحت مسندات فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نقل کر رہے ہیں۔ چنانچہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں کہ

"ولما کبرت امامۃ تزوجھا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بعد موت فاطمۃ علیہا السلام وکانت وصّت علیاً ان یتزوجھا فلما توفیت فاطمۃ تزوجھا" [1]

یعنی جب امامہؓ جوان ہوگئیں تو ان سے علی بن ابی طالبؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد شادی کی۔ حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کو وصیت کی تھی کہ آپؓ ان کے ساتھ شادی کر لینا۔ جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوگیا تو حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق انؓ سے شادی کی۔

"شیعہ کی جانب سے تائید"

مذکورہ وصیت اور اس پر عمل درآمد کے متعلق شیعہ علماء نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ اور باسند کتابوں میں اس وصیت کا اندراج کیا۔ چنانچہ "فروع کافی" میں مذکور ہے:

"عن ابی جعفر علیہ السلام قال اوصت فاطمۃ الی علی علیہ السلام ان یتزوج ابنۃ اختھا من بعدھا ففعل" [2]

یعنی امام محمد باقرؒ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں حضرت علیؓ کو حضرت فاطمہؓ نے

---

[1] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ ص۴۰۰ ج۵ تحت امامۃ بنت ابی العاص بن الربیع

[2] فروع کافی ص۲۴۳ ج۲ طبع نول کشور لکھنؤ باب النوادر

وصیت کی تھی کہ میری بہن کی بیٹی سے میرے بعد آپ شادی کر لینا۔ پس حضرت علیؓ نے اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے (امامہ بنت ابی العاص بن ربیع سے) شادی کی۔

قبل ازیں شیعہ کتب سے اس مسئلہ پر متعدد حوالے" امامہؓ" کے حق میں حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے عنوان کے تحت حضرت زینبؓ کے حالات میں بھی درج کیے جا چکے ہیں۔ وصیت ہذا کا یہاں مختصر ذکر کر دیا ہے۔

تفصیل مطلوب ہو تو اسی کتاب میں حضرت زینبؓ کے حالات کے تحت اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

سیّدہ فاطمہؓ کی مرض الوفات اور ان کی تیمارداری

پہلے بھی یہ بات ذکر ہو چکی ہے کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت سیّدہ فاطمہؓ نہایت مغموم رہتی تھیں اور یہ ایام انہوں نے صبر و سکون کے ساتھ پورے کیے۔ علماء لکھتے ہیں ان کی عمر مبارک اٹھائیس[۲۸] یا انتیس[۲۹] برس کی تھی آپؓ کی اولاد شریف بیٹے اور بیٹیاں صغیر السن تھے آپؓ کی تیمارداری کے لیے حضرت اسماءؓ بنت عمیس جو خلیفہ اوّل صدیق اکبرؓ کی زوجہ محترمہ تھیں تشریف لائیں اور خدمات سرانجام دیتی تھیں۔

اسماء بنت عمیس وہ خوش بخت خاتون ہیں جو قبل ازیں حضرت جعفر طیارؓ کے نکاح میں رہیں ان سے ان کی اولاد بھی ہوئی تھی۔ مگر جب حضرت جعفر طیارؓ غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تو ان کے بعد ان کا نکاح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ وصال نبویؐ کے بعد حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو ان کی تیمارداری میں حضرت اسماء بنت عمیسؓ کا خصوصی

حصہ تھا۔ اسمارؓ اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اوّل کے نکاح میں تھیں آپ کی وفات کے بعد حضرت اسمار نے حضرت علیؓ سے نکاح کیا۔

"شیعہ کی طرف سے تائید"

ہمارے علماء نے حضرت فاطمہؓ کی بیماری اور حضرت اسمارؓ بنت عمیس کی تیمارداری کا تذکرہ اس مقام میں ذکر کیا ہے۔ لیکن اس مسئلہ کو شیعہ علمار بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسمار بنت عمیس نے حضرت فاطمہؓ کی آخری ایام میں تیمارداری کی خدمات سرانجام دیں۔ شیخ طوسی نے اپنی تصنیف "الامالی" میں تصریح کر دی ہے کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کرتے تھے اور وتعینه علی ذالك اسماء بنت عمیس رحمهما الله علی استمرار بذلك .... الخ

یعنی اسمارؓ بنت عمیس حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کے معاملہ میں حضرت علی المرتضیٰؓ کی معاونت اور امداد کرتی تھیں اور یہ کام اسمارؓ نے آخری اوقات تک سرانجام دیا۔[1]

شیخین کی طرف سے سیدہ فاطمہؓ کی بیمار پرسی

شیعہ کے متقدمین علماء میں سے مشہور و معروف عالم سلیم ابن قیس نے اپنی

---

[1] { کتاب "الامالی" للشیخ محمد بن حسن الطوسی ص ۱۰۷ ج ۱ اول تحت الجزء الرابع

تصنیف میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں پانچوں نمازیں (باجماعت) ادا فرمایا کرتے تھے (یہ خلافت ابوبکر صدیق رضؓ کا دور ہے)

ایک روز جب آپؓ نماز پڑھ چکے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا کیا حال ہے؟ اور مزاج کی کیا کیفیت ہے؟........ الخ

وکان یصلی فی المسجد الصلوات الخمس فلما صلّی قال له ابوبکر وعمر کیف بنت رسول الله (صلی الله علیه وسلم) الی ان ثقلت فسالا عنها۔ [1]

روایت مذکورہ بالا سے واضح ہوا کہ:۔

۱۔ حضرت علی المرتضٰےؓ پنجگانہ نمازیں مسجد نبوی میں باقی صحابہ کرامؓ کے ساتھ ملکر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اقتدا میں ادا فرماتے تھے۔

۲۔ حضرت فاطمہؓ کی بیماری کا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اور حضرت عمرؓ کو علم تھا اسلئے وہ ان کی عیادت اور بیمار پرسی کیا کرتے تھے۔

۳۔ حضرات شیخینؓ اور حضرت علیؓ کا باہم کلام کرنا۔ حال احوال معلوم کرنا خانگی خیر خیریت دریافت کرنا جاری رہتا تھا اور کسی قسم کا مقاطعہ یا باہمی بائیکاٹ وغیرہ نہ تھا۔

یہ چیز قبل ازیں اپنی کتاب "رحماء بینھم" حصہ اوّل ص ۱۶۷-۱۶۸ میں ہم نے ذکر کردی ہے۔ تفصیلات وہاں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہیں۔

---

[1] کتاب سلیم بن قیس ص ۲۲۴ - ۲۲۵ - مطبوعہ حیدریہ (نجف اشرف)

سیّدہ فاطمہؓ کا انتقال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں اور چند روز بیمار رہیں۔ پھر تین رمضان المبارک ۱۱ھ میں منگل کی شب ان کا انتقال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر مبارک علماء نے اٹھائیس ۲۸ یا انتیس ۲۹ برس ذکر کی ہے۔ حضرت فاطمہؓ کے سن وفات اور ان کی عمر کی تعیین میں سیرت نگاروں نے متعدد اقوال لکھے ہیں ہم نے یہاں مشہور قول کے مطابق تاریخ انتقال اور مدت عمر درج کی ہے[1]

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا واسطہ آخری اولاد تھیں جن کا انتقال اب ہوا۔ ان کے بعد آنجناب کی کوئی بلا واسطہ اولاد باقی نہ رہی اور سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ایک نشانی باقی رہ گئی تھی وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ گئی۔

حضرت فاطمہؓ کا انتقال اور ارتحال خصوصاً اس وقت کے اہل اسلام کے لیے ایک عظیم صدمہ تھا۔ جو مدینہ منورہ میں صحابہ کرامؓ موجود تھے ان کے غم والم کی انتہا نہ رہی اور ان کی پریشانی حد سے متجاوز ہوگئی۔ تمام اہل مدینہ اس صدمہ سے متاثر تھے خصوصاً مدینہ طیبہ میں موجود صحابہ کرامؓ اس صدمہ کبریٰ کی وجہ سے نہایت اندوہ گین تھے اور صحابہ کرامؓ کا اندوہ گین ہونا اس وجہ سے بھی نہایت اہم تھا کہ ان کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا واسطہ اولاد کی نسبی نشانی اختتام پذیر ہوگئی

---

[1] (۱) البدایۃ والنہایۃ ص ۳۳۴ ج ۶ تحت حالات ۱۱ھ

(۲) وفاء الوفاء للسمہودی ص ۹۰۵ ج ۳ تحت عنوان قبر فاطمہؓ بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

تھی۔ اب صرف آپ کے ازواج مطہرات (امہات المومنینؓ) آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی باقی رہ گئے تھے۔ ان حالات میں سب حضرات کی خواہش تھی کہ ہم اپنے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی کے جنازہ میں شامل ہوں اور اس سعادت عظمیٰ سے بہرہ اندوز ہوں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا بعد از مغرب اور قبل العشاء انتقال ہونا علماء نے ذکر کیا ہے۔ اس مختصر وقت میں جو حضرات موجود تھے وہ سب جمع ہوئے۔

حضرت فاطمہؓ کا غسل اور اسماء بنت عمیسؓ کی خدمات

حضرت فاطمہؓ نے قبل از وفات حضرت صدیق اکبرؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماءؓ بنت عمیس کو یہ وصیت کی تھی کہ آپ مجھے بعد از وفات غسل دیں اور حضرت علیؓ ان کے ساتھ معاون ہوں۔

چنانچہ حسب وصیت حضرت اسماءؓ بنت عمیس نے آپؓ کے غسل کا انتظام کیا ان کے ساتھ غسل کی معاونت میں بعض اور بیبیاں بھی شامل تھیں مثلاً آنحضرتؐ کے غلام ابو رافعؓ کی بیوی سلمیٰؓ اور ام ایمنؓ وغیرہا۔ حضرت علی المرتضےٰؓ اس سارے انتظام کی نگرانی کرنے والے تھے[1]

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بعض وصایا جو غسل واغتسال کے متعلق پائے جاتے ہیں ان میں بعض چیزیں بالکل قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔

---

[1] ۱۔ اسد الغابہ ص ۴۷۸ ج ۵ تحت سلمیٰ امراۃ ابی رافعؓ

۲۔ البدایۃ والنہایۃ ص ۳۳۳ ج ۶ تحت حالات ۱۱ھ

۳۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی صفحہ ۴۳ جلد ۲ تحت تذکرہ فاطمۃ الزہراؓ۔

چنانچہ علماء نے اس موقعہ پر فرمایا ہے کہ:۔

وما روی من انها اغتسلت قبل وفاتها و اوصت ان لا تغسل بعد ذالك فضعيف لا يعول عليه۔ الله اعلم[1]

مطلب یہ ہے کہ بعض روایات میں جو آیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے انتقال سے قبل غسل کر لیا تھا اور وصیت فرمائی تھی کہ مجھے اس کے بعد غسل نہ دیا جائے " یہ ضعیف ہے اس قسم کی باتوں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا " (اسکی وجہ ضعف ابن اسحاق کا تفرد ہے)

غسل کے متعلق وہی چیز صحیح ہے جو اُوپر ذکر کر دی گئی ہے یعنی حضرت اسماءؓ اور دیگر خواتین نے مل کر حسب قاعدہ شرعی بعد از وفات غسل سرانجام دیا تھا۔اس لئے کہ میّت کے لئے اسلام کا قاعدہ شرعی یہی ہے۔

حضرت فاطمہؓ کی صلوٰۃ جنازہ اور شیخینؓ کی شمولیّت

غسل اور تجہیز و تکفین کے مراحل کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے جنازہ کا مرحلہ پیش آیا تو آنمحترمہؓ کے جنازہ پر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرامؓ جو اس موقعہ پر موجود تھے، تشریف لائے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ آگے تشریف لا کر جنازہ پڑھائیں۔جواب میں حضرت علی المرتضیٰ نے ذکر کیا کہ آنجناب

---

[1] البدایہ والنہایہ ص۳۳۳ ج-۶ تحت ذکر من توفی هذه السنة (سنہ ۱۱ھ)

خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جناب کی موجودگی میں میں جنازہ پڑھانے کے لئے پیش قدمی نہیں کر سکتا۔ نماز جنازہ پڑھانا آپ ہی کا حق ہے آپ تشریف لائیں اور جنازہ پڑھائیں اس کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ آگے تشریف لائے اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چار تکبیر کے ساتھ جنازہ پڑھایا۔ باقی تمام حضرات نے ان کی اقتداء میں صلوٰۃ جنازہ ادا کی۔

یہ چیز متعدد مصنفین نے اپنی اپنی تصانیف میں باحوالہ ذکر کی ہے چنانچہ چند ایک عبارتیں اہل علم کی تسلی خاطر کے لئے بعینہٖ ہم یہاں نقل کرتے ہیں:۔

۱۔ ...... عن حماد عن ابراهيم قال صلّى ابوبكر الصديق على فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فكبّر عليها اربعًا [۱]

یعنی ابراہیم (النخعی) فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ نے فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھایا اور اس پر چار تکبیریں کہیں۔

۲۔ ...... عن جعفر ابن محمد عن ابيه قال ماتت فاطمة بنت النبي صلى الله عليه وسلم فجاء ابوبكر وعمر ليصلوا فقال ابوبكر لعلي ابن ابي طالب تقدم فقال ما كنت لا تقدم وانت خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم فتقدم ابوبكر وصلّى عليها [۲]

---

[۱] ۱۔ طبقات ابن سعد ص ۱۹ ج ۸ تحت تذکرہ فاطمہؓ طبع لیڈن

[۲] کنز العمال ص ۳۱۸ ج ۶ خط فی رواۃ مالک
طبع اول حیدر آباد۔ دکن تحت فضل الصدیقؓ (مسند ان علیؓ)
باب فضائل الصحابۃ

یعنی امام جعفر صادقؒ اپنے والد امام محمد باقرؒ سے ذکر فرماتے ہیں کہ محمد باقر نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ فوت ہوئیں تو ابو بکرؓ اور عمرؓ دونوں تشریف لائے تاکہ جنازہ کی نماز پڑھیں۔ تو ابو بکرؓ نے علی المرتضیٰؓ کو فرمایا کہ آپ آگے ہو کر نماز پڑھائیے تو حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپؓ کے ہوتے ہوئے میں آگے نہیں ہوتا۔ پس ابو بکرؓ آگے تشریف لائے اور حضرت فاطمۃ الزہراء کا جنازہ پڑھایا۔

۳۔ اس مقام میں ایک تیسری روایت بھی درج کرنا مناسب ہے جو محب الطبری نے اپنی کتاب "ریاض النضرۃ" میں ذکر کی ہے:۔

..... عن مالك عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جدّه علی بن حسين قال ماتت فاطمة بين المغرب والعشاء فحضرها ابوبكرؓ وعمرؓ وعثمانؓ والزبيرؓ وعبد الرحمان بن عوف فلما وضعت ليصلى عليها قال علیؓ تقدم يا ابابكر قال و انت شاهد يا ابا الحسن؟ قال نعم! تقدم فوالله لا يصلى عليها غيرك فيصلى عليها ابوبكر رضی الله عنهم اجمعين و دفنت ليلاً اخرجه البصری وخرجه ابن السمان فی الموافقه" [1]

یعنی جعفر صادقؒ اپنے والد محمد باقرؒ سے اور وہ اپنے والد زین العابدینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ مغرب اور عشاء کے درمیان فاطمۃ الزہراؓ کی وفات

---

[1] ریاض النضرۃ لمحب الطبری ص۱۵۶ ج۱-اوّل
تحت باب وفات الفاطمۃؓ

ہوئی (ان کی وفات پر) حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور زبیرؓ اور عبدالرحمانؓ بن عوف تشریف لائے جب نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جنازہ سامنے رکھا گیا تو علی المرتضیٰؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کہا کہ نماز پڑھانے کے لئے آگے تشریف لائیے تو صدیقؓ نے جواب دیا کہ اے ابوالحسن کیا آپؓ کی موجودگی میں؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ آپؓ آگے تشریف لائیے، اللہ کی قسم آپؓ کے بغیر کوئی دوسرا شخص فاطمہؓ پر جنازہ نہیں پڑھائے گا۔ پس ابوبکر صدیقؓ نے فاطمۃ الزہرا کی نماز جنازہ پڑھائی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔ اور رات کو ہی حضرت فاطمہؓ کو دفن کر دیا گیا۔

۴۔ طبقات ابن سعد میں ہے:۔

"..... عن مجالد عن الشعبی قال صلّی علیہا ابوبکر رضی اللہ عنہ وعنہا۔"

یعنی شعبی کہتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی۔ ؎۱

دفن سیّدہ فاطمہؓ

صلوٰۃ جنازہ کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو عام روایات کے مطابق رات کو ہی جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

اور دفن کے لئے قبر میں حضرت علیؓ۔ حضرت عباس عم نبوی اور فضل بن عباس اُترے

؎۱ طبقات ابن سعد ص۱۹ ج۸ تحت تذکرہ فاطمہؓ۔ طبع قدیم۔ لیڈن۔

دفن وقبر کے متعلق متعدد روایات مختلف قسم کی پائی جاتی ہیں۔ عام مرویات کے پیش نظر ہم نے یہ تحریر کیا ہے۔ [1]

حاصل کلام یہ ہے کہ:

یہ چند روایات حضرت فاطمہؓ کے جنازہ کے متعلق ہم نے یہاں ذکر کی ہیں قبل ازیں کتاب "رحماء بینھم" حصہ اول صدیقی میں "سیدہ فاطمہؓ کا جنازہ کا مسئلہ" کے عنوان کے تحت ص۱۷۰ تا ص۱۷۶ میں تفصیلاً یہ روایات درج کی گئی ہیں مزید تفصیل کی ضرورت محسوس ہو تو وہاں رجوع فرمالیں۔ یہاں بطور اختصار کے مذکورہ روایات کے چند فوائد تحریر کیے جاتے ہیں:

۱۔ حضرت فاطمہؓ کی وفات کی اطلاع اکابر صحابہ کرام کو یقیناً ہو گئی تھی۔ خصوصاً صدیق اکبرؓ اپنی زوجہ محترمہ اسماءؓ بنت عمیس کے ذریعے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے ان تمام احوال سے یقیناً باخبر تھے۔

۲۔ نماز جنازہ کے لئے حضرات شیخینؓ صدیق اکبرؓ و عمر فاروقؓ بمع دیگر صحابہ کرامؓ کے تشریف لائے تھے اور اس میں شریک و شامل ہوئے۔

۳۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی نماز جنازہ چار تکبیر کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ نے پڑھائی تھی۔

۴۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی نعش مبارک کو رات کو ہی دفن کر دیا گیا یہ از راہِ تستّر اور پردہ داری کے طور پر تھا۔ اور اس میں شرعی مسئلہ "تعجیلِ دفن" بھی ملحوظ خاطر تھا۔

۵۔ حضرات شیخینؓ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان کسی قسم کی باہمی مخاصمت اور ناچاکی نہیں تھی۔ مندرجہ بالا واقعات اس کی بیّن دلیل ہیں اور

---

[1] (الاصابہ ص۳۹۸ ج۴۔ تذکرہ فاطمہؓ)

واضح شواہد ہیں۔

اور بعض روایات میں جو چیزیں مذکور ہیں کہ:۔

حضرت فاطمہؓ حضرت صدیق اکبرؓ سے ناراض تھیں اس وجہ سے ان کو حضرت فاطمہؓ کی بیماری۔ پھر وفات اور جنازہ اور دفن کی اطلاع تک نہیں کی گئی تھی۔

یہ چیزیں واقع میں درست نہیں ہیں بلکہ یہ تمام چیزیں ظنِ راوی ہیں اور راویوں کا اپنا گمان ہیں جو انھوں نے صحیح واقعات میں ملا کر نشر کر دیا ہے اور اصل واقعات میں مخلوط شدہ چیزوں کو پھیلا دیا ہے۔

اولاد سیّدہ فاطمۃ الزہرا
رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ تھیں۔ حضرت فاطمہ رضؓ کی حیات تک حضرت علیؓ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ یہ محض سرورِ دو عالم صلعم کی صاحبزادیوں کے احترام کی بنا پر تھا۔ اسی طرح آنجنابؐ کی دیگر صاحبزادیوں کے داماد حضرات یعنی حضرت ابوالعاصؓ و حضرت عثمان رضؓ نے بھی یہی احترام ملحوظ رکھا تھا جیسا کہ سابقاً ذکر کیا گیا۔

علماء نے حضرت فاطمہ رضؓ سے حضرت علی المرتضےٰؓ کی اولاد مندرجہ ذیل ذکر کی ہے:-

• ایک صاحبزادہ سیّدنا حضرت حسنؓ دوسرا صاحبزادہ سیّدنا حضرت حسینؓ اور تیسرا صاحبزادہ سیّدنا حضرت محسنؓ تھے اور حضرت محسن رضؓ صغر سنی میں ہی فوت ہو گئے۔ "نسب قریش" میں لکھا ہے کہ حضرت حسنؓ کی ولادت نصف رمضان المبارک ۳ھ میں اور حضرت حسینؓ کی ولادت پانچ شعبان المعظم ۴ھ میں ہوئی تھی۔"[1]

حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ سے دو صاحبزادیاں ہوئی ہیں۔ ایک حضرت زینبؓ بنت علیؓ اور دوسری ام کلثومؓ بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ بعض علماء نے ایک تیسری صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا بھی ذکر کیا ہے۔ مگر

---

[1] "نسب قریش" ص ۲۴-۲۵ تحت اولاد فاطمہ رضؓ

مشہور روایات کے اعتبار سے آپ کی صرف دو صاحبزادیاں ہی تھیں۔
اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ نے اپنی صاحبزادیوں کے نام اپنی خواہران کے اسماء کے موافق منتخب فرمائے تاکہ اپنی خواہران کی یاد اپنے گھر میں تازہ رہے۔"

حضرت ام کلثوم بنت علیؓ کا نکاح سیدنا حضرت عمر بن خطاب سے ۱۷ھ میں ہوا تھا اور حضرت زینبؓ بنت علیؓ کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے ہوا تھا [1]

---

[1] ("نسب قریش" ص ۲۵ تحت اولاد فاطمہؓ)

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے اب آنمحترمہ رض کے متعلقہ چند مباحث مختصراً پیش کرنا مقصود ہیں۔ یہ گویا حضرت فاطمہ رض کے احوال کے لئے بطور تتمہ اور تکملہ کے ہونگے۔ ان میں بعض مسائل تو ایسے ہیں۔ جن کا تذکرہ سابقاً ہوا ہے لیکن ان میں کچھ تشریح کی ضرورت تھی وہ یہاں کر دی جائے گی۔

اور بعض جدید مسائل ہیں ان سے ناظرین کرام کے شبہات دور ہوں گے اور جہاں غلو عقیدت ہوا ہے وہاں صحیح مسئلہ کی شکل سامنے آسکے گی۔

۱

بحث اوّل = سیّدہ فاطمہ رض کی رنجیدگی

سابقاً "شکر رنجی کا ایک واقعہ" کے عنوان کے تحت یہ ذکر کیا گیا تھا کہ یہاں ایک قابلِ وضاحت بیان ہے۔ اس کی اب مختصر سی تشریح پیش کی جاتی ہے۔

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی دختر کے ساتھ نکاح کرتے

کے لئے اُس کے قبیلہ کے ساتھ گفتگو کی جس کو عام اصطلاح میں پیغام دینا اور عربی زبان میں خطبہ کہا جاتا ہے۔ جب اس چیز کی حضرت فاطمہؓ کو اطلاع ہوئی تو آنمحترمہؓ سخت پریشان ہوئیں اور فطری غیرت کی بناء پر غضبناک ہو کر اپنے والد شریف نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور یہ سارا واقعہ عرض کیا۔

آنجناب بھی حضرت فاطمہؓ کا اضطراب اور پریشانی دیکھ کر نہایت رنجیدہ ہوئے اور اس پر ایک خطبہ دیتے ہوئے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فاطمہؓ کی رنجیدگی کو اپنی رنجیدگی قرار دیا۔

اس مقام میں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب اسلام میں ایک شخص کو چار عدد نکاح کرنے کی اجازت ہے تو اس ناراضگی اور رنجیدگی کی کیا وجہ ہے جو حضرت علیؓ کے حق میں اس اقدام پر کی جارہی ہے؟؟

"توضیح"

اس موقع پر ذیل میں چند توضیحات پیش کی جاتی ہیں ان کو ملحوظ رکھنے سے اس کا یہ اشکال رفع ہو جاتے گا۔

① اولاً یہ چیز ہے کہ یہ واقعہ کن ایام میں پیش آیا تھا؟ محدثینؒ نے اس چیز کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ (۸ھ) کے بعد پیش آیا تھا اور ان ایام میں حضرت فاطمہؓ کی والدہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ تو بہت پہلے فوت ہو چکی تھیں اور آپؐ کی حقیقی خواہران حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ بھی تمام فوت ہو چکی

تھیں۔ حضرت فاطمہؓ صرف اکیلی رہ گئی تھیں [1]

اور یہی چیز فاضل الزرقانی نے بھی اپنی تصنیف شرح مواہب اللدنیہ میں بالفاظ ذیل ذکر کی ہے۔ ہم اس کو فتح الباری کے حوالہ مذکور کی تائید میں ذکر کر رہے ہیں۔ تاکہ اہل علم کو اطمینان ہو سکے۔

وکانت ھذہ الواقعۃ ای خطبۃ علی بنت ابی جھل بعد فتح مکۃ ولم یکن حینئذ تاخر من بناتہ صلی اللہ علیہ وسلم غیرھا وا صیبت بعد امھا باخواتھا فادخال الغیرۃ علیھا مما یزید ھا حزنا [3]

"یعنی ابوجہل کی لڑکی کے ساتھ خطبہ کا واقعہ فتح مکہ کے بعد پیش آیا تھا اور اس وقت سیدہ فاطمہؓ کے بغیر حضورؐ کی کوئی صاحبزادی زندہ موجود نہ تھی اور فاطمہؓ اپنی ماں کے بعد اپنی بہنوں کے انتقال کی مصیبت اٹھا چکی تھیں۔ پس اس وقت سوکن کی وجہ سے اذیت اٹھانا اور غیرت سے کڑھنا فاطمہؓ کے لئے غم والم کی زیادتی اور قلق کی فراوانی کا باعث تھا۔"

(۲) ابوجہل کی جس لڑکی کے ساتھ حضرت علیؓ نے نکاح کرنے کا قصد کر کے خطبہ

---

[1] فتح الباری شرح بخاری شریف ص۲۷۰ ج۹، ص۲۷۰ ج۹ طبع قدیم مصر
تحت کتاب النکاح باب ذب الرجل عن ابنتہ فی الغیرۃ والانصاف

[2] فتح الباری شرح بخاری شریف ص۶۹ ج۷ جلد سابع طبع قدیم۔ مصر۔
تحت کتاب المناقب باب ذکر اصھار النبی صلی اللہ علیہ وسلم منھم ابوالعاص بن ربیع

[3] شرح مواھب اللدنیہ للزرقانی ص۲۰۵ ج۳۔ تحت تذکرہ فاطمہ

کیا تھا اس کا نام بعض نے "جویریہ" اور بعض نے جمیلہ اور "العوراء" ذکر کیا ہے اور "الحیفاء" بھی لکھا ہے۔ شارحین حدیث کے ہاں یہ چاروں نام دستیاب ہوئے ہیں[1]

(۳) دختر ابی جہل کے اعمام (چچے) جن کو بنی ہشام بن مغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے ان میں سے ایک کا نام حارث ابن ہشام تھا اور دوسرے کا نام سلمہ بن ہشام تھا۔ ان کے ہاں جا کر حضرت علیؓ نے بطور خطبہ گفتگو کی تھی۔

اس کے بعد مذکورہ دونوں برادر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماجرا عرض کر کے اپنی بھتیجی کو حضرت علیؓ کے ساتھ نکاح کر دینے کی اجازت چاہی[2]

(۴) نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں رنجیدہ ہو کر بار بار ارشاد فرمایا کہ میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ پھر اس کے بعد اسی مسئلہ پر ایک مستقل خطبہ لوگوں کے درمیان ارشاد فرمایا۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ میں نے ابو العاص بن ربیع کو اپنی لڑکی نکاح کر دی اور اس نے ہمارے ساتھ بڑا اچھا معاملہ کیا اور فرمایا کہ اس نے میرے ساتھ بات کی اور پھر اسکو صحیح کر کے دکھایا۔ اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا پھر اس نے اس کو پورا کیا۔ (ابو العاص بن ربیع کے حسن اخلاق کی تعریف فرمانے کے بعد) آپ

---

[1] فتح الباری شرح بخاری شریف ص ۶۹ ج ۷ طبع قدیم مصر ابواب المناقب - ذکر اصھار النبی صلی اللہ علیہ وسلم

[2] فتح الباری شرح بخاری شریف ص ۲۶۹ ج ۹ طبع قدیم مصر تحت کتاب النکاح باب ذب الرجل .... الخ

نے فرمایا میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور کسی حرام کو حلال نہیں کرتا لیکن اللہ کی قسم! اللہ کے رسولؐ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے پاس جمع نہیں ہوں گی۔

اور ارشاد فرمایا کہ "فاطمہؓ" میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو چیز اس کو ایذا دیتی ہے وہ میرے لئے ایذا کا باعث بنتی ہے۔"

اور مزید فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ فاطمہؓ فطری غیرت کی وجہ سے دین کے معاملہ میں کسی آزمائش و ابتلاء میں پڑے (یعنی غیرت اور غضب کی بنا پر اس سے ایسی بات صادر ہو جو شریعت کے مطابق نہ ہو۔ اور شرعاً صحیح نہ ہو)[1]

---

[1] ۱- بخاری شریف ص ۷۸۷ ج۔ ثانی کتاب النکاح
باب ذب الرجل عن ابنتہ ...... الخ

۲- بخاری شریف ص ۴۳۸ ج۔ اول کتاب الجہاد
باب ما ذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعصاہ وسیفہ۔

۳- بخاری شریف ص ۵۲۸ ج۔ اول ابواب المناقب
تحت ذکر اصہار النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہم ابو العاص

۴- فتح الباری شرح بخاری شریف ص ۲۷۰-۲۷۱ جلد نہم کتاب النکاح
تحت باب ذب الرجل عن ابنتہ .... الخ

۵- فتح الباری شرح بخاری شریف ص ۶۹ ج۔ ۷ ابواب المناقب
باب ذکر اصہار النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہم ابو العاص

۶- البدایۃ۔ لابن کثیر ص ۳۳۳ ج۔ ۶ تحت ذکر من توفی فی ہذہ السنۃ (۱۱ھ)

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبۂ مبارک مذکورہ بالا سے مندرجہ ذیل چیزیں مستنبط اور ماخوذ ہوتی ہیں۔

(۱) ایک چیز تو یہ ثابت ہوتی ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اول حضرت ابوالعاص بن ربیعؓ کے رشتہ دامادی کے معاملات نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت شائستہ تھے اور آنجنابؐ ان کے حسن معاملہ پر خوش اور راضی تھے ان کے درمیان نہایت عمدہ تعلقات تھے جس کی بناء پر آنجنابؐ کی طرف سے ان کے حق میں ثنائے خیر اور مدح کے الفاظ فرمائے گئے اور آنجنابؐ کی خدمت میں مدت العمر ابوالعاصؓ کی طرف سے کبھی شکوہ و شکایت کی نوبت نہیں آئی اور نہ ہی سردار دو عالم صلعم جناب ابوالعاصؓ پر کبھی ناراض ہوئے۔

(۲) اس خطبۂ مبارک میں "بضعۃ منی" وغیرہ الفاظ سے یہ چیز عیاں ہوتی ہے کہ کہ جو چیز حضرت فاطمہؓ کے ایذاء کا باعث بنے اس سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم بھی متاثر اور رنجیدہ ہوتے ہیں۔ اس بناء پر حضرت علیؓ کے اس اقدام سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراضگی اور رنجیدگی ہوئی (جس کا ازالہ اگرچہ بعد میں حضرت علیؓ کی طرف سے کر دیا گیا)

(۳) نیز حضرت فاطمہؓ کے حق میں "ان تفتتن فی دینھا" وغیرہ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنجنابؐ کو حضرت فاطمہؓ کے دین کی رعایت پیش نظر تھی اور ان کی قلبی استراحت کا خاص خیال تھا۔ اور آپؐ انہیں انتشار طبع اور ذہنی کوفت اور کدورت طبعی سے بچانا چاہتے تھے ان ایام میں جناب فاطمہؓ کے لئے آنجنابؐ کے سوا کوئی غمگسار گھر والوں میں سے نہیں رہا تھا اور ایسا کوئی مونس نہیں تھا جس کی طرف رجوع کر کےؓ آپ اپنی طبعی پریشانی زائل کر سکیں۔ والدہ اور بہنیں یکے بعد دیگرے اس دار فانی سے آخرت کی طرف رخصت ہو چکی

تھیں۔ ان حالات میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی رعایت خاطر فرمانا نہایت اہم تھا جس کا آنجنابؐ نے اہتمام فرمایا۔

اسلام میں بعض ایسے مسائل پائے جاتے ہیں جن کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ اہل علم کے نزدیک ان چیزوں کو "خصوصیات نبویؐ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً آنجنابؐ کا چار عورتوں سے زائد کے ساتھ نکاح کرنا اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی منکوحہ ازواج کے ساتھ آنجنابؐ کے انتقال کے بعد کسی کے لئے نکاح کا دواماً جائز نہ ہونا وغیرہ۔

اسی طرح آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے ساتھ نکاح کی موجودگی میں کسی دوسری عورت کو نکاح میں نہ لینا بھی خصائص نبویؐ میں شمار کیا جاتا ہے۔

چنانچہ اس مسئلہ کو کبار علماء نے اپنی تصانیف میں بالفاظ ذیل ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں:-

والذی یظهر لی انه لا یبعد فی خصائص النبی صلی الله علیه وسلم ان لا یتزوج علی بناته[1] .... الخ

علامہ سیوطی نے اپنی تصنیف "الخصائص الکبریٰ" میں ابن حجر کے حوالہ کے ساتھ لکھا ہے کہ:-

.... لا یبعد ان یکون خصائصه صلی الله علیه وسلم منع التزوج علی بناته[2]

---

(1) فتح الباری شرح بخاری ص۲۷ ج۹ کتاب النکاح تحت باب ذب الرجل عن ابنته

(2) الخصائص الکبریٰ للسیوطی ص۲۵۵ ج ثانی طبع اول - دکن
باب اختصاصه صلعم بان بناته لا یتزوج علیهن

یعنی یہ چیز کچھ بعید نہیں کہ آنجنابؐ کی صاحبزادیوں کے نکاح پر کسی دوسرے نکاح کا عدمِ جواز آنجنابؐ کے خصائص میں سے ہو۔"

مندرجات بالا کی روشنی میں یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ

(۱) چار عدد نکاح تک کے جواز کا جو شرعی مسئلہ ہے اس سے آنجنابؐ کی صاحبزادیوں کے نکاح کا مسئلہ الگ حیثیت کا حامل ہے۔ اور عام قاعدہ سے جُداگانہ ہے۔

(۲) اور مسئلہ ہذا میں آنجنابؐ کی صاحبزادیوں کے فطرتی اور طبعی رجحانات کی رعایت کی گئی ہے تاکہ وہ سوکنوں کے ساتھ غیرت کی پریشانیوں میں مبتلا نہ ہوں۔ اور دین کے اعتبار سے فتنہ میں پڑنے سے محفوظ رہیں۔ اسی حکمت و مصلحت کی بنا پر آنجنابؐ کی صاحبزادیوں کے ساتھ ان کے دامادوں یعنی حضرت ابوالعاصؓ اور حضرت عثمانؓ نے دوسرا نکاح نہیں کیا تھا بلکہ دوسرا نکاح کرنے کا قصد ہی نہ کیا۔

(۳) پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آنجنابؐ کا اپنی بیٹیوں پر سوکن آنے کو منع کرنا صرف اپنی بیٹیوں کی خاطر نہ ہو بلکہ ان کی آئندہ ہونے والی سوکنوں کے اپنے ایمانی تحفظ کے لیے ہو۔ سوکنیں جب کبھی آپس میں الجھتی ہیں تو ایک دوسری کے خاوند یا سسرال کو بُرا نہیں کہتیں شعلہ عتاب اٹھتا ہے تو ایک دوسری کے میکے والوں کے خلاف۔"

مثلاً حضرت فاطمہ سے اگر کہیں ابوجہل کی بُرائی میں جُملہ نکل جاتے اور ان کی سوکن اسی جذبۂ رقابت میں حضرت سیدہ کے والدین کے متعلق کچھ بوجھ جی میں رکھ لے تو کیا اس سے پُورا ایمان معرضِ خطر میں نہ آجائے گا۔ ؟؟ سو آنجنابؐ نے اس لئے اپنی بیٹی پر سوکن نہ آنے دی کہ کہیں اس جذبۂ رقابت میں وہ خاتون اپنے سرمایہ ایمان کو

ہی نہ کھو بیٹھے آنجناب کے بارے میں جس دل میں بوجھ ہو۔ اسے کبھی قلبِ مسلم نہیں کہا جاسکتا۔

بحث ثانی ــــ "افضلیت النساء"

یہاں یہ بحث پیش خدمت ہے کہ خواتین میں سے کون سی خاتون افضل ہے؟؟ اور اسی بحث کو "افضلیت النساء" کی بحث سے تعبیر کرتے ہیں۔

مسئلہ ہذا کے متعلق اکابر علماء کے بیانات کی روشنی میں چند اہم باتیں تحریر کی جائیں گی۔ اہل علم حضرات تو ان ابحاث سے واقف ہیں البتہ عوام کے لئے ان چیزوں کا ذکر کرنا مناسب رہے گا۔ افراط و تفریط سے اجتناب کرتے ہوئے ہم نے اعتدال کے طریق کو اختیار کیا ہے۔ (بعونہٖ تعالیٰ)

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کے متعلق متعدد روایات مختلف نوع کی ملتی ہیں بعض روایات میں اس طرح مذکور ہے کہ

۱۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواتین جنت میں سے افضل خدیجہؓ فاطمہؓ مریمؑ (بنت عمران) اور آسیہؑ بنت مزاحم ہیں[1]

---

[1] ۱ { فتح الباری شرح بخاری شریف ص ۳۴۷ ج ۶ کتاب احادیث الانبیاء
باب قول اللہ تعالیٰ وضرب اللہ مثلاً للذین امنوا امراۃ فرعون

۲ { فتح الباری شرح بخاری شریف ص ۱۰۶ ج ۷ کتاب المناقب
باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلها ← (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) اسی طرح ایک اور مرفوع روایت ابن عباسؓ سے مروی ہے ارشاد نبویؐ ہے کہ مریم بنت عمران کے بعد تمام اہل جنّت کی عورتوں کی سردار فاطمہؓ ہیں خدیجہؓ ہیں اور پھر آسیہؑ بنت مزاحم ہیں[1]

(۳) ابن عباسؓ کہتے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خط کھینچے اور ارشاد فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہیں تو حاضرین مجلس نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ جنّت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہؓ بنت خویلد ہیں اور فاطمہ بنت محمدؐ ہیں اور مریمؑ بنت عمران ہیں اور آسیہؑ بنت مزاحم ہیں[2]

(رواہ احمد وابو یعلیٰ والطبرانی ورجالھم رجال الصحیح)

(حاشیہ صفحہ گذشتہ ————

(۳) { فتح الباری شرح بخاری شریف ص۳۹۶ ج۶ کتاب احادیث الانبیاء
تحت آیت واذقالت الملٰئکۃ یامریم ان اللہ اصطفاک ...... الخ

(حاشیہ صفحہ ھٰذا ————

[1] ۱ { مجمع الزوائد للھیثمی ص۲۰۱ ج۹
بحوالہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر
باب الفضائل (مناقب فاطمۃ الزھرا ؓ)

[2] ۲ - مجمع الزوائد للھیثمی ص۲۲۳ ج۹ تحت فضل خدیجہ بنت خویلد

۳ - الاصابۃ لابن حجر العسقلانی ص۳۶۶ ج۴ تحت ذکر فاطمۃ الزھرا

۴ - تھذیب التھذیب لابن حجر ص۴۴۱ ج۱۲ تحت ذکر فاطمۃ الزھرا

۵ - سیراعلام النبلاء للذھبی ص۹۲ ج۲ تحت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ھذا شیعہ اکابر کی نظر میں

شیعہ کے مشہور فاضل شیخ صدوق نے اپنی تصنیف "کتاب الخصال" میں یہی سابقہ روایت حضرت ابن عباسؓ سے اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:-

(۱) ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خط کھینچے اور فرمایا جانتے ہو یہ خط کیسے ہیں؟ حاضرین نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسولؐ بہتر جانتے ہیں تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ جنت کی عورتوں میں سے چار خواتین افضل ہیں خدیجہ بنتؓ خویلد۔ فاطمہؓ بنت محمدؐ۔ مریمؑ بنت عمران اور آسیہؑ بنت مزاحم۔ (امراۃ فرعون[1])

(۲) دوسری باسند روایت ابن عباسؓ سے ہی ذکر کی ہے کہ:-
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چار خط لگاتے پھر فرمایا جنت کی عورتوں میں سے بہترین خواتین چارؓ ہیں۔ مریمؑ بنت عمران خدیجہؓ بنت خویلد فاطمہ بنت محمدؐ اور آسیہؑ بنت مزاحم (امراۃ فرعون[2])

(۳) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمام جہان کی عورتوں میں سے بہترین چار خواتین ہیں۔ مریمؑ۔ آسیہؑ۔ خدیجہؓ۔ اور فاطمہؓ

---

[1] کتاب الخصال للشیخ صدوق ص۱۸۶ باب الاربعۃ

[2] کتاب الخصال " " " " " "

اور الشعبی حضرت جابرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ تمام جہان کی عورتوں میں سے چار عورتیں فضیلت میں کافی ہیں پھر ان مذکورہ چار خواتین کا ذکر کیا۔[1]

بعض دیگر روایات میں اس طرح منقول ہے کہ:۔

(۱) حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آنجنابؐ نے فرمایا کہ (اپنے دور کی) بہترین عورتوں میں سے مریم ہیں، اور اس امت کی بہترین خاتون خدیجہؓ ہیں۔[2] عـه

روایت ہذا سابقاً فضائل حضرت خدیجہؓ میں درج ہو چکی ہے۔ اور دیگر متعدد محدثین مثلاً مسلم اور ترمذی وغیرہ نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

(۲) حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ عمار بن یاسرؓ نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آنجنابؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمّت کی تمام عورتوں پر خدیجہؓ کو فضیلت دی گئی ہے جیسا کہ تمام جہانوں کی عورتوں

---

[1] (۱) الاصابۃ ص۳۶۶ ج رابع تحت فاطمۃ الزہراؓ

[2] (۱) تہذیب التہذیب لابن حجر ص۴۴۱ ج ۱۲ — تحت تذکرہ فاطمۃ الزہراؓ

[3] (۱) بخاری شریف ص۵۳۸ ج اول — باب تزویج النبی صلے اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلہا

(۲) المصنف لعبد الرزاق جلد سابع ص۴۹۲–۴۹۳ — تحت باب نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) مشکوٰۃ شریف ص۵۷۳ الفصل الاول — باب مناقب ازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم

عـه مسند ابی یعلیٰ الموصلی ص۳۰۱ تحت مسند علیؓ بن ابی طالب

پر مریمؑ کو فضیلت دی گئی ہے[1]

اسی طرح بعض دیگر روایات میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق منقول ہے کہ:۔

(۱) حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آنجنابؐ فرماتے ہیں " عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے تمام طعاموں پر " الثرید" کی فضیلت ہے۔

(الثرید)۔ اس دور میں عمدہ گوشت کے شوربا میں روٹی کے ٹکڑوں کو ملا کر تیار کیا جاتا تھا اور یہ اس دور کی بہترین اور مرغوب غذا تھی۔[2])

(۲) نیز حضرت عائشہؓ کی فضیلت کے متعلق مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے عائشہ! یہ جبرائیل علیہ السلام آئے ہیں اور آپ پر سلام کہتے ہیں جواب میں حضرت عائشہؓ نے کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ اور عرض کیا کہ آنجنابؐ وہ چیز دیکھ رہے ہیں جو میں نہیں دیکھتی (یعنی جبرائیل علیہ السلام کا تشریف لانا، اور سلام کہنا)[3]

لہ (۱) { فتح الباری شرح بخاری شریف ص۱۰۶ ج ۷ کتاب المناقب
تحت باب تزویج النبی صلے اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلها

لہ (۱) { بخاری شریف ص۵۳۲ ج اول کتاب المناقب
باب فضل عائشۃ رضؓ

لہ (۱) { بخاری شریف ص۵۳۲ ج اول کتاب المناقب
باب فضل عائشۃ رضؓ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۳) عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگوں میں سے آنجناب کے ہاں کون زیادہ پسندیدہ ہے تو آنجناب نے فرمایا عائشہ ہیں۔ پھر میں نے عرض کیا مردوں میں سے کون پسندیدہ ہے آپ نے فرمایا عائشہ کے والد (ابوبکر صدیق رض) ہیں [1]

(۴) ابوبردہ اپنے والد ابوموسیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا اور اس کے متعلق حضرت عائشہ رض سے دریافت کرتے تو ہمیں اس مسئلہ کا علم اور حل حضرت عائشہ رض کے ہاں دستیاب ہو جاتا تھا [2]

(۵) علامہ الزھری کہتے ہیں کہ تمام امہات المؤمنین اور تمام عورتوں کے علم کو اگر جمع کیا جائے اور اس کے مقابلہ میں حضرت عائشہ رض کے علم کو جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ کا علم افضل ہوگا [3]

حضرت عائشہ رض کے مناقب و فضائل بیشتر پائے جاتے ہیں لیکن ان میں سے صرف چند چیزیں یہاں نقل کی ہیں۔

اسی طرح حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے متعلق متعدد روایات

(حاشیہ صفحہ گذشتہ: ______

۲ - مسلم شریف ص ۲۸۷ ج ۲ تحت فضائل عائشہ

۳ - مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۳ فصل اول باب مناقب اہل بیت

(حاشیہ صفحہ ھذا: ______

لہ ۱ - تہذیب التہذیب لابن حجر ص ۴۳۵ ج ۱۲ تحت ذکر عائشہ صدیقہ رض

لہ ۲ - الاصابۃ ص ۳۴۹ ج ۴ حرف العین تحت ذکر عائشہ صدیقہ رض

۳ - تہذیب التہذیب ص ۴۳۵ ج ۱۲ تحت ذکر عائشہ صدیقہ رض

میں ان کی فضیلت اور سیادت پائی جاتی ہے اور سابقہ روایات میں ان کا ذکر خیر مذکور ہو چکا ہے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت فاطمہؓ کے حق میں ایک مشہور فضیلت صحیح روایات میں منقول ہے جو قبل ازیں سوانح سیدہ فاطمہؓ میں ذکر کی جا چکی ہے وہ یہ ہے کہ آنجنابؐ نے حضرت فاطمہؓ کو اس عالم سے اپنے ارتحال کی اطلاع فرمائی تھی تو حضرت فاطمہؓ پریشان ہو کر رونے لگی تھیں۔ آنجنابؐ نے ان کو تسلی دلانے کے لئے دوسری بار یہ ارشاد فرمایا کہ "اما ترضین ان تکون سیدۃ نساء اھل الجنۃ یعنی (اے فاطمہؓ) کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ جنّت کی عورتوں کی آپ سردار ہوں"[1]

حضرت فاطمہؓ کے فضائل اور مناقب کی یہ چند چیزیں ذکر کر دی ہیں اور یہاں تمام مناقب کا شمار کرنا مقصود نہیں۔ اس بناء پر اسی پر اکتفا کیا گیا ہے۔

مندرجات بالا میں آیات قرآنی سے نہیں بلکہ صرف روایات سے فضائل کے چند ایک عنوانات نقل کئے ہیں ان سے حضرت مریمؑ اور حضرت آسیہؑ کی فضیلت بھی سامنے آگئی ہے اور حضرت ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے فضائل و مناقب بھی واضح ہو گئے ہیں۔

---

[1] ۱۔ بخاری شریف ص۵۱۲ ج۱ کتاب المناقب تحت آخر باب علامات النبوۃ فی الاسلام

۲۔ مسلم شریف ص۲۹۰ ج۲ باب فضائل فاطمہ

۳۔ مشکوۃ شریف ص۵۶۸ باب مناقب اھل البیت۔ طبع دھلی

ایک ضابطہ

اب مذکورہ بالا خواتین کی باہمی افضلیت کا مرحلہ پیش آتا ہے جو نہایت نازک مقام ہے۔

یہ قاعدہ سب سے مقدم رکھا جانا چاہیے جو علماء امت میں مسلم ہے کہ "قطعیات کا درجہ ظنیات سے مختلف ہوتا ہے۔ آیاتِ قرآنی کی نصوص قطعیہ میں جن کا ذکرِ خیر واضح طور پر بے شمار مقامات میں پایا جاتا ہے ان کو افضلیت ہوگی اور جن کا ذکر مشہورہ روایات اور اخبار آحاد (صحیحہ) میں پایا جاتا ہے وہ ظنّی ہونے کی وجہ سے قطعیات کے بعد مقام پائیں گی۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا باہم فرق مراتب ضرور ہے اس طرح کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ دونوں باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے افضل ہیں اور دونوں کا مقام بہت بلند وارفع ہے۔

اسی طرح سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں بنات طیبات طاہرات رضی اللہ عنہن کا باہم فرق درجات ہے اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سب سے افضل و اعلیٰ ہیں اور ان کی بڑی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا تحمل شدائد اور برداشت مصائب پھر استقامت دین کے لحاظ سے "خیر" کے شرف سے مشرف ہیں (جیسا کہ انکے تذکرہ میں ذکر کیا جا چکا ہے)۔

عقلی استثناء کا اعتبار

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی جسمانی ماں اور روحانی ماؤں کے ماسوا سب جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور ان کی سیادت عام ہے اور یہ استثناء عقلی اور عرفی طور پر مراد ہوتا ہے اور محتاج بیان نہیں ہوتا۔

جس طرح حضرات حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کو اہل جنت کے جوانوں کا سردار فرمایا گیا ہے وہ بالکل صحیح ہے لیکن یہاں بھی سیادت ہذا سے انبیاء

علیہم السلام خود سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ، عقلاً و عرفاً مستثنیٰ ہیں۔
شارحین حدیث نے استثنا مذکور کو ذکر کیا ہے اہل علم کی تسلی کے لیے عبارت پیش کی جاتی ہے۔
پھر صاحب مرقات شرح مشکوٰۃ شریف کی عبارت ذیل ملاحظہ فرماویں۔

حدثنا ابو سعید الخدری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ الا ابنی خالۃ عیسیٰ ابن مریم ویحییٰ بن ذکریا۔"

[۱۔ المعرفۃ والتاریخ لابی یوسف البسوی ص۶۴۲ ۔ جلد ثانی
۲۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ج۵ تحت عبدالرحمن بن ابی نعیم]

"او انھما سیدا اھل الجنۃ سوی الانبیاء والخلفاء الراشدین وذلک لان اھل الجنۃ کلھم فی سن واحد وھو الشباب ولیس فیھم شیخ ولا کھل ۔" [1]

مختلف جہات کا اعتبار کرنا

مسئلہ ہذا کی نزاکت کے پیش نظر بعض علماء نے ان مکرم خواتین میں باہمی افضلیت مختلف جہات سے قائم کی ہے اور ہر ایک خاتون کو اس کی خاص جہت اور حیثیت کے اعتبار سے دوسروں سے ممتاز ٹھہرایا ہے مثلاً اسلام میں مشکل ترین مراحل کے وقت امتیازی خدمات کے لحاظ سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ

---

[1] المرقات شرح مشکوٰۃ ص۳۹ ج۱۱ الفصل الثانی
باب مناقب اہل بیت النبی صلعم

عنہا مقدم اور فائق ہیں اور دینی علوم میں شرح وافادہ کے اعتبار سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت واضح طور پر ثابت ہے۔

شرافت اصل ونسل کے اعتبار سے حضرت فاطمہؓ کی افضلیت میں ان کی بہنوں کے سوا کوئی شریک نہیں۔ اور شرفِ سیادت کے اعتبار سے حضرت فاطمہؓ سب سے افضل ہیں۔ اس طریقہ سے ہر ایک کی فضیلت اپنی اپنی جگہ مسلّم ہے۔

توقف کی تلقین

چونکہ اس سلسلہ میں مختلف نوع کی روایات پائی جاتی ہیں۔ جو بظاہر ایک دوسرے سے متقابل نظر آتی ہیں اس بنا پر بہت سے علماء نے افضلیت (بین النساء) کے مسئلہ میں "توقف" کا قول اختیار کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی طرف سے اس مسئلہ میں کوئی فیصلہ نہیں دے سکتے۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ اور ہماری عقیدت مندی مذکورہ بالا تمام مکرّم خواتین میں سے ہر ایک کے ساتھ اپنے اپنے مقام میں لازم ہے البتہ مندرجہ بالا ضابطہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے فرق مراتب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

قبل ازیں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں "مالی حقوق کا مطالبہ" کے عنوان سے مختصراً کچھ ذکر کیا جا چکا ہے یہاں کچھ مزید چیزیں پیش کرنا مقصود ہیں۔

"مالی مطالبہ" کے عنوان کے تحت متعدد چیزیں آتی ہیں مثلاً مالِ فئے مالِ غنیمت سے حق خمس (جسے "سہم ذوی القربیٰ" کہا جاتا ہے) اور اموال بنی نضیر وغیرہ۔

اموال کی ان تمام مذکورہ اقسام میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء اور رشتہ داروں کا حق خلفاء ثلاثہ رض کے دور میں کما حقہ، ادا کیا جاتا رہا ہے۔

اب سطور ذیل میں مسئلہ ہذا پر بقدر ضرورت بحث کی جاتی ہے اس کی پوری تفصیل ہماری کتاب "رحماء بینھم" کے حصہ اول (صدیقی) میں "مالی حقوق کا تحفظ" کے عنوان کے تحت ص۸۷ سے ص۱۵۵ تک ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

مالی حقوق کی نوعیت

صدیقی دور میں جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے حضرت صدیق اکبر رض کی خدمت میں "مالی حقوق" کا مطالبہ پیش کیا گیا کہ "اموال مدینہ" "اموالِ فدک" اور "خمسِ خیبر" وغیرہ سے ہمیں ہمارا حق بطور میراث دیا جائے تو حضرت صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ :-

"آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ" ہم انبیاء کی مالی وراثت نہیں چلتی اور جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف اور صدقہ ہوتا ہے۔"

باقی آپ حضرات کو جو حق ان اموال سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ملتا تھا وہ بدستور دیا جائے گا اور اس میں ہم کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں کریں گے اور ادائیگی کے معاملہ میں اسی طریق کار پر کاربند ہوں گے جس طرح نبی کریم صلعم جاری کئے ہوئے تھے اور صدیق اکبرؓ نے اس موقع پر فرمایا کہ "اللہ کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری مجھے اپنی قرابت داری سے بہت زیادہ عزیز ہے اور آنجنابؐ کے اقرباء اور اعزہ کا لحاظ مجھے اپنے اقرباء سے زیادہ ملحوظ ہے[1]

(مختصر یہ ہے کہ مالی حق آپ کا ادا کیا جاتا رہیگا۔ لیکن مال میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔)

شیعہ کی طرف سے اس مسئلہ کی تائید

اس مقام میں شیعہ طرف سے مسئلہ ہذا کی تائید پیش کی جاتی ہے۔ شیعہ کے اکابر علماء نے امام جعفر صادقؓ سے یہی حدیث

---

[1] (۱) بخاری شریف ص ۵۲۶ ج۔ اول کتاب المناقب
باب مناقب قرابت رسول اللہ صلعم

(۲) بخاری شریف ص ۵۷۶ ج۔ ثانی کتاب المغازی
باب حدیث بنی نضیر (طبع دھلی)

متعدد اسانید کے ساتھ بہت سی کتابوں میں نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ "خدا تعالیٰ کے نبیوں کی مالی وراثت نہیں جاری ہوتی اور وہ لوگوں کو درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے لیکن علم دین کا وارث بناتے ہیں اور ان کی علمی وراثت جاری ہوتی ہے"[1]

مذکورہ بالا مقامات میں امام جعفر صادق کی زبانی یہ مسئلہ واضح کیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی مالی وراثت جاری نہیں ہوتی۔

پس یہی چیز حضرت صدیق اکبرؓ نے مذکورہ بالا مطالبہ کے جواب میں ذکر فرمائی ہے۔ فلہذا صدیق اکبرؓ کا جواب شیعہ حضرات کے نزدیک بھی صحیح ثابت ہوتا ہے۔ اور ان کا موقف درست پایا جاتا ہے۔

حق خمس کی تولیت

اس مسئلہ کے متعلق خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان کافی ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے (حضرت عباسؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ کی موجودگی میں) ان کی نمائندگی کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ "قرابت داران رسول کا جو حصہ خمس میں ہے اس کی تقسیم کی ذمہ داری اگر آنجنابؐ اپنی زندگی میں میرے سپرد فرمائیں تو بہتر ہوگا۔ تاکہ جنابؐ کے بعد میں کوئی شخص اس معاملہ میں ہمارے

---

[1] ۱۔ اصول کافی ص۱۷ باب صفۃ العلم (طبع لکھنؤ)

۲۔ اصول کافی ص۱۸ باب ثواب العالم والمتعلم

۳۔ امالی للشیخ صدوق ص۳۷ مجلس رابع عشر ۱۴

۴۔ قرب الاسناد للحمیری ص۴۴ طبع ایران

۵۔ بصائر الدرجات ص۳ باب ثواب العالم والمتعلم

۶۔ بصائر الدرجات ص۱۰-۱۱ طبع ایران۔

ساتھ نزاع نہ پیدا کر سکے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ آنجنابؐ نے مجھے اس کا "متولی" بنا دیا۔ دَورِ نبوی میں خمس کے حصہ کو (بنی ہاشم) میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر ابو بکر صدیقؓ نے مجھے اس خمس کی تقسیم کا "والی" بنایا تو میں صدیقی دور میں بھی اس کو بنی ہاشم میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر مجھے عمر ابن الخطابؓ نے اس خمس کی تقسیم کا "والی" بنایا تو عہد فاروقی میں بھی اس کو بنی ہاشم میں تقسیم کیا حتیٰ کہ جب فاروقی خلافت کے آخری سال ہوئے۔ .... الخ

مضمون بالا کے لئے مندرجہ ذیل کُتب کی طرف رجوع فرمائیں۔

۱۔ کتاب الخراج للامام ابی یوسف ص۲ طبع مصر باب فی قسمۃ الغنائم

۲۔ ابوداؤد شریف ص۶۱ ج۲ باب بیان مواضع قسم الخمس

۳۔ مسند امام احمد ص۸۴-۸۵ ج اول تحت مسندات علی بن ابی طالب

مطلب یہ ہے کہ حقِ خمس خلفاء ثلثہ کے دَور میں ان حضرات کو اسی طرح ملتا رہا ہے جس طرح یہ حضورؐ کے وقت میں ملتا تھا انہیں ان کا یہ حق حضرت علیؓ کے ہاتھوں ملتا تھا اور حضرت علیؓ کے اپنے دَورِ خلافت میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح رہا۔

اموال مدینہ بنی نضیر وغیرہ کی تولیّت

"اموال فے" جو مدینہ شریف کے نواح اور اطراف میں بنی نضیر وغیرہ سے حاصل ہوتے تھے ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کا جو حصہ تھا وہ کما حقہ ان حضرات کو دیا جاتا تھا اور اس کی "تولیت" اور "نگرانی" بھی حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے ہاتھ میں دے دی گئی تھی تاکہ ان اموال کی آمد کو یہ حضرات وصول فرما کر حق داروں میں تقسیم کریں۔

مضمون ہذا کا مفہوم مندرجہ ذیل مقامات میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ بخاری شریف ص۵۷۶ ج۔ثانی باب تحت حدیث بنی نضیر

۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ص۲۹۹ ج۶ باب بیان مصرف اربعة اخماس الفئی

مندرجہ بالا سے واضح ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت فاطمہؓ سمیت رشتہ داروں کے مالی حقوق یعنی آمدن فدک اور حق خمس وغیرہ سے ان حضرات کو باقاعدہ خلفاء راشدین کے دور میں ادا کئے جاتے تھے اور ان کا یہ مالی حق ضائع نہیں کیا جاتا تھا۔

شیعہ کی طرف سے اس کی تائید

شیعہ اکابر علماء و مجتہدین نے بھی مذکورہ مالی حقوق کا مسئلہ اسی طرح اپنی تصانیف میں درج کیا ہے چنانچہ وہ ذکر کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ فدک کی آمدن لے کر قرابت داران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجتے تھے جس قدر کہ وہ ان کی ضرورت کو کافی ہوتی تھی اور باقی آمدن کو دوسرے ضرورت مندوں اور حق داروں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اور عمرؓ بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے پھر عثمانؓ بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے اور پھر علی المرتضیٰؓ بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے۔

مضمون ہذا مندرجہ ذیل مقامات میں ملاحظہ فرمائیں۔

لہ۔ ۱۔ { شرح نہج البلاغة لابن میثم بحرانی ص۱۰۷ ج۵ طبع جدید طہران تحت مقصد ہشتم از ہشردہ مقاصد (خط علی المرتضیٰؓ بجانب عثمان بن حنیف عامل بصرہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۲۔ } شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید ص۱۱۱ ج۴ طبع بیروت۔
بحث فی ما ورد من الاخبار والسیر فی فدک۔ الفصل الاوّل

۳۔ } الدرۃ النجفیۃ (شرح نہج البلاغۃ) ص۳۳۲ مطبوعہ قدیم ایرانی
تحت عامل بصرہ عثمان بن حنیف کی طرف علی المرتضٰی کا خط

فیض الاسلام علی نقی نے اس مسئلہ کو بعبارت ذیل نقل کیا ہے۔
"خلاصہ ابوبکر غلہ وسود آں (فدک) گرفتہ بقدر کفایت باہل بیت علیہم السلام مے داد و خلفاء بعد از او ہم برآں اسلوب رفتار نمودند"
"یعنی خلاصہ یہ ہے کہ (فدک) کی آمدن غلہ وغیرہ بقدر کفایت اہل بیت ابوبکر دیا کرتے تھے اور آپ کے بعد خلفاء نے بھی اس کے موافق عمل درآمد جاری رکھا۔"[۱]

سُنّی اور شیعہ دونوں حضرات کے حوالہ جات مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ حضرت فاطمہؓ اور دیگر قرابت داران نبویؐ کو جملہ مالی حقوق (آمدن فدک سمیت) ادا کئے جاتے تھے اور ان کے حقوق کو ضائع نہیں کیا گیا نیز ان اموال کی تقسیم کی تولیت اور نگرانی بھی حضرات خلفاء ثلاثہؓ کے عہد سے ہی حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے سپرد رہی۔ حق بحق دار رسید کا معاملہ پوری طرح قائم تھا۔

---

[۱] } ترجمہ وشرح فارسی نہج البلاغۃ" از فیض الاسلام علی نقی
ص۹۶۰ جلد پنجم طبع طہران

صدیقی دور میں ایفائے عہد

خلیفہ اوّل سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مراسم نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقرباء اور اعزہ کے ساتھ نہایت شائستہ تھے اور ان کے ساتھ معاشرتی معاملات میں بہتر سلوک روا رکھتے تھے اور ہمیشہ ان کے حقوق کی رعایت صدیق اکبرؓ کے پیش نظر رہتی تھی۔

چنانچہ ہم اس چیز پر صدیقی دور کے چند ایک واقعات پیش کرتے ہیں جن سے صدیق اکبرؓ کے افراد امت اور رعایا کے ساتھ حسن معاملہ کی وضاحت ہوتی ہے اور بہترین برتاؤ کا ثبوت ملتا ہے۔ اور صدیقی کردار کی صداقت نمایاں ہوتی ہے۔

اوّل :۔۔۔ محدثین ذکر کرتے ہیں کہ جب سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اعلان کروایا کہ جس شخص نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی قرض لینا ہو یا آنجنابؐ نے اس سے کوئی وعدہ فرمایا ہو تو وہ شخص ہمارے پاس آئے ہم اس کے قرض کو ادا کریں گے اور آنجنابؐ کے وعدہ کی ایفا کریں گے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے (جبکہ بحرین کے عامل کی طرف سے مال آچکا تھا) اور وعدہ نبویؐ ذکر کیا۔ تو صدیق اکبرؓ نے ان کو حسب وعدہ مال ادا کیا اور وعدہ نبویؐ کو پورا کیا۔[1]

---

[1] (۱) بخاری شریف ص۴۴۲ ج اول باب من قال ومن الدلیل علی ان الخمس لنوائب المسلمین

(۲) مشکوٰۃ شریف ص۴۱۶ باب الوعد

دوم: ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے حق میں تیرہ عدد جوان شتر عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا۔ ابھی ہمیں یہ اونٹ وصول نہیں ہوتے تھے کہ آنجناب کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ ہوتے، اور انھوں نے اپنے عہد میں منادی کرادی کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے ساتھ کوئی وعدہ فرمایا تھا اور (تاحال) پورا نہیں ہوا وہ ہمارے پاس آئے۔ پس میں حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وعدہ نبویؐ عرض کیا تو صدیق اکبرؓ نے ہمارے حق میں مذکورہ وعدہ نبوی پورا کر دیا۔[1]

سوم: ابو بشیر مازنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں، مال آنے پر، کچھ عنایت فرمانے کا وعدہ فرمایا۔

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اعلان فرمایا کہ جس شخص نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے (حسب وعدہ نبوئی) کوئی چیز وصول کرنی ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ چنانچہ میں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر وعدہ نبوی کی ان کو خبر کی اس وقت بحرین سے مال آچکا تھا، تو آپؓ نے مجھے دو تین مٹھی بھر کر درہم عنایت فرمائے جو ایک ہزار چار سو درہم ہوئے۔[2]

چہارم: اکابر علماء نے لکھا ہے کہ نصاریٰ نجران کے ساتھ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ ہوا تھا کہ مسلمانوں کو ہر ماہ رجب میں ایک ہزار پوشاک دیں گے۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص۴۱۶ الفصل الثانی باب الوعد۔

[2] کنز العمال ص۱۳۴ ج۳ بحوالہ ابن سعد طبع اول دکن۔
روایت ۲۲۹۱ کتاب الخلافۃ ... مع الامارہ من قسم الافعال تحت خلافۃ ابی بکر صدیق

اور ربا (سود) ختم کردیں گے اور ان کے مال وجان اور آبرو کی حفاظت ہوگی۔ ان کے کلیساؤں کو امان ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا تو صدیق اکبرؓ کی خدمت میں نجران کے نصاریٰ حاضر ہوئے اور معاہدہ نبویؐ ذکر کیا اور توثیق کی گزارش کی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس معاہدہ کی توثیق فرمائی اور ان کے لئے ایک تحریر لکھ دی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کے عین موافق تھی[1]

مذکورہ بالا چند ایک واقعات نے یہ مسئلہ واضح کر دیا کہ خلیفہ بلا فصل حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے وعدوں کو پورا کرتے تھے اور جس شخص کے ساتھ بھی آنجنابؐ کا کوئی وعدہ یا معاہدہ ہوا تھا اس کا اتمام کرنا صدیق اکبرؓ اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے اور منادی اور اعلان کروا کے آنجناب کے قرض اور دین کو ادا کرتے تھے اور کئے ہوئے وعدوں کی تکمیل کرتے تھے۔ گویا یہ ان کا فریضہ تھا جس کو وہ کما حقہٗ ادا فرماتے تھے۔

بنا بریں یہ یقین کیا جاتا ہے اور پورے وثوق کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ جو شخص آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے افراد امت اور عوام الناس سے کئے گئے وعدوں کو پورا کرتا ہے اور اہل کتاب سے معاہدوں کی توثیق و تصدیق کرتا ہے اور کسی یہودی یا نصرانی کے حق کو بھی منع نہیں کرتا اور قرض ہائے نبویؐ کو ادا کرتا ہے وہ ہرگز ہرگز آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزہ و اقارب کے حقوق ضائع نہیں کر سکتا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری کردہ مالی حقوق اور معاشرتی روابط کو کبھی منقطع نہیں کر سکتا۔

---

[1] ۔ کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام (متوفی ۲۲۴ھ) ص ۱۸۹

یہ کس طرح روا ہے کہ دوسرے لوگوں کے حقوق ادا ہوں اور مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبیوں کے حقوق برباد ہوں ؛ یہ نہیں ہو سکتا۔

اور عہد صدیق کے واقعات بھی اس کی تائید نہیں کرتے جیسے کہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

فلہذا صحیح چیز یہی ہے کہ حضرت فاطمہؓ سمیت سب اعزہ نبویؐ کے مالی حقوق اس دور میں ادا کیے جاتے تھے۔

بحث ہذا کا اجمالی خاکہ

اس بحث کا اختصار کرتے ہُوئے اب اس کو مندرجہ ذیل شکل میں پیش کیا جاتا ہے وُہ یہ ہے کہ :

* فدک "مالِ فئی" میں سے تھا۔ میراث نبوی نہیں تھا۔ اس کی آمدن اہل بیت نبوی اور اقربار کو ملتی تھی اور ان کے اخراجات و مصارف اس سے پورے کئے جاتے تھے۔ لیکن فدک کی آمدن سے یہ ادائیگی بطور توریث اور وراثت نہیں تھی۔
* حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ وراثت کے جواب میں حضرت صدیق اکبرؓ کا موقف صحیح تھا۔ یعنی انبیار علیہم السلام کی وراثت (مالی) نہیں جاری ہوتی۔ جیسا کہ سُنّی و شیعہ کتب سے واضح کیا گیا۔

اس وجہ سے حضرت فاطمہؓ اس مسئلہ پر خاموش ہوگئیں اور پھر یہ مطالبہ وراثت کبھی نہیں دوہرایا۔

مسئلہ ہذا میں صدیق اکبرؓ کے موقف کے صحیح ہونے اور اس پر عملدرآمد کے درست ہونے پر شواہد ذیل موجود ہیں۔ اطمینان کے ساتھ ان پر غور فرمائیں :-

۱ ۔ صدیقیؓ فیصلہ ہذا کو تمام اکابر صحابہ کرامؓ نے درست تسلیم کیا اور اسی وجہ سے اکابر صحابہؓ میں سے کسی ایک صحابی نے بھی اس دور میں اس فیصلہ کے خلاف آواز نہیں اُٹھائی۔

۲ ۔ خصوصاً بنی ہاشم کے اکابرین (حضرت علیؓ حضرت عباسؓ (عم نبویؐ) وغیرہم) نے اس کو درست تسلیم کیا اور کوئی اعتراض نہیں کیا۔

(اور ان حضرات رضی اللہ عنہم کی جانب سے اس کے بعد اگر بعض روایات میں مطالبات یا تنازعات مذکور ہیں تو وُہ صرف اس آمدن کی باہمی تحویل و تقسیم اور حصّے بخرے بنانے کے سلسلے میں ہیں لیکن فیصلہ صدیقی رضی اللہ عنہ کے خلاف ہرگز نہیں۔

۳ ۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس فیصلہ صدیقی رضی اللہ عنہ کو تبدیل نہیں کیا گیا۔ گویا صدیقی رضی اللہ عنہ فیصلہ کے برحق ہونے کی یہ عملاً تائید ہے۔

۴ ۔ اسی طرح حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت ششماہی میں فدک کے متعلق صدیقی رضی اللہ عنہ فیصلہ کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا گیا اور نہ اس کو متغیر و متبدل کیا گیا۔

۵ ۔ اہل سنت والجماعۃ کے جمہور مفسرین، اور جمہور محدثین اور جمہور فقہاء، اور قابلِ اعتماد اہل سیر اور لائق اعتبار مورخین، نے مذکورہ صدیقی رضی اللہ عنہ فیصلہ کو صحیح اور حق بجانب قرار دیا ہے اور اس کی صحت و حقانیت پر اتفاق و اجماع کر لیا ہے۔

چنانچہ علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ :۔

وانعقد الاجماع علی صحۃ ما ذھب الیہ ابوبکر رضی اللہ عنہ فسقط ھذا السؤال ۔ اللہ اعلم۔ [1]

" یعنی اس مسئلہ میں جس طرف جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گئے ہیں اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے پس یہ سوال ساقط ہو گیا۔ واللہ اعلم "

---

[1] تفسیر کبیر للرازی ص۲۳ { تحت آیۃ یوصیکم اللہ فی اولادکم ...... الخ (طبع قدیم مصری)

مسئلہ ھذا کا دُوسرا رُخ

بصورت دیگر اگر مخالف کا یہ اعتراض تسلیم کر لیا جائے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ کے مطالبے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہو گئیں اور آخر تک کلام نہیں کیا۔

تو اس کے متعلق مندرجہ ذیل معروضات پیش نظر رکھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اعتراض مذکورہ زائل ہو جائے گا اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کا اشکال بھی مرتفع ہو سکے گا۔

صدیقی جواب پر..... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خاموشی

قبل ازیں ہم نے اس مسئلہ میں صدیقی رضی اللہ عنہ موقف کی صحت پوری شرح کے ساتھ بیان کر دی ہے اور اس پر واقعات کو شواہد قرار دیا ہے۔

یہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوال کے جواب میں فرمان نبوی پیش کیا تھا۔ اب فرمان نبوت معلوم کر کے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ناراض ہونا خلاف نقل ہے اور غیر معقول ہے۔ درحقیقت جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر مسئلہ کی حقیقت صحیح طور پر منکشف ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہا مطمئن ہو کر خاموش ہو گئیں۔

مگر روایت کے راویوں نے سیدہ کی خاموشی کو ناراضگی سے تعبیر کیا اور اپنے گمان میں سمجھے کہ آپ رضی اللہ عنہا غضبناک ہو گئیں۔ بس اسی طریقہ سے یہ چیز باعث

نزاع بن گئی۔ حالانکہ یہ چیز خلاف واقع ہے۔

اور بالفرض اگر سیدہ فاطمہؓ بتقاضائے بشریت اور طبعی رجحانات کی بنا پر رنجیدہ خاطر ہوئی ہیں تو فاطمۃ الزہراءؓ کی ایسی ناراضگی کے تقریباً چار عدد واقعات تو حضرت علیؓ سے متعلق بھی منقول ہیں جو ہم نے اپنی کتاب " رحماء بینہم" حصہ صدیقی کے ص ۱۳۹ تا ص ۱۴۵ میں ذکر کر دیئے ہیں۔ اور یہاں بحث اوّل میں بھی ایک واقعہ ناراضگی ابھی گزرا ہے۔ ان میں سیدہ فاطمہؓ کا حضرت علیؓ پر سخت ناراض ہونا موجود ہے۔

اب اس ناراضگی کا جو جواب دوست تیار کرتے ہیں وہی جواب یہاں اس واقعہ میں معتبر ہو گا۔ یعنی بعد میں حضرت فاطمہؓ راضی ہو گئی تھیں فلہذا مسئلہ ہذا اسی طرح منقح ہے کہ اگر رنجیدگی پیدا ہوئی تھی تو بعد میں اس کا ازالہ ہو چکا تھا۔ اور صدیق اکبرؓ کے حق میں حضرت فاطمہؓ کے دل میں کوئی غبار باقی نہیں رہا تھا۔

رضامندی کی روایات

چنانچہ اب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں سیدہ فاطمہؓ کی رضامندی کی روایات اجمالاً تحریر کی جاتی ہیں پہلے اپنی کتابوں سے ہم پیش کریں گے بعدہٗ شیعہ احباب کی کتابوں سے بھی رضامندی سیّدہ فاطمہؓ کی روایات ذکر کی جائیں گی تاکہ فریقین کی کتابوں سے یہ مسئلہ نمایاں طور پر صاف ہو جائے۔

سُنّی کتب سے :

۱۔ عامر شعبی کہتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو ان کے پاس حضرت ابوبکرؓ اجازت طلب کر کے تشریف لائے اور سیّدہ فاطمہؓ سے معذرت ذکر

کی پس سیدہ فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ سے راضی ہوگئیں۔[1]

---

[1] ۱۔ طبقات ابن سعد ص۱۷ ج۸ طبع لیدن
تحت تذکرہ سیدہ فاطمہؓ

۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ص۳۰۱ ج۶

۳۔ الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص۱۸۱ طبع مصر
" " " " " " " ص۳۵۴ طبع بیروت

۴۔ سیر اعلام النبلا للذہبی ص۸۹ ج۲ تحت تذکرہ فاطمہ اور ص۹۴ ج۲

۵۔ ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ ص۱۵۶ جلد اوّل
باب ذکر ان فاطمہؓ لم تمت الا راضیۃ عن ابی بکرؓ

۶۔ تفسیر کبیر للرازی ص۲۳۰ ج۳
تحت آیۃ یوصیکم اللہ فی اولادکم ..... الخ

۷۔ تفسیر روح المعانی ص۲۲۰-۲۲۱ ج۴
تحت آیۃ یوصیکم اللہ فی اولادکم ..... الخ

۸۔ البدایہ ص۲۸۹ ج۵ ، ۳۳۳ ج۶ طبع اوّل مصری

۹۔ فتح الباری شرح بخاری شریف ص۱۵۱ ج۶
کتاب فرض الخمس، تحت حدیث ثانی

۱۰۔ عمدۃ القاری شرح بخاری شریف ص۲۰ ج۱۵
باب فرض الخمس تحت حدیث ثانی

۱۱۔ وفاء الوفاء للسمہودی ص۹۹۶ ج۳
تحت عنوان طلب فاطمہ من ابی بکر صدقات ابیہا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رضامندی سیدہ فاطمہؓ کے حوالہ جات، کئی دیگر کتابوں میں بھی دستیاب ہیں۔
مگر یہاں صرف چودہ[14] عدد حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔
ان تمام حوالہ جات میں حضرت فاطمہؓ کا صدیق اکبرؓ سے رضامند ہونا اور ان دونوں حضرات کا باہم خوشنود ہونا مذکور ہے۔

شیعہ کتب سے رضامندی

اکابر شیعہ علماء نے حضرت سیدہ فاطمہؓ کے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے رضامندی کے مسئلہ کو بڑے عمدہ طریقہ سے واضح الفاظ میں درج کیا ہے۔ چنانچہ ابن میثم بحرانی اپنی شرح نہج البلاغہ میں ذکر کرتے ہیں :-

"ابوبکرؓ کہتے ہیں اے فاطمہؓ! رضائے الہٰی کے لئے آپ کا مجھ پر حق ہے فدک کے معاملہ میں وہی عملدرآمد کروں گا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جاری کئے ہوئے تھے پس اس چیز پر حضرت فاطمہؓ راضی اور خوشنود ہوگئیں۔ اور اس پر انہوں نے ابوبکرؓ سے پختہ وعدہ اور اقرار لیا۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ) مدارج النبوۃ للشیخ محدث دہلوی صفحہ ۵۴۳ ج ۲
۱۲ } تحت وصل در ذکر غم والم مفارقت آنحضرت
۱۳ - سیرت حلبیہ صفحہ ۳۹۹ ج ۳ تحت حالات وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۱۴ - تحفہ اثنا عشریہ فارسی تحت جواب طعن سیزدہم باب مطاعن ابی بکر۔

"...... فرضيت بذالك واخذت العهد عليه به[1]"

مندرجات کے ذریعے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کے متعلق حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مابین نزاع ختم ہو گیا تھا اور ایک دوسرے کے حق میں دل صاف ہو چکے تھے کوئی کدورت باقی نہیں رہی تھی اور سب آپس میں راضی ہو گئے تھے۔

۱۔ شرح نہج البلاغۃ لابن میثم بحرانی ص۱۰۷ ج ۵ طبع طہران
تحت مقصد ثامن از مقاصد ہشردہ[۱۸]
خط علی المرتضی رض بجانب عثمان بن حنیف عامل بصرہ۔
بلی کانت فی ایدینا فدک۔ الخ

۲۔ درۃ النجفیۃ شرح نہج البلاغۃ ص ۳۳۱/۳۳۲ قدیم طبع ایران
تحت خط علی المرتضی رض بجانب عثمان بن حنیف عامل بصرہ۔

فدک کے لئے ہبہ و عطیہ و وثیقہ اور وقف کے عنوانات

احباب جب توریث اور وراثت فدک کے اثبات میں ناکام ہوتے ہیں تو اس بحث کے لیے یہ پہلو اختیار کرتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو فدک بطور ہبہ اور عطیہ کے عنایت فرمایا تھا اور بعض روایات کے اعتبار سے ایک وثیقہ تحریر کر کے حوالہ کر دیا تھا پھر ان خلفاء نے وہ ہبہ شدہ و عطا فرمودہ حق کو تلف کر دیا اور اس وثیقہ کو چاک کر دیا اس طرح یہ بڑے ظلم کے مرتکب ہوئے۔

اس سلسلہ میں یہ تحریر کیا جاتا ہے کہ وراثت اور توریث کی روایات جسقدر صحیح دستیاب ہوتی ہیں ان کا محل اور مفہوم ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اب "**ہبہ اور عطیہ**" یا **وثیقہ** کی روایات جو دوستوں کی طرف سے ہماری کتب سے پیش کی جاتی ہیں ان کے متعلق بطور قاعدہ کے یہ تحریر ہے کہ:

قواعد کا لحاظ

ان مسائل میں جو روایات، اس فن کے قواعد کی رو سے صحیح اور درست پائی جائیں ان کے جواب کے ہم ذمہ دار ہیں اور جو روایات اس فن کے قواعد کی رو سے صحیح نہیں اور علماء نے ان پر نقد کر دیا ہے وہ ہم پر حجت نہیں اور ہمارے لئے ان کا جواب پیش کرنا ضروری نہیں۔

مسائل میں ہر نوع اور ہر قسم کی روایات کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ مگر جب تک کسی روایت کی صحت ثابت نہ ہو جائے تب تک وہ ہمارے لئے قابل اعتماد اور حجت قرار نہیں پاتی۔ فلہذا جو روایات از روئے قواعد صحیح ہوں گی وہ قابل قبول ہیں اور جو روایات مجروح و مقدوح ہوں گی وہ قابل قبول نہیں۔

ابو سعید کی روایات کا تجزیہ

ایک قلیل سی تلاش کے ذریعے یہ ثابت ہوا ہے کہ بعض روایات۔ جو ہبہ اور عطیہ کے متعلق ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی گئی ہیں ان کے اسانید مجتنا قدر دستیاب ہوئے ہیں۔ ان کی تحقیق کرنے سے واضح ہوا کہ یہ روایات حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ صحابی کی طرف منسوب کی گئی ہیں لیکن حقیقت میں یہ ان کا کلام نہیں۔

وجہ یہ ہے کہ ابو سعید کا شاگرد عطیہ عوفی ہے۔ علماء رجال نے عطیہ عوفی کے حق میں تحقیق کی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ شخص "کثیر الخطاء" اور نہایت ضعیف آدمی تھا اس سے روایت لینا اور اس کی حدیث لکھنا ناجائز ہے مگر تعجب کے طور پر نقل کی جائے تو کی جاتے۔ یہ شخص شیعہ تھا۔ حق مذہب سے برگشتہ تھا اور مشہور کذاب محمد ابن السائب الکلبی کے پاس جا کر اس سے روایتیں لیتا تھا اور اس کی کنیت ابو سعید تجویز کر رکھی تھی جہاں یہ ابو سعید سے نقل کرتا ہے۔

وہاں اس کی مراد الکلبی کذاب ہوتا ہے اور حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ صحابی کے نام کے ساتھ اشتباہ پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ تا کہ لوگ فریب کھا کر اس روایت کو خوب قبول کر لیں۔

لہ (۱) تہذیب التہذیب لابن حجر ص ۲۲۵/۲۲۶ جلد سابع تحت عطیہ ابن سعد العوفی الکوفی

(۲) میزان الاعتدال للذہبی ص ۲۰۱ ج ۲ طبع مصری قدیم تحت عطیہ ابن سعد العوفی

عطیہ ابن سعد کی مزید تشریح ہماری کتاب "حدیث ثقلین" میں ص۴۹ تا ص۵۲ طبع ثانی تحت اسناد طبقات ابن سعد ملاحظہ فرمائیں وہاں عطیہ مذکور کے متعلق تشریح موجود ہے۔

دراصل ابوسعید سے مذکورہ روایات آیت وآت ذالقربیٰ حقہ......الخ کے ساتھ منضم کرکے بیان کی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ "جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو بلایا اور ان کو فدک عطا کر دیا۔"

تو اس کے متعلق یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہ سورۃ (الاسریٰ پ۱۵) مکی ہے اور یہ آیت بھی مکی آیات میں سے ہے اس وقت تک ہجرت مدینہ نہیں ہوئی تھی، اور نہ ہی خیبر فتح ہوا تھا تو پھر فدک حضرت فاطمہؓ کو کس طرح عطا کیا گیا؟ یہ چیز واقعات کے برخلاف ہے فلہذا یہ قابل تسلیم نہ ہوگی۔[1]

حضرت ابوسعید کی مذکورہ روایات کی طرح بعض دیگر صحابہ اور تابعین سے اسی نوع کی روایات منقول ہیں ان میں بھی یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو فدک دے دیا تھا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو فدک دے دیا تھا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ آنجنابؐ نے میرے لئے فدک متعین کر دیا تھا اور بعض روایات اس مفہوم کی بھی ملتی ہیں کہ صدیق اکبرؓ کے ہاں جب حضرت فاطمہؓ نے فدک کا مطالبہ کیا تو اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے شہادت طلب کی تو اس میں ام ایمنؓ حضرت علیؓ وغیرہ نے شہادت دی مگر ابوبکر صدیقؓ نے یہ شہادت رد کر دی۔

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ ص۲۴۴ تحت کید سی و دوم سطر ۳۲ (شاہ عبدالعزیزؒ)

دعویٰ فدک پر شہادت طلبی

مذکورہ بالا تمام اقسام کی روایات متعلق یکجا معروضات ذیل پیش خدمت ہیں :-

اسی طرح کی روایات کے متعلق اکابر علماء قبل ازیں تحقیق فرما کر تنقید کر چکے مثلاً :-

۱۔ حافظ بدرالدین عینی حنفی نے بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری میں مذکورہ قسم کی روایات پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ روایت بے سروپا ہے اور حضرت فاطمہؓ کے دعویٰ پر ان کے حق میں حضرت علیؓ کی شہادت اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اس شہادت کو رد کرنے کا واقعہ بالکل بے اصل اور مصنوعی ہے۔

"هذا لا اصل له...... انما هو امر مفتعل لا يثبت"[1]

۲۔ ہمارے اکابر نے فرمایا ہے کہ اس نوع کی روایات صحیح نہیں اور جو اس قسم روایات ملتی ہیں وہ شیعہ راویوں کے افتراء میں سے ہیں اور نہایت درجہ کی ضعیف ہیں اور ان کے بیشتر راوی مجروح و مقدوح اور شیعہ ذہنیت سے متاثر ہیں

چنانچہ شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ ہم چوں قسم روایات اہل سنت کی معتبر و معتمد کتابوں میں نہیں یہ محض شیعوں کا افتراء ہے اہل سنت کو ان روایات سے الزام دینا اور اس کا جواب طلب کرنا بالکل خفت عقل پر دال ہے[2]

---

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری شریف ص۲۰ ج ۱۵ لبدرالدین العینی باب فرض الخمس تحت حدیث ثانی

[2] تحفہ اثنا عشریہ ص۲۷۷ تحت جواب طعن سیزدہم ۱۳

نیز فتاویٰ عزیزی میں لکھا ہے کہ فدک کے ہبہ کے دعویٰ کی روایات انتہا درجے کی ضعیف پائی جاتی ہیں اور یہ شیعوں کی تلبیس اور اختلاط کے قبیلے میں سے ہیں۔ "معارج النبوۃ" میں اسی قسم کی روایات اخذ کر کے درج کر دی گئی ہیں۔[1]

ہبہ سے متعلق ایک قاعدہ

ہبہ کے مسئلہ میں اہل سُنّت اور شیعہ کے ہاں قاعدہ مسلّم ہے کہ ہبہ شدہ چیز کو جب تک کہ موہوب لہ (جس شخص کے لئے ہبہ کیا گیا ہے) کے قبضہ اور تصرف میں نہ دے دیا جائے تب تک ہبہ شرعاً صحیح نہیں ہوتا۔

چونکہ حیاتِ نبویؐ میں فدک کو حضرت فاطمہؓ کے قبضہ اور تصرف میں نہیں دیا گیا تھا اور آنجناب کے تصرف میں تھا فلہذا فدک کا ہبہ درست نہ ہوا۔[2]

اگر بالفرض والتقدیر حضرت فاطمہؓ کو فدک بطور ہبہ اور عطیہ کے مل چکا تھا، جیسا کہ شیعہ کی پھیلائی ہوئی روایات بتلاتی ہیں تو حضرت فاطمہؓ کا حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس دعویٰ کس لئے تھا؟ اور کس بنا پر تھا؟ فدک تو ان کے ملک اور تصرّف میں تھا۔[3]

---

[1] (فتاویٰ عزیزی فارسی ص ۱۰۱ ج ۲ تحت مسئلہ ہذا)

[2] ۱ { منہاج السنۃ لابن تیمیۃ ص ۱۶۶ ج ۲ تحت جواب ہبہ فدک

۲۔ تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۷۸ تحت جواب طعن سیزدہم ۱۳

[3] { میزان الاعتدال للذہبی ص ۲۲۸ ج ۲ طبع مصری قدیم تحت ذکر علی بن عباس ارزق اسدی کوفی۔

شق وثیقہ کا واقعہ

شیعہ احباب فدک کے متعلق ان مراحل میں ناکام ہونے کے بعد ایک دیگر چیز پیش کرتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے مذکورہ مطالبے پر ایک وثیقہ یعنی ایک تحریر لکھ دی تھی، کہ "فدک حضرت حضرت فاطمہؓ کو بطور میراث کے اپنے والدؐ سے دیا جاتا ہے" اس کے بعد جناب عمر بن الخطابؓ آگئے اور انھوں نے یہ وثیقہ حضرت فاطمہ سے لے کر پھاڑ دیا اور ابوبکر صدیقؓ کو کہا کہ عرب جنگ کے لئے آپ کے مقابل کھڑے ہو گئے ہیں تم مسلمانوں پر کہاں سے خرچ کرو گے۔؟؟؟

اس چیز کے متعلق مندرجہ ذیل معروضات ملاحظہ فرمائیں۔ اشتباہ دور ہو جائے گا۔

۱ - روایت مذکورہ بالا شیعہ بزرگوں کی تصنیف شدہ ہے اور ان کی کتاب اصول کافی جلد اوّل صـ۳۵۵ (طبع نول کشور لکھنؤ) باب الفیٔ والانفال وتفسیر الخمس" میں ابوالحسن موسیٰ سے مروی ہے۔ اسی مضمون کو بعض تقیہ باز بزرگوں نے مثلاً سبط ابن الجوزی وغیرہ نے اپنے کلام میں نقل کر کے ہماری کتب میں مدرج کر دیا ہے۔

سبط ابن الجوزی جس کا نام یوسف بن فزغلی یا قزاوغلی ہے اس کے متعلق ہم نے اپنی کتاب "حدیث ثقلین" صـ۱۹۰ تا صـ۱۹۲ طبع اوّل اور صـ۱۸۵ تا صـ۱۸۷ طبع ثانی میں پوری تشریح کر دی ہے کہ وہ سنیوں میں سنی اور شیعوں میں شیعہ مذہب رکھتا تھا اور بعض اوقات حنفیوں کے لئے فقہ حنفی پر کتابیں مدون کرتا تھا اور عجیب قسم کا ابن الوقت وابن الدراہم اور تقیہ باز بزرگ تھا۔

۲ - ہمارے علماء نے سبط ابن الجوزی کے کلام سے اگر یہ واقعہ کہیں نقل کر دیا ہے تو انھوں نے "وفی کلام سبط ابن الجوزی" لکھ کر تصریح کر دی ہے کہ یہ روایت اس کے فرمودات میں سے ہے اور ہماری روایت ہرگز نہیں ہے۔

اب ان گذارشات سے مسئلہ واضح ہو گیا کہ وثیقہ کی روایت مذکورہ بالا اگر ہماری کتابوں میں کہیں مذکور ہے تو ان تقیہ باز بزرگوں کے ذریعے نقل ہوئی ہے، اور علماء حضرات کو ان کے مکائید طیبہ سے خبردار رہنا چاہیے یہ عجیب قسم کی حیلہ گری اور فریب دہی کیا کرتے ہیں۔

وقف فدک کا مسئلہ

احباب جب مندرجہ و مذکورہ بالا صورتوں میں اپنا مدعیٰ ثابت نہیں کر سکتے تو پھر حضرت فاطمہ رض پر فدک کے وقف ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور اس کو ہماری کتب سے ثابت کرنے کے لئے عجیب ترین جعل سازی فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے فتاوی عزیزیہ میں وقف فدک کی روایت فلاں صفحہ پر موجود ہے اور "منکر اہل بیت" کے ہاتھ اس کو مٹا نہیں سکتے وغیرہ وغیرہ"

ناظـرین کرام اس کے متعلق یاد رکھیں کہ:۔

۱ـــ شاہ عبدالعزیز رح اپنے فتاویٰ عزیزی میں اس مقام میں شیعہ بزرگوں کی پیش کردہ متعدد روایات کا جواب فرما رہے ہیں اور وقف کی یہ روایت ان میں سے تیسری ہے جس کو آج کل کے دوستوں نے بطور دلیل کے فراہم کیا ہے۔

۲ـــ فتاویٰ مذکور میں اس وقف والی روایت سوم کو رد کرنے کی خاطر نقل کیا گیا ہے پھر اس پر جرح تحریر کر دی ہے۔

۳ـــ یہ دستور ہے کہ ہمیشہ فریق مخالف کے اقوال و اعتراضات کو پہلے نقل کیا جاتا ہے پھر اس کا رد کیا جاتا ہے۔ یہاں دوستوں نے اپنی کمال وقاحت کا ثبوت پیش کیا کہ جس روایت کو صاحب کتاب (بعد از نقل) خود رد کرنا چاہتے ہیں اس کو لوگوں کے سامنے اپنی دلیل بنا کر پیش کر دیا اور فریب دینے کا بالکل نرالا طرز اختیار کیا۔ اس طریق سے وہ اپنی قوم کو خوش و خرم کر کے شاباشی اور تحسین ارزاں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

۴۔۔۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے مذکورہ روایتِ وقف کا رد اس طرح فرمایا ہے کہ :۔

۱۔۔۔ یہ روایت کتاب "معارج النبوۃ" سے لی گئی ہے اور وہ کتاب کوئی معتبر و معتمد نہیں ہے (یعنی رطب و یابس ہر نوع کی روایات کا کشکول ہے)

۲۔۔۔ نیز روایت ہذا کے الفاظ و عبارت قدیم لغت کے برخلاف ہے۔ یعنی دورِ نبوی کی عبارات کے موافق اس کی تعبیر نہیں ہے یہ مصنوعی معلوم ہوتی ہے)۔

۳۔۔۔ اور بالفرض حضرت فاطمہؓ پر وقف فدک کی روایت صحیح ہو تو یہ امامیہ و شیعہ مذہب کے برخلاف ہے کیونکہ اس سے تو معلوم ہوا کہ وہ قریہ (فدک) میراث نبوی نہیں تھا اور نہ وہ ہبہ تھا بلکہ وہ قریہ وقف تھا۔ یہی چیز تو اہل سنت کہتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام متروکہ چیزیں وقف تھیں (اور صدقہ فی سبیل اللہ تھیں) تو اس سے شیعہ مذہب کا مقصد ثابت نہ ہوا ..... الخ

آخر میں اہل علم کے تنبہ کے لئے درج ہے کہ "صاحب معارج النبوۃ" تو حضرت علیؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا "وصی" قرار دیتا ہے۔ حضرت علیؓ کا وصی ہونا خاص شیعہ کا مذہب ہے اہل السنۃ کا نہیں۔ جس شخص کے ایسے غلط نظریات ہوں اس کی مرویات ہم پر حجت نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی قابل قبول ہو سکتی ہیں۔ مندرجہ ذیل مقام میں مسئلہ وصی کے لئے رجوع فرمائیں[1]

---

[1] معارج النبوۃ ص $\frac{85}{86}$ جلد سوم رکن چہارم باب چہاردہم فصل پنجم تتمت وقائع بعد از وفات آنحضرت صلعم۔ مطبوعہ قدیم بمبئی۔

تنبیہ

اس مقام میں یہ ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ اسلام میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی کے متعلق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا وصی ہونا اور بعد النبیؐ ان کی امامت بلافصل کو فرض قرار دینا شیعہ اکابر کا اہم نظریہ ہے۔

اس کی نشاندہی ہم ان کی قدیم ترین کتب سے کر دینا مناسب خیال کرتے ہیں۔

قرن ثالث اور قرن رابع کے اکابر علماء شیعہ نے نظریہ بالا ذکر کیا ہے۔

چنانچہ صاحب "رجال کشی" نے رجال کشی میں[1] اور علامہ ابو محمد الحسن بن موسے النوبختی نے "فرق الشیعہ" میں[2] بعبارت ذیل بیان کیا ہے اور متاخرین علماء شیعہ نے مثلاً "تنقیح المقال" میں علامہ مامقانی نے بھی یہی مسئلہ درج کیا ہے[3]:-

"وذكر اهل العلم ان عبد الله بن سبا كان يهوديا فاسلم ووالى عليا عليه السلام وكان يقول وهو على يهوديته فى يوشع بن نون وصى موسىٰ بالغلو فقال فى اسلامه بعد وفات رسول الله صلى الله عليه واله فى علىٍ عليه السلام مثل ذالك وكان اول من اشهر بالقول بفرض امامة على عليه السلام واظهر البراءة من اعدائه وكاشف مخالفيه واكفرهم[1]......الخ

---

[1] (۱) رجال کشی للشیخ ابی عمرو بن محمد بن عمر بن عبد العزیز الکشی ص۷۱ طبع بمبئی۔ تحت عبد اللہ بن سبا۔

(۲) فرق الشیعہ از علامہ نوبختی ص۲۲ طبع نجف اشرف تحت السبائیۃ

(۳) تنقیح المقال للمامقانی ص۱۸۴ ج۲ تحت عبد اللہ بن سبا۔

عبارت بالا کا مفہوم یہ ہے کہ شیعہ علماء نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ ابن سبا ایک یہودی شخص تھا پھر (بظاہر) مسلمان ہو گیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات سے محبت کا دم بھرنے لگا یہ شخص اپنے یہودی ہونے کے دور میں یوشع بن نون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا "وصی" قرار دیتا تھا اور اسلام لانے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے "وصی" ہونے کا قول کرنے لگا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت (بلافصل) کی فرضیت کا قول، ان کے دشمنوں سے برائت کا اظہار اور ان کو کافر کہنے کا قول، سب سے پہلے اسی شخص نے مشہور کیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ :۔

۱ — حضرت علی المرتضیٰ کے "وصی" ہونے نظریہ شیعہ کے اکابر کی طرف سے اختراع کیا گیا ہے۔

۲ — اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی "بلا فصل" امامت کے فرض ہونے کا نظریہ بھی ان کی طرف سے افتراء کیا گیا ہے۔

۳ — شیعہ کے اکابر حضرات نے ان ہر دو نظریات کو تسلیم کیا ہے اور رد نہیں کیا۔

ان گزارشات کے پیش کرنے سے مقصد یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے "وصی" ہونے کا نظریہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی "بلا فصل امامت" کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کا نہیں ہے بلکہ شیعہ مذہب کا اپنا مخصوص نظریہ ہے فلہذا اس نوع کے حامل نظریات کے مصنفین کی تصانیف ہم پر حجت نہیں ہو سکتیں۔

یاد رہے شیعہ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ عبداللہ بن سبا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور میں انھیں "الٰہ" اور اپنے آپ کو "ان کا نبی" کہتا تھا۔ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اس کا اقرار بھی کیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے تین دن توبہ اور استغفار کی مہلت

دی مگر وہ اپنے قول سے باز نہ آیا۔ اس بنا پر حضرت علیؓ نے اسے آگ میں ڈلوا کر جلا ڈالا[1]

ناظرین پر واضح ہو گیا کہ ابن سبا، کو "الوہیت مرتضوی" اور "نبوت کے دعویٰ" کی بنا پر جلوایا گیا تھا لیکن وصایت و امامت (بلا فصل) کے نظریات یعنی یہ اس کے دونوں عقیدے شیعہ میں مقبول و منظور چلے آرہے ہیں۔ فافہم۔

---

[1] ۱۔ رجال کشی ص۷۱ طبع بمبئی تحت عبداللہ بن سبا

۲۔ تنقیح المقال ص۱۸۴ ج۲ جلد ثانی۔ تحت عبداللہ بن سبا

"فدک اور وصیّت نبویؐ"

فدک کے متعلق جب ہبہ اور عطیہ کی روایات بے کار ثابت ہوتی ہیں اور وثیقہ اور وقف کی روایات بھی لاحاصل ٹھہرتی ہیں اور مدعا ثابت نہیں ہوتا تو پھر یہ لوگ یہ حربہ استعمال کرتے ہیں کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کے حق میں فدک کے متعلق ایک وصیت فرمائی تھی لیکن ابوبکر صدیق رضؓ نے اس وصیت کا ایفاء نہ کیا اور پیغمبر صلعم کی وصیت کا خلاف کر ڈالا اور پیغمبر صلعم کے نافرمان ہوئے۔

اس طعن کے جواب میں چند چیزیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں :-

ا ــــ وصیت کے دعویٰ مذکورہ بالا کو ثابت کرنے کے لئے اہل سنّت کی معتبر کتابوں سے صحیح روایت پیش کرنا لازم ہے۔ ضعیف اور بے اصل روایات پیش کرنے سے دعویٰ مسموع نہیں ہوگا۔ اس نوع کی روایات اگر کہیں دستیاب ہوتی ہیں تو اس فن کے قواعد معتبرہ کے معیار پر پوری نہیں اترتیں۔ جو قواعد کے خلاف چیز ہو وہ قابل التفات نہیں ہوتی۔

۲ ــــ دوسری چیز یہ ہے کہ شیعہ اور سُنّی علماء فرماتے ہیں کہ وصیت میراث کی خواہر ہے (یعنی الوصیّۃ اخت المیراث)۔ پس جس مال میں میراث جاری نہیں ہو سکتی اس مال میں وصیت کس طرح جاری ہوگی ؟؟

وجہ یہ ہے کہ وصیت کرنے والے کے فوت ہو جانے کے بعد میراث اور وصیت کا ملک منتقل ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام انتقال کے بعد اپنے مال کے مالک نہیں رہتے بلکہ ان کا مال اللہ تعالےٰ کا مال ہوتا ہے، اور

بیت المال میں داخل ہوتا ہے۔ چنانچہ جب انبیاء علیہم السلام کے مال میں وراثت ثابت نہ ہوئی تو "وصیت مالی" کا نفاذ بطریق اولیٰ نہ ثابت ہوگا۔ اس واسطے کہ وصیت سے وراثت قوی تر ہے اور وصیت ضعیف ہے۔[1]

۳۔ اگر بالفرض وصیت نبویؐ اس معاملے میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے پائی گئی تھی اور صدیق اکبرؓ نے اس کا ایفاء نہ کیا اور پیغمبر علیہ السلام کی مخالفت کر ڈالی تو حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی خلافت کے عہد میں اس وصیت کا اتمام اور ایفاء کیوں نہ کیا؟ اور حضرت فاطمہؓ کے وارثوں کو یہ حق کیوں نہ ادا کیا؟ عدم ایفاء کے ثبوت کے لئے درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں جو شیعہ اکابر نے لکھے ہیں۔[1]

(ان مقامات میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ نے "فدک" کو حضرت فاطمہؓ کے وارثوں کی طرف رد نہیں کیا تھا۔)

۴۔ اور پھر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس نبوی وصیت کو کیوں نہ مکمل کیا؟ اور حق بحق دار رسید کا قاعدہ کیوں پورا نہ کیا؟؟

۵۔ نیز قابل توجہ یہ چیز ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر وصایا کو صحابہ کرامؓ اور اُمت محمدیہ نے پورا کرنے میں تمام تر مساعی صرف کر دیں تو حضرت فاطمہؓ کے حق میں وصیت کو پورا کرنے کے لئے تمام تر صحابہؓ بشمول ہاشمی حضرات کے کیوں متساہل ہو گئے؟ اور فرمان نبوی کو کیوں متروک قرار دیا؟؟

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ ص۲۷۹ طبع لاہور۔ تحت جواب طعن چہاردھم

[1] ۱۔ کتاب الروضۃ (در آخر کتاب فروغ کافی) جلد سوم ص۲۹/۳۰ طبع نول کشور لکھنؤ تحت خطبہ امیر المومنین علیہ السلام

۲۔ تلخیص الشافی ص۱۴۴ ج۳ طبع جدید قم۔ تحت عدم رد فدک

"خلاصہ کلام"

اس بحث میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا صدیق اکبرؓ سے مالی حقوق کا مطالبہ بیان کرنا ملحوظ خاطر تھا جس کو بقدر ضرورت تشریح کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، یعنی صدیق اکبرؓ سے حضرت فاطمہؓ نے یہ مطالبہ بطور وراثت اور توریث کیا اور صدیق اکبرؓ نے اس مسئلہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی مالی وراثت نہیں ہوتی۔ ان کا متروکہ مال وقف اور صدقہ ہوتا ہے اور آپؐ کا جو مالی حق عہد نبویؐ میں ادا کیا جاتا تھا وہ من وعن جاری رہے گا۔

حضرت فاطمہؓ یہ مسئلہ معلوم کر کے صدیقی فیصلہ پر مطمئن ہو کر خاموش ہو گئیں اور اسی کے ساتھ ان کی رضامندی تھی پھر اس کے بعد نہ حضرت فاطمہؓ نے یہ مطالبہ دوہرایا ہے اور نہ ہی حضرت علیؓ یا دیگر ہاشمی حضرات نے اس کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ یہ چیز صدیق اکبرؓ کے فیصلے کے برحق ہونے کی عملاً تائید ہے اور اس امر کی بین دلیل ہے کہ اس فیصلہ میں صدیق اکبرؓ کا موقف درست تھا۔ اور انہوں نے اعزہ نبویؐ کا کوئی "مالی حق" ضائع نہیں کیا۔

بحث (۴) رابع

(احراق بیت سیّدہ فاطمہؓ کے متعلقات)

معترض دوستوں نے حضرت فاطمہؓ کے سوانح اور حالات میں یہ چیز بڑے شدّومد سے ذکر کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد جب حضرت صدیق اکبرؓ منصب خلافت پر فائز ہوئے تو انہوں نے حضرت علیؓ کو بیعت کی خاطر بلانے کے لئے ان کے گھر حضرت عمرؓ فاروق کو بھیجا ان کے ساتھ دیگر صحابہ بھی تھے انہوں نے حضرت علیؓ کے گھر پر جا کر ان کو گھر سے باہر نکالنے کے لئے بڑی سختی اور درشتی کا مظاہرہ کیا۔ اور خانہ فاطمہؓ سے باہر نہ آنے کی صورت میں گھر کو جلا ڈالنے کی دھمکی دی اور سیّدہ فاطمہؓ کے ساتھ بُرے سلوک سے پیش آئے ان کی بعض روایات میں یہاں تک ہے کہ انہوں نے سیدہ فاطمہؓ کو زدوکوب بھی کیا اور بہت ایذا پہنچائی۔ (معاذ اللہ) وغیرہ وغیرہ۔

یہ طعن حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ دونوں پر قائم کیا جاتا ہے اور ان حضرات کا اہل بیت نبویؐ کے ساتھ یہ بدسلوکی کرنا ان کے ہاں تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔

اب اس الزام کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے چند باتیں تحریر کی جاتی ہیں ان سے بعونہٖ تعالیٰ اس طعن کا پوری طرح ازالہ ہو جائے گا۔ پہلے باعتبار روایت کے کلام کیا جاتا ہے اس کے بعد درایۃً کلام ہوگا۔

"روایت کے اعتبار سے تجزیہ"

۱ —— جن روایات کی بنا پر طعن مذکور کو مرتب کیا گیا ہے وہ حدیث کی صحاح کی روایات نہیں ہیں۔ صحیح احادیث اور صحیح روایات میں ان واقعات کا نام و نشان تک نہیں ملتا اور جن کتب روایت اور تاریخ سے یہ طعن تیار کیا گیا ہے ان پر اس فن میں کوئی اعتماد و اعتبار نہیں ہے۔

۲ —— نیز جن روایات سے یہ قصہ تصنیف شدہ ہے وہ اہل علم و اہل فن کی اصطلاح میں سنداً منقطع اور متناً منکر ہیں۔ (علماء اس صورتِ نقل کو خوب سمجھتے ہیں۔)

عام احباب کے لئے اس کی مختصر تشریح یہ ہے کہ جن لوگوں نے یہ قصہ نقل کیا ہے وہ خود واقعہ ہذا میں موجود نہ تھے کسی شخص نے ان کو بیان کر دیا۔ اس قصہ کا ناقل خدا جانے کیسا شخص تھا؟ اور کون تھا؟ اور جو کچھ قصہ میں مذکور ہے وہ اس دور کے صحیح واقعات کے برخلاف پایا جاتا ہے اور اس موقعہ کے دیگر واقعات اس داستان کی تائید نہیں کرتے اور اس عدم تائید پر عنقریب قرائن و شواہد پیش کیے جائیں گے۔ اور ان میں کئی ایسے راوی ہیں جن کو علماء رجال "احذق بالکذاب" (یعنی دروغ گوئی میں بہت بڑے ماہر) قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح دیگر رواۃ بھی مختلف قسم کی جرح سے بری طرح مجروح ہیں

۳ —— کبار علماء نے مذکورہ بالا واقعہ کی متعلقہ روایات کے حق میں تصریحاً لکھا ہے کہ :-

۱۔ "این قصّہ سراسر واہی وبہتان وافتراء است ہیچ اصلے نہ دارد"

یعنی (حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کو ایذارسانی وبدسلوکی کا) یہ قصہ سراسر واہیات، بہتان اور افتراء ہے اور بالکل بے بنیاد ہے اس کا کوئی اصل نہیں ہے[1]

۲۔ نبراس شرح "شرح عقائد نسفی" میں مولانا عبدالعزیز پرہاروی نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

"...... قلنا کذب محض" یعنی ہم کہتے ہیں کہ یہ خالص جھوٹ ہے[2]

۳۔ حضرت فاطمہؓ کی مذکورہ ایذارسانی کو بعض شیعہ علماء نے بھی غیر معتبر وغیر معتمد قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید شیعی اپنی شرح "نہج البلاغہ" میں اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

"واما ماذکرہ من الھجوم علی دار فاطمۃؓ وجمع الحطب لتحریقھا فھو خبر واحد غیر موثوق بہ لا معول علیہ فی حق الصحابۃ بل ولا فی حق احدٍ من المسلمین ممن ظھرت عدالتہ"[3]

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ ص۲۹۲ طبع لاہور
بحث مطاعن فاروقی تحت جواب طعن دوم

[2] نبراس ص۵۲۹ تحت عبارت
ولا یشترط فی الامام ان یکون معصومًا۔ طبع قدیمی ملتان (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مذکورہ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے مکان پر لوگوں کا ہجوم کر کے آنا اور اس کے جلانے کے لیے لکڑیوں کا جمع کرنا وغیرہ کی خبر واحد ہے، قابلِ اعتماد نہیں ہے اور نہ ہی قابلِ اعتبار ہے۔ نہ صحابہ کے حق میں (یہ چیز) جائز ہے بلکہ مسلمانوں میں سے جن کی عدالت اور دیانت نمایاں ہے ان میں سے کسی مسلمان کے حق میں بھی (یہ چیز) جائز نہیں"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید الشیعی ص۱۳۱ ج۴ طبع بیروت تحت متن قولہ علیہ السلام لعمار بن یاسر وقد سمعہ یراجع کلاما دعہ یا عمار]

"درایت کے اعتبار سے تجزیہ"

حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ موقعہ ہذا پر اندار سانی اور بدسلوکی کی یہ داستان ہمارے نزدیک بالکل غلط ہے اور اس میں حبّہ بھر صداقت نہیں اکابر صحابہؓ کو مطعون کرنے کی خاطر یہ روایت وضع کی گئی ہے۔

۱۔ بالفرض والتقدیر اگر مندرجہ بالا قصے صحیح ہیں تو یہ حضرت علیؓ کی شجاعت اور غیرت پر ایک ناقابل تلافی داغ ہے اور یہ چیز اس دور کے واقعات کے بھی بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ یہ مسلّم چیز ہے کہ حضرت علیؓ نے اُنہی خلفاء سے بیعت کر لی تھی اور ان کی اقتدار میں پنجگانہ نمازیں باجماعت ادا کرتے رہے تھے اور ان کی آرار اور جماعتی مشوروں میں برابر شریک و شامل رہے اور مجالس مشاورۃ میں بارہا انہیں حاضر دیکھا گیا آپ بیت المال سے عطایا اور اموال بھی حاصل کرتے رہے اور ان خلفاء سے رشتہ داری کا نسبی تعلق بھی انھوں نے قائم رکھا تھا[1]۔

۲۔ نیز اکابر ہاشمی حضرات اس واقعہ ہائلہ پر کیوں خاموش رہے؟؟ حالانکہ مذکورہ چیزیں ان کے خاندانی وقار اور حمیّت کے منافی تھیں۔

۳۔ اور اسی طرح اکابر صحابہ کرامؓ نے حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ اظہار رفاقت اور حمایت کیوں نہیں کیا؟؟ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت

---

[1] کتاب تنزیہ الانبیاء ص۱۳۲ طبع ایران
للشیخ المرتضیٰ علم الھدیٰ الشیعی

عمر فاروقؓ کے مقابلہ میں حق کی حمایت سے کیوں دستبردار ہوئے اور حق گوئی سے کیوں خاموش ہو گئے ؟؟؟ اہل تواتر کا محض کذب پر جمع ہونا کسی طرح لائق قبول نہیں۔

درحقیقت بات وہی درست ہے جو مولانا حیدر علیؒ نے اپنی کتاب "منتہی الکلام" میں واقعہ ہذا کے متعلق تحریر کی ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ :-

"...... یہ سب تہمتیں صنعا کے یہودیوں کے اکابر کی طرف سے ہیں اور ایران کے مجوسیوں کی پیدا کردہ ہیں جنھوں نے اپنے جگر میں فاروق اعظمؓ کے ہاتھوں کاری زخم کھائے ہوئے تھے اور اپنے سینہ میں دیرینہ عداوت کے تخم کاشت کئے ہوئے تھے۔ معتبر روایات سے آپ کو معلوم ہے کہ مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی کے لئے صدیق اکبرؓ جب اُٹھے تھے تو حضرت فاروق اعظمؓ ان کی حمایت میں کھڑے ہو گئے تھے اور ان کی کلمہ گوئی کا حق صدیق اکبرؓ کو یاد دلایا تھا پس ایسی شخصیت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ صدیق اکبرؓ کے منصب خلافت پر قائم ہونے کے وقت اہل بیت اطہار کے حق میں حمایت کرنے سے گریز کرینگے۔ اور حق گوئی سے دستبردار ہو جائیں گے"۔؟؟؟

یہ ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔[1]

دراصل اس وقت جناب صدیق اکبرؓ کی بیعت خلافت کا مسئلہ درپیش تھا۔

---

[1] منتہی الکلام از مولانا حیدر علیؒ فیض آبادی
ص ۵۳ طبع قدیم تحت بحث مسئلہ ہذا۔

اس پر باہمی گفتگو اور رائے دہی کی جارہی تھی جو واقعۃً کوئی بری بات نہیں۔ وہاں کوئی ہنگامہ آرائی اور فتنہ خیزی نہیں ہوئی تھی۔ صحابہ کرامؓ نے بشمول ہاشمی اکابر کے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ تعجیلاً بیعت کرلی تھی اور یہ مسئلہ تین ایام کے اندر اندر بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ طے ہو کر منزل تکمیل تک پہنچ گیا تھا۔

بالفرض اگر کوئی چیز اس موقعہ پر اختلاف رائے کے درجہ میں پیش آئی تھی جو عند العقلاء کوئی قبیح نہیں ہے) تو وہ بھی قلیل مدت میں عمدہ اسلوب کے ساتھ تمام ہو گئی تھی۔ اس کو کھینچ کر شش ماہ تک لیجانا رواۃ کی اپنی طرف سے ہے۔

(فافہم)۔

بحث ⑤ خامس

سیّدہ فاطمہؓ کے جنازہ کا مسئلہ

معترض احباب اس چیز کو بھی بڑے آب وتاب سے ذکر کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کا جب انتقال ہوا تو حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کا جنازہ پڑھ کر شب وفات میں ہی دفن کر دیا۔ چونکہ حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ناراض تھیں اس وجہ سے حضرت علیؓ نے ابوبکر صدیقؓ اور دیگر صحابہؓ کو کوئی اطلاع نہ کی اور ان حضراتؓ کو سیّدہ فاطمہؓ کے جنازہ میں شامل نہیں ہونے دیا۔

اس شُبہ کے ازالہ کے لئے ذیل میں چند معروضات پیش کی جاتی ہیں ان کے ملاحظہ کرنے سے یہ اشتباہ زائل ہو کر حقیقت واقعہ سامنے آجائے گی۔

(اوّل)

حضرت فاطمہؓ کا انتقال پُرملال شب سہ شنبہ (منگل) سوم رمضان شریف ۱۱ھ میں مغرب اور عشاء کے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے قریباً شش ماہ بعد ہوا تھا۔ اور یہ مدینہ شریف کا واقعہ ہے اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا مسجد نبویؐ کے متصل شرقی جانب دولت خانہ تھا۔ اسی میں آنمحترمہؓ کا انتقال ہوا اور صدیق اکبرؓ کا دولت خانہ اسی مسجد نبویؐ کے متصل غربی جانب تھا گویا ان دونوں گھروں کے درمیان صرف مسجد نبویؐ تھی اور کوئی دوسرا گھر تک نہیں تھا نیز حضرت علیؓ پانچ وقت مسجد نبویؐ میں باجماعت نماز

کے لیے تشریف لاتے تھے ظاہر ہے کہ ان کی صدیق اکبرؓ سے ملاقات ہوتی تھی۔[1]

نیز یہ اہم چیز قابل لحاظ ہے کہ صدیق اکبرؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری اور خدمت گزاری کے لئے حضرت صدیق اکبرؓ کے گھر سے حضرت علیؓ کے گھر تشریف لاتی تھیں اور ان کی خدمات سر انجام دیتی تھیں۔ یہ تمام امور ثابت کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہؓ کے حال احوال تک کی ان کو خبر ضرور ہوتی تھی ظاہر ہے کہ انتقال کی اطلاع بھی حضرت صدیق اکبرؓ کو بالیقین تھی۔ سیدہ فاطمہؓ کے ارتحال کی صدیق اکبرؓ کو خبر نہ ہونا اس موقعہ کے واقعات و حالات کے بالکل برعکس ہے۔

اس تفصیل سے یہ حقیقت کُھل جاتی ہے کہ صدیق اکبرؓ اور دیگر حضرات صحابہؓ حضرت فاطمہؓ کے جنازہ میں یقیناً شامل ہوئے تھے اور ان حضرات نے اپنے مقدس نبی کی صاحبزادی کی صلوٰۃ جنازہ کا برابر حق ادا کیا تھا جیسا کہ درج ذیل حوالہ جات سے یہ مسئلہ واضح ہو رہا ہے۔

۱ــــ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت فاطمہؓ بنت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی۔[2]

۲ــــ جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوا تو حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بازو کو پکڑ کر نماز جنازہ کے لئے مقدم کیا اور انھوں نے جنازہ پڑھایا پھر

---

[1] کتاب سلیم بن قیس الشیعی ص۲۲۴، ۲۲۵ مطبوعہ نجف اشرف مطبع حیدریہ

[2] ۱۔ طبقات ابن سعد ص۱۹ ج۸ تحت تذکرہ فاطمہؓ (طبع لیدن)

۲۔ المبسوط لشمس الائمۃ السرخسی ص۶۳ ج۲ (طبع اوّل مصری) باب غسل المیت

(سیدہ فاطمہؓ) کو رات میں ہی دفن کر دیا گیا[1]

مندرجہ بالا حوالہ جات میں ان کبار علماء نے واضح طور پر تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت فاطمہؓ کے جنازہ میں شامل ہوئے اور صلوٰۃ جنازہ پڑھی۔ فلہذا حضرت صدیق اکبرؓ کے حق میں حضرت فاطمہؓ کے جنازہ میں عدم شمولیت کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔

---

[1] ۱۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲۹ ج ۴ کتاب الجنائز۔ (طبع اول دکن)

۲۔ کنز العمال ص ۱۱۳ ج ۷ تحت فضائل سیدہ فاطمہؓ (طبع اول دکن)

۳۔ کنز العمال ص ۳۱۸ ج ۷ تحت فضل صدیقؓ ۔ ز مسندات علی ابن ابی طالبؓ)

۴۔ ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ص ۱۵۶ ج ۱ اول باب وفات فاطمہؓ

۵ { حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی ص ۹۶ ج ۴
تحت میمون ابن مہران

۶۔ البدائع والصنائع لعلاؤ الدین کاشانی ص ۳۱۳ ج ۱ اول

۷ { تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۷۵
آخر جواب طعن چہاردہم (مطاعن صدیقی)

(دوم)

مسئلہ ہذا کے متعلق اسلامی ضابطہ

اس مقام میں "شرعی قاعدہ" یہ ہے کہ پنجگانہ نماز ہو یا صلوٰۃ جنازہ ہو یا دیگر جماعت سے ادا کی جانے والی نمازیں ہوں ان کی امامت کا حقدار خلیفہ اسلام ہوتا ہے۔ اگر خلیفہ وقت موجود نہ ہوں یا کسی وجہ سے پہنچ نہ سکے تو اُن کی طرف سے مقرر شدہ شخص امامت کا مستحق ہوتا ہے اسی قاعدہ سے حضرت امام حسینؓ نے حضرت امام حسنؓ کے جنازہ پر امیر معاویہؓ کے نمائندے حضرت سعید کو امامت کے لئے آگے کیا تھا۔

یہ قاعدہ ابتدائے اسلام سے لے کر ہر دور کے مسلمانوں میں مسلّم چلا آیا ہے۔ شیعہ و سُنّی علماء اس مسئلہ کو درست تسلیم کرتے ہیں اور اپنی تصانیف میں باب "الامامۃ" کے عنوان کے تحت دونوں حضرات اس کو ذکر کیا کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل مقامات کی طرف رجُوع کر کے تسلی کر لیں۔ یہاں صرف شیعہ کُتب سے دو عدد حوالے ذیل میں مذکور ہیں:۔

امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں جب وقت کا امیر جنازہ کے موقعہ پر موجود ہو تو وہ تمام لوگوں سے امامت کا زیادہ حق دار ہے۔" [1]

---

[1] (۱) فروغ کافی ص۹۳ ج- اوّل کتاب الجنائز- باب اولی الناس بالصلوٰۃ علی المیت

۲- { الاشعثیات ص۲۱۰ مع قرب الاسناد
باب من احق بالصلوٰۃ علی المیت- تالیف محمد بن محمد بن الاشعث الکوفی }

حضرت فاطمہؓ کی تاریخ وفات پر ابوبکر صدیقؓ مدینہ طیبہ میں موجود تھے کہیں غائب یا سفر وغیرہ میں نہیں تھے اور ان کو حضرت فاطمہؓ کے جنازہ کی اطلاع یقیناً تھی اور وہ ضرور تشریف لائے تھے [1]

قاعدہ مذکورہ بالا کی رو سے خلیفہ اوّل امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ پڑھانے کے زیادہ حق دار تھے اس بنا پر انھوں نے ہی حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے مقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا حق ادا کیا۔

مزید تفصیلات ہماری کتاب "رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ" حصہ صدیقی ص۱۷۹ تا ص۱۸۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] کتب سلیم بن قیس الہلالی الشیعی ص۲۲۶ مطبع حیدریہ نجف اشرف عراق

(سوم)

مسئلہ ہذا کے متعلق تاریخی شواہد

شرعی قاعدہ کے موافق اسلام کے ابتدائی دَور میں مسلمانوں کے تمام جنازے اور ہاشمی حضرات کے جنازے بھی امیرِ وقت اور حاکمِ وقت ہی پڑھایا کرتے تھے۔

اس چیز پر ہم ذیل میں واقعات کی صورت میں چند شواہد پیش کرتے ہیں کہ ہاشمی حضرات کے یہ سب جنازے خلفاءِ وقت نے خود پڑھائے۔

۱ــــ نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم کی وفات ۱۵ھ میں مدینہ شریف میں ہوئی اور خلیفہ وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔[1]

۲ــــ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کا انتقال ۳۲ھ میں مدینہ طیبہ میں ہوا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ذوالنورین خلیفہ وقت تھے۔ اُنھوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھایا اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔"[2]

---

[1] (۱) طبقات ابن سعد ص ۳۱-۳۲ جلد ثانی ۔ تحت ذکر نوفل بن حارث بن عبدالمطلب
(۲) مستدرک للحاکم ص ۲۴۶ ج ۳ ۔ تحت ذکر وفات نوفل بن حارث

[2] (۱) طبقات ابن سعد ص ۲۲ ج ۴ تذکرہ عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب
(۲) الاستیعاب ص ۱۰۱ جلد ثالث مع الاصابہ۔ تحت ذکر عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب
(۳) تاریخ اسلام للذہبی ص ۹۹ ج ۲ تحت ذکر عباس بن عبدالمطلب

۳ــــ حضرت امام حسنؓ بن علیؓ کا انتقال بعض روایات کے مطابق ۵۰ھ میں مدینہ شریف میں ہوا۔ اس وقت خلیفہ وقت حضرت امیر معاویہؓ شام میں تھے۔ ان کی جانب سے مدینہ شریف میں والی اور امیر سعید ابن العاص اموی تھے اس وقت حضرت سیدنا حسینؓ بن علی خود بہ نفس نفیس حاضر تھے جب جنازہ تیار ہوا تو حضرت سیدنا حسینؓ نے نماز جنازہ پڑھانے کے لئے سعید بن العاص کو مقدم کرتے ہوئے فرمایا" اگر یہ سنت شرعی نہ ہوتی تو میں آپ کو مقدم نہ کرتا۔ آپ امیر وقت ہیں جنازہ پڑھائیے" چنانچہ سعید بن العاص اموی نے حضرت سیدنا حسنؓ کا جنازہ پڑھایا اور جناب سیدنا حسینؓ بن علیؓ نے ان کی اقتداء میں اپنے پیارے بھائی کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

اہل علم حضرات کے لئے حضرت سیدنا حسینؓ کا مذکور فرمان بلفظہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے جو طرفین کے نزدیک ایک مسلّم فرمان ہے۔

لولا انها السنّة لما قدّمتك[1] .... الخ

اور شیعہ کے اکابر علماء نے بھی حضرت سیدنا حسینؓ کے اس فرمان کو مقامات ذیل میں نقل کیا ہے[2]

---

[1] (۱) الاستیعاب ص۳۷۳ ج۔اوّل تحت تذکرہ امام حسنؓ

(۲) السنن الکبریٰ للبیہقی ص۲۹ کتاب الجنائز

(۳) المبسوط لشمس الائمہ السرخسی ص۶۲ ج۔ثانی باب غسل المیّت ۔ طبع اوّل مصری

[2] (۱) مقاتل الطالبین لابی الفرج الشیعی الاصفہانی ص۵۱ ج۔اوّل تحت آخر تذکرہ امام حسنؓ بن علیؓ

(۲) شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید الشیعی ص۲۵ ج۔رابع طبع بیروت تحت ذکر موت الحسنؓ و دفنہ۔

۴ ـــ ۸۰ھ میں حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ اس وقت عبدالملک بن مروان کی طرف سے امیر مدینہ حضرت ابان بن عثمانؓ تھے۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کا جنازہ حضرت ابان بن عثمان غنیؓ نے پڑھایا۔[1]
اور شیعہ علماء نے بھی حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے جنازہ کے متعلق اسی طرح لکھا ہے کہ عبداللہ بن جعفرؓ کا جنازہ حضرت ابان بن عثمان غنیؓ نے مدینہ شریف میں پڑھایا تھا۔[2]
مزید تفصیلات کے لئے ہماری کتاب "رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ" حصہ صدیقی کے ص۱۸۳ تا ص۱۹۰ ملاحظہ فرمائیں۔
مذکورہ بالا تاریخی شواہد پر نظر کرنے سے یہ مسئلہ واضح ہوگیا کہ مسلمانوں کا خلیفہ وقت باقی نمازوں کی طرح نماز جنازہ پڑھانے کا بھی زیادہ حقدار ہے بالخصوص سیّدنا حضرت حسینؓ کے مذکورہ قول و عمل نے اس قاعدہ شرعیہ کے صحیح ہونے پر مہر تصدیق لگا دی ہے۔ پس اس قاعدہ کی بنا پر جو تمام مسلمانوں میں اور خصوصاً بنی ہاشم میں مروج رہا ہے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ بھی مسلمانوں کے خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پڑھائی تھی اور حضرت علی المرتضیٰؓ اس جنازہ میں شریک و شامل تھے۔

---

[1] (۱) الاستیعاب ص۲۶۷ ج ثالث تذکرہ عبداللہ بن جعفرؓ طیار
(۲) اسد الغابہ ص۱۳۵ ج ثالث تذکرہ عبداللہ بن جعفرؓ

[2] (۱) عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب ص۳۸ تحت بحث عقب جعفر طیارؓ
(۲) منتہی الآمال ص۲۰۵ ج اول فصل ہفتم تحت ذکر عبداللہ بن جعفر طیارؓ

اشتباہ کا ازالہ

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے جنازہ کے مسئلہ کو ہم نے ایسے طریقے سے واضح کر دیا ہے کہ ایک منصف مزاج آدمی گذشتہ معروضات پر نظر کرنے کے بعد اطمینان حاصل کرلے گا کہ سیدہ فاطمہؓ کا جنازہ خلیفہ اوّل حضرت صدیق اکبرؓ نے پڑھایا تھا اور حضرت علی المرتضیٰؓ اور دیگر اکابر ہاشمی حضرات اور صحابہ کرام اس میں شامل تھے۔

اب یہ چیز باقی رہ گئی ہے کہ بعض روایات میں پایا جاتا ہے کہ :-

"حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ پر نماز جنازہ پڑھی اور رات کو ہی دفن کر دیا اور ابوبکر صدیقؓ کو اطلاع تک نہیں کی۔"

اس چیز کے متعلق ناظرین کرام خوب یاد رکھیں کہ :-

مذکورہ بالا الفاظ اصل روایت میں راوی کی اپنی طرف سے تشریحاً اضافہ کئے گئے ہیں اصل روایت کے الفاظ نہیں اور اس موقعہ کی دیگر تمام روایات اس بات کو نمایاں طور پر واضح کرتی ہیں۔

اصل روایت میں اپنی جانب سے اضافہ کرنے والے بزرگ "ابن شہاب زہری" ہیں جنھوں نے اپنی طرف سے اصل واقعہ میں آمیخت اور ادراج کر کے اسے پیش کیا ہے اور اسی وجہ سے عام ناظرین کو اس معاملہ میں پریشانی لاحق ہوتی ہے۔

۲ــــ نیز مذکور بالا خط کشیدہ الفاظ کسی صحابی کی طرف منسوب نہیں اور نہ ہی کسی صحابی نے فرمائے ہیں۔ بلکہ یہ صرف ابن شہاب الزہری کا اپنا گمان اور خیال ہے اور اس قول زہری کے حق میں "تعامل صحابہ کرام" "تعامل بنی ہاشم" یا تعامل اُمّت کوئی ایک بھی مؤیّد و مصدّق نہیں پایا گیا بلکہ یہ تینوں اس کے برخلاف ہیں جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزرا ہے۔

۳ــــ اور یہ چیز بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس روایت میں ادراج کرنے میں ابن شہاب الزہری "متفرد" ہیں۔ ان کے ساتھ اس مسئلہ میں کوئی دوسرا راوی متفق نہیں۔ اور ایسے راویوں کے متفرد اقوال قبول نہیں کیے جاتے اور ایسے اقوال کو راوی کے اپنے ظن اور گمان کے درجہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ جو دوسروں پر حجت نہیں۔ اور راوی ثقہ بھی ہو تو اس کا ادراج سند نہیں بنتا۔ فلہٰذا الزہری کا یہ گمان متروک ہے۔ اور مسئلہ وہی صحیح ہے جو اُوپر مذکور ہوا کہ قاعدہ شرعی کے موافق حضرت صدیق اکبرؓ (خلیفۂ اسلام) نے حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراؓ رضی اللہ عنہا کا جنازہ پڑھایا تھا۔

قبل ازیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ کے آخر میں چند اہم مباحث ذکر کیے گئے تھے یہاں بعض لوگوں نے عوام الناس میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی ہونے کے مسئلہ پر توہمات پھیلا دیئے ہیں۔ اس وجہ سے ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ دفع توہمات کا عنوان قائم کرکے ان توہمات کا بھی ازالہ کیا جائے۔ اور جو چیزیں قابل جواب ہوں ان کا مناسب جواب دے دیا جائے۔

اس مختصر سی وضاحت کے بعد یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ پہلے پیدا کردہ وہم کو درج کیا ہے اس کے بعد ساتھ ہی اس کا ازالہ کر دیا گیا ہے۔

دعوت عشیرۃ کا مسئلہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :۔

" وانذر عشیرتك الاقربین .... الخ سورہ شعراء رکوع آخری)

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ اپنے زیادہ قریبیوں کو ڈرائیے۔

اس مسئلہ کو "دعوت عشیرۃ کا مسئلہ" سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو بلا کر توحید و رسالت کی دعوت پیش فرمائی، عذاب قیامت سے ڈرایا اور اپنے اپنے عمل و کردار کے محاسبہ کی فکر اور آخرت کے حساب کی طرف توجہ دلائی اور اپنے قبیلہ کے لئے انذار و تنذیر کا حق ادا فرمایا :۔

اس موقعہ پر قریش کے اہم قبائل کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر خطاب کیا تھا مثلاً یا معشر قریش (اے قریش کی جماعت)، یا بنی کعب، یا بنی مرۃ یا بنی عبد مناف یا بنی عبد شمس یا بنی ہاشم یا بنی عبد المطلب وغیرہ وغیرہ عنوانات کے ساتھ پکار کر دعوت مذکورہ پیش کی۔

واقعہ ہذا سے متعلق صحاح کی روایات ایک طرح کی ہیں اور صحاح کے ماسوا کتب کی روایات ایک دوسرے مضمون پر مشتمل ہیں۔

صحیحین کی بعض روایات میں ان مذکورہ بالا قبائل میں سے تین افراد کے نام شخصی طور پر ندا کے ساتھ ذکر ہوئے ہیں ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ (عم نبویؐ) دوسرے حضرت صفیہؓ (بنت عبدالمطلب۔ عمۃ محترمہ نبویؐ) اور تیسرے حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ باقی قبائل میں سے کسی فرد کے حق میں شخصی طور پر ندا مذکور نہیں۔ البتہ قبیلہ کے نام سے خطاب موجود ہے۔

ایک صاحبزادی ہونے پر شیعہ کا استدلال

اس دور کے شیعہ دوست یہاں ایک وہم پیدا کیا کرتے ہیں کہ اس مخصوص اقربا کے اجتماع میں صرف حضرت فاطمہؓ کو کو شامل کیا گیا ہے اگر کوئی دوسری حقیقی بیٹی ہوتی تو اسے بھی اس اجتماع میں بلا کر شامل کیا جاتا۔

یعنی حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ اگر حقیقی اور نسبی و صلبی بیٹیاں ہوتیں تو انہیں بھی اس مخصوص قریبی رشتہ داروں کے اجتماع میں شامل کیا جاتا۔ یہ چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی حقیقی بیٹی (حضرت فاطمہؓ) ہونے کی دلیل ہے۔

دفع وہم

اس مقام میں مختلف قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے غیر صحاح کی روایات قابل اعتناء نہیں ہیں۔

اور جو روایات صحاح میں مذکور ہیں ان کے اعتبار سے ذیل میں چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔

صحاح کی روایات میں سے بعض میں صرف قبائل قریش کو عمومی ندا دی گئی ہے کسی کو شخصی نام سے نہیں پکارا گیا اور بعض روایات میں قبائل قریش کے ساتھ حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ کو شخصی طور پر ندا دی گئی ہے اور بعض دیگر روایات میں قبائل قریش کے ساتھ حضرت عباسؓ حضرت صفیہؓ اور حضرت فاطمہؓ تینوں حضرات کو شخصی ناموں سے پکارا جانا مذکور ہے۔

ایک مسلّم قاعدہ ہے کہ عدم ذکر الشئ، عدم وجود الشئ کو مستلزم نہیں ہوتا۔

"کسی ایک شے کا نہ ذکر کیا جانا اس کے موجود نہ ہونے کو لازم نہیں"۔

ا۔ روایت میں صرف حضرت عباسؓ (حقیقی عم نبویؐ) کا ذکر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی غیر مذکور اعمام نبویؐ حضرت حمزہ اور ابو طالب زبیر بن عبد المطلب حارث بن عبد المطلب وغیرہم کے غیر موجود ہونے اور غیر حقیقی چچا ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ چونکہ آپ نے اس اجتماع میں صرف حضرت عباس کو آواز دی تھی اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے حقیقی چچا صرف یہی تھے حضرت حمزہ، اور ابو طالب آپ کے حقیقی چچا نہ تھے۔

۲۔ اسی طرح روایت میں صرف ایک پھوپھی حضرت صفیہؓ (حقیقی عمۃ النبیؐ) کا ذکر موجود ہے سوان کا ذکر غیر باقی عمات نبویؐ مثلاً عاتکہ بنت عبد المطلب، برّہ۔ ام حکیم بیضاء وغیرہا کے غیر موجود ہونے پر اور انکے غیر حقیقی و غیر صلبی پھوپھیاں ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔

۳۔ غیر صحاح کی روایات میں صرف ایک حضرت علی المرتضیٰؓ کا نام مذکور ہے۔ تو حضرت علیؓ کے باقی برادران حضرت جعفرؓ عقیلؓ وغیرہما کے مذکور نہ ہونے سے ان کے غیر موجود ہونے پر اور ان کے غیر حقیقی غیر صلبی اور غیر نسبی برادر ہونے پر

استدلال نہیں کیا سکتا۔

بنا بریں صرف ایک حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا روایات میں مذکور ہونا آنمحترمہ رضی اللہ عنہا کی باقی غیر مذکور خواہران کے وجود کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے غیر صلبی اور غیر نسبی ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا اور ان دیگر خواہران کے غیر حقیقی ہونے پر اس طرح استدلال کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

معقول وجہ

شیعہ بزرگوں نے یہاں ایک سوال قائم کیا ہے کہ دعوتِ عشیرۃ کے موقع پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی باقی بہنوں کے حاضر نہ ہونے اور شامل نہ کیے جانے کی معقول وجہ پیش کی جائے، حالانکہ وہ تینوں عاقلہ بالغہ مکہ میں زندہ موجود تھیں پھر ان کو کیوں شامل نہیں کیا گیا ؟ ؟

اس کے لیے مندرجہ ذیل معروضات ذکر کی جاتی ہیں ان پر توجہ فرمانے کی ضرورت ہے مسئلہ حل ہو جائے گا۔

۱۔ اقربین کے اجتماع میں بنی ہاشم کے مردوں اور بنی عبدالمطلب کے مردوں میں سے دعوتِ عشیرۃ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ابولہب ہی نظر آتے ہیں باقیوں کا ذکر غائب ہے۔ تو آپ ان کے عدم ذکر کی اور عدم شمول کی جو معقول وجہ بیان کریں گے اس کی روشنی میں ہم بھی ان تینوں بیٹیوں کے عدم ذکر کی وجہ عرض کر سکیں گے۔

۲۔ ہاشمی اور مُطلبی بہت سی خواتین ہیں دعوتِ عشیرۃ میں ان اکابر خواتین میں سب سے بڑی خاتون صرف ایک حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نظر آتی ہیں باقی سب خواتین غائب ہیں۔ تو آپ ان خواتین کے عدم ذکر اور عدم شمولیت کی جو معقول وجہ پیش کریں گے آپ کو اپنے سوال کا جواب بھی اس میں نظر آجائے گا۔

۳۔ اقربین کے اس اجتماع خاص میں نوخیز لڑکوں میں سے بعض غیر صحاح کی روایات

کے اعتبار سے) صرف ایک حضرت علیؓ نظر آتے ہیں باقی ان کے برادران سب غائب ہیں۔ ان کے عدم ذکر اور عدم شمول کی معقول وجہ پیش کرنی چاہیئے کیا اس گھر کے نوجوانوں میں اور کوئی حضورؐ کے اقربین میں سے نہ تھا؟؟

بنی ہاشم کی لڑکیوں میں سے اس اقرباء کے اجتماع میں صرف ایک حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا نام مذکور ہوا ہے باقی لڑکیوں اور باقی صاحبزادیوں میں سے اگر کسی کا نام مذکور نہیں تو اس کی معقول وجہ آپ کو ہمارے پہلے سوالوں کے جواب میں نظر آجائے گی۔

پہلے یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ باقی اعمام نبویؐ باقی عمات نبویؐ اور باقی عم زاد نبویؐ حضرات کی عدم شمولیت اور غیر حاضری اور غیر مذکور ہونے کی کیا معقول وجہ ہے؟؟ یہ حضرات مکہ شریف میں زندہ موجود اور حاضر تھے اور ندا نبویؐ تمام اقرباء کے لیئے عام تھی۔ پھر آپؐ نے ان کو کیوں نہ بلایا اور اگر بلایا تھا تو آپؐ نے خطاب میں انہیں کیوں نہ نمایاں کیا۔ ما ھو جوابکم فھو جوابنا +

خلافت بلا فصل پر شیعہ کا استدلال

شیعہ کے قدیم علماء اور مجتہدین آیت وانذر عشیرتک الاقربین.....الخ کے تحت غیر صحاح کی جس روایت سے حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل پر استدلال کرتے ہیں اس کا مضمون درج ذیل ہے۔

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ہذا کے نزول کے بعد اپنے اقرباء کا ایک خصوصی اجتماع فرمایا اور ان کو دعوت طعام پیش کی۔ اس میں دین اسلام کی دعوت پیش کرنا مقصود تھی لیکن اس کا موقع نہ ملا۔ اور قوم خورد و نوش کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر اسی طرح متعدد بار یہ مجلس طعام قائم ہوئی۔ اقرباء کی اس مجلس طعام کا انتظام کرنے والے حضرت علیؓ تھے۔ آخری بار آنجناب نے اس مجلس میں ارشاد فرمایا کہ

میں تمہارے پاس دُنیا اور آخرت کی خیر لایا ہُوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی طرف آپ کو دعوت دینے کا حکم فرمایا ہے۔ اور فرمایا...... وایکم یوازرنی علی امری ویکون اخی ووصیتی وخلیفتی...... الخ (یعنی تم میں سے کون ہے وہ شخص جو میری اس معاملہ میں معاونت کرے اور میرا بھائی بنے اور میرا وصی ہو اور میرا خلیفہ ہو...... الخ)

اس دعوت پر تمام قوم خاموش ہو گئی حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں ان سب میں نوعمر تھا میں نے عرض کیا کہ میں آپ کا اس معاملہ میں وزیر ہُوں گا۔ تو آنجناب نے میری گردن پکڑ کر فرمایا:۔

"...... قال ان ھذا اخی ووصیتی وخلیفتی فیکم فاسمعوا له واطیعوا......" الخ

"یعنی آنجناب نے میری گردن کو پکڑا اور فرمایا کہ تم میں سے علیؓ میرا بھائی ہے میرا وصی ہے اور تم میں میرا خلیفہ ہے اس کی بات مانو اور اس کی اطاعت کرو...... الخ"

شیعہ حضرات اس روایت میں "وصی" اور "خلیفتی" کے الفاظ سے حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل پر استدلال کرتے ہیں۔

دفع وہم

یہ روایت جس آیت کے تحت بیان کی جا رہی ہے پہلے اس آیت پر غور کیجیے۔

۱۔ آیت مذکورہ بالا سے خلافت کا مضمون ہرگز ثابت نہیں، اور نہ ہی مسئلہ

خلافت پر اس آیت کی دلالت پائی جاتی ہے آیت میں صرف اقربا کے انذار و تنذیر کا حکم پایا جاتا ہے خلافت سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔

۲۔ اب روایات کے باب میں اس مقام میں جو صحاح کی روایات ہیں اور ان کا ذکر پہلے گزر چکا ہے ان روایات میں کہیں حضرت علیؓ کی خلافت کے متعلق کچھ مضمون نہیں پایا جاتا اور نہ ہی اس کا ذکر موجود ہے۔

۳۔ اب غیر صحاح کی وہ روایات جو آیت مذکورہ بالا کے تحت اس واقعہ کے متعلق دستیاب ہوتی ہیں اور ان میں دعوتِ طعام اور وصی اور خلیفتی کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ ایسی روایات فن روایت کے قواعد کے اعتبار سے ہرگز درست نہیں۔ ان کے رواۃ میں عبدالغفار بن قاسم اور منہال بن عمرو وغیرہ جیسے راوی نہایت مجروح اور مقدوح ہیں ان کا شیعہ علماء نے شیعہ ہونا تسلیم کیا ہے اور ہمارے علماء نے ان کو متروک کذاب شیعہ اور رافضی کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ اور ناقلین روایت ہذا کی نقل در نقل فرما رہے ہیں مثلاً خازن بغوی سے ناقل ہے اور بغوی طبری سے ناقل ہے وغیرہ وغیرہ۔

ایسی مجروح روایات سے مسئلہ خلافت بلافصل کو ثابت کرنا ہرگز درست نہیں جبکہ یہ روایات ہمارے ہاں غایت درجہ کی مقدوح ہونے کی وجہ سے متروک ہیں اور ناقابل قبول ہیں۔

فریق مقابل کے سامنے وہی دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں جو ان کے ہاں قابل قبول ہو سکتے ہوں۔

تنبیہہ

روایت مذکورہ بالا کو بے شمار علماء نے رد کیا ہے اور اس کو متروک قرار

دیا ہے اس کی طویل فہرست ہے۔ یہاں صرف چند ایک حوالہ جات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ اطمینان خاطر کے لئے رجوع فرمالیں[1]۔

حاصل کلام

مختصر یہ ہے کہ آیت وانذر عشیرتک الاقربین.....الخ سے نہ ایک وختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہو سکی۔ اور نہ ہی حضرت علی المرتضٰی کی خلافت بلافصل کا مسئلہ ثابت ہوا۔ تو یہاں تقریب تام نہ ہوئی اور دلیل مدعی کے لئے مثبت نہ ہوئی اور ساتھ ہی یہ الگ بات ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو اپنی خلافت بلافصل کے اثبات کے لئے کبھی پیش نہیں کیا۔

اور جو روایات فریق ثانی نے پیش کی ہیں وہ مجروح ومتروک ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں۔

---

[1] ۱۔ اللآلی المصنوعہ للسیوطی ص ۱۹۷/۱۹۸ تحت روایت ہذا۔ طبع قدیم لکھنو۔

۲۔ السیرۃ الحلبیہ از برہان الدین الحلبی ص ۳۰۹ ج ۳ تحت روایت غدیر خم

۳۔ الموضوعات الکبیر لملا علی ص ۷۹ طبع دہلی۔ تحت روایت ہذا

۴۔ موضوعات قاضی شوکانی ص ۱۲۵ طبع قدیم لاہور۔ تحت روایت ہذا۔

۵۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین از شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ص ۲۷۹ طبع مجتبائی دہلی۔ تحت بحث ہذا

(آیت) قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔

(پ۲۵ سورۃ الشوریٰ رکوع ۳)

"یعنی کہہ دیجئے میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ اجر مگر دوستی چاہیئے قرابت میں"
مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تبلیغ پر میں کوئی اجر نہیں چاہتا۔ مگر قرابت کی
دوستی کا لحاظ کرو یعنی (میرے ساتھ صلہ رحمی کرو) اور ایذاء نہ پہنچاؤ۔"

شیعہ کا استدلال

آیت مذکورہ بالا کے متعلق بعض روایات کتابوں میں ملتی ہیں اور ابن عباسؓ
کی طرف منسوب کی گئی ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت (مذکورہ بالا) نازل ہوئی
تو لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! من ھؤلاء الذین وجبت علینا مودتھم؟
قال علیؓ وفاطمہؓ وابناھما"

یعنی وہ کون سے قریبی رشتہ دار ہیں جن کی ہم پر مودت و دوستی واجب ہے
تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ علیؓ فاطمہؓ حسن اور حسینؓ ہیں۔
ان روایات کے پیش نظر شیعہ احباب اس مقام میں مندرجہ ذیل مسائل تجویز
کرتے ہیں اور آیت مذکورہ بالا کو اپنے دلائل میں پیش کرتے ہیں۔
۱۔ آیت میں لفظ "القربیٰ" سے یہ چار نفوس (حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ اور
حضرات حسنینؓ) مراد ہیں اور ان حضرات کی محبت واجب ہے اور جسکی

محبت واجب ہو اس کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ اور جس کی اطاعت واجب ہو وہ امام برحق ہے اور وہی خلافت کا مستحق ہے۔

فلہذا حضرت علیؓ اور حضرات حسنینؓ ہی خلافت کے مستحق ہیں

۲۔ روایت مذکورہ بالا میں صرف ایک حضرت فاطمہؓ کا نام مذکور ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی ایک حقیقی صاحبزادی ہے اور دیگر کوئی حقیقی صاحبزادی نہیں اگر کوئی دوسری صاحبزادی ہوتی تو یہاں اس کا نام بھی ذکر کیا جاتا اور "فی القربیٰ" میں اس کو شمار کیا جاتا اور اسی طرح ان کے ازواج کے نام بھی روایت میں شامل ہوتے اور انہیں بھی "فی القربیٰ" میں ذکر کیا جاتا۔

دفع دہم

۱۔ آیت مذکورہ بالا میں خلافت کا کچھ مضمون نہیں اور خلافت بلافصل تو دُور کی بات ہے۔

نیز اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک یا چار صاحبزادیاں ہونے کا کچھ مفہوم مذکور نہیں۔

البتہ روایت ہذا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے درمیان مؤدت و دوستی کا مسئلہ مذکور ہے۔

یہاں پہلے آیت ہذا کا صحیح مفہوم پیش کیا جاتا ہے اس کے بعد ان کی طرف سے پیش کردہ روایت کا جواب ہوگا اور پھر باقی چیزیں جو یہاں قابل ذکر ہیں پیش کی جائیں گی۔

آیت کا صحیح مفہوم

جمہور مفسرین و جمہور محدثین اور اکابر علماء کے نزدیک آیت کا مذکورہ بالا مفہوم اور اس کی تشریح صحیح روایات کی روشنی میں ذیل میں ذکر کی جاتی ہے :-

آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار قریش کو کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس ابلاغ دین اور نصیحت کرنے پر کچھ سوال نہیں کرتا مگر تم سے صرف اتنا طلب کرتا ہوں کہ حقوق قرابت کی رعایت کرتے ہوئے مجھ سے اپنے شر کو روک لو اور مجھے ابلاغ رسالت کے معاملے میں کھلا چھوڑ دو۔ اگر تم میری مدد نہیں کر سکتے تو قرابتداری کا لحاظ کرتے ہوئے مجھے ایذاء نہ پہنچاؤ۔ [1]

اور فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ نے آیت مذکورہ بالا کی بالفاظ ذیل تشریح فرمائی ہے لکھتے ہیں کہ :-

"..... والمعنی الا ان تودونی لقرابتی فتحفظونی والخطاب لقریش خاصۃً والقربیٰ قرابۃ العصوبۃ والرحم فکانہ قال احفظونی للقرابۃ ان لم تتبعونی للنبوۃ ..... وجزم بان الاستثناء منقطع" [2]

---

[1] تفسیر ابن کثیر ص ۱۱۲-۱۱۱ جلد رابع
تحت آیت المودۃ فی القربیٰ)

[2] فتح الباری لحافظ ابن حجر ص ۴۵۸ جلد ۸
تحت الا المودۃ فی القربیٰ۔

"مطلب یہ ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوندی فرمایا کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا مگر قرابت کی وجہ سے تم میرے ساتھ دوستی کرو اور مجھے اپنے شر سے محفوظ رکھو۔

آیت میں خاص طور پر قریش سے خطاب ہے اور "القربیٰ" سے قبیلہ اور رشتہ داری کی قرابت مراد ہے گویا کہ آنجناب نے فرمایا کہ اگر تم نبوت کی وجہ سے میری تابعداری نہیں کر سکتے تو قرابتداری کی بناء پر (اپنے شر سے) مجھے محفوظ رکھو۔"

بناء بریں اِلّا اس مقام میں استثناء منقطع کی صورت میں مستعمل ہے۔

مزید تشریح کے لئے "تحفہ اثنا عشریہ" سے آیت ہذا کا مفہوم پیش کیا جاتا ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ:۔

"عن ابن عباس نیز ایں روایت در بخاری موجود است و بتفصیل مذکور است کہ ہیچ بطنے از بطون قریش نبود الا آنحضرت را با ایشاں قرابتی بود آن قرابت را یاد دہانیدند و اولے حقوق آن قرابت لا اقل ترک ایذا کہ ادنیٰ مراتب صلہ رحم است از ایشاں درخواستند پس استثناء منقطع است۔ امام فخر رازی و جمیع مفسرین متاخرین ہمیں معنیٰ را پسندیدہ اند۔" [1]

یعنی عبداللہ بن عباسؓ سے بخاری شریف میں جو روایت منقول ہے اس میں بتفصیل مذکور ہوا ہے کہ قریش کے قبائل میں سے ہر قبیلہ کے

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ از شاہ عبدالعزیز دہلوی ص۲۰۵ تحت تشریح آیت قل لا اسئلکم علیہ اجرًا ..... الخ

ساتھ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت تھی اس قرابت کو یاد دلا کر فرمایا گیا کہ قرابت داری کے حقوق کی ادائیگی کا لحاظ کرو اور کم از کم ایذار رسانی کو ترک کر دو جو صلہ رحمی کا ادنیٰ مرتبہ ہے۔ پس یہاں استثنار منقطع ہے۔ امام فخر رازی نے اور مفسرین متاخرین نے اسی معنیٰ کو پسند کیا ہے۔"

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مذکورہ بالا روایت جو بخاری شریف سے شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ اثنار عشریہ میں نقل کی ہے وہ روایت مسند امام احمدؒ میں بھی مذکور ہے۔ ذیل مقامات کی طرف رجوع فرمائیں۔[1]

حاصل یہ ہے کہ لفظ "القربیٰ" سے چار عدد مخصوص افراد مقصود نہیں۔ بلکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا علی سبیل العموم قبیلہ قریش مراد ہے۔ جس طرح کہ اُوپر اس کی تشریح کر دی گئی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کی خلافت بلا فصل کے مسئلہ کو آیت بالا کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے۔ آیت میں جو مضمون ہے وہ دوسرا ہے۔

پیش کردہ روایت کا جواب

قارئین کرام یاد رکھیں کہ اس مقام میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں اور عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کی گئی ہیں ان میں سے جو صحیح روایت ہے اور جس سے آیت

---

[1] (۱) بخاری شریف ص ۷۱۳ ج ثانی کتاب التفسیر تحت آیت المودۃ فی القربیٰ - طبع نور محمدی - دہلی

(۲) مسند امام احمدؒ ص ۲۲۹ ج اوّل تحت مسندات عبداللہ بن عباس

کا مفہوم واضح ہوتا ہے وہ ماقبل میں آیت کی تشریح میں پیش کر دی گئی ہے اور وہ درست ہے بخاری شریف و مسند احمد وغیرہما میں پائی جاتی ہے۔

اور معترض دوستوں کی طرف سے ابن عباسؓ کی طرف منسوب شدہ جو روایت ہماری کتابوں سے پیش کی جاتی ہے اور اس میں مذکور ہے کہ من هٰؤلاء الذين امر الله بمودتهم؟ قال عليؓ وفاطمةؓ وابناهما" یعنی جن کی مؤدت اور دوستی ہم پر اللہ نے واجب فرمائی ہے وہ کون لوگ ہیں؟ تو آنجناب نے فرمایا کہ وہ علیؓ اور فاطمہؓ اور ان کی اولاد ہے۔

اس کے متعلق مندرجہ ذیل چیزیں پیش کی جاتی ہیں توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ دوستوں کے استدلال کی بے بنیادی اور بے ثباتی واضح ہو جائے گی۔

روایت ہذا پر کبار علماء نے نقد کیا ہے وہ ذیل میں پیش خدمت ہے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں روایت ہذا کے متعلق ایک مقام میں فرمایا ہے۔ "واسنادهٗ ضعيف وهو ساقط لمخالفته هذا الحديث الصحيح"

اسی مقام میں حافظ ابن حجر ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

"...... واسنادهٗ واهٍ فيه ضعيف ورافضيٌ" [1]

ہر دو حوالہ جات کا مفہوم یہ ہے کہ اس روایت کا اسناد ضعیف ہے اور صحیح حدیث کے مخالف و معارض ہونے کی وجہ سے یہ روایت ساقط ہے

---

[1] فتح الباری شرح بخاری شریف ص۴۵۸ ج۸ کتاب التفسیر تحت آیت المودة فی القربٰی پ۲۵

اور تحریر فرماتے ہیں کہ اس کا اسناد بے اصل ہے اور اس کے اسناد میں ضعیف اور رافضی راوی ہیں۔

۲۔ علامہ حافظ ابن کثیر اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ ھذا اسناد ضعیف فیہ مبھم لا یعرف عن شیخ شیعی محترقٍ و ھو حسین الاشقر ولا یقبل خبرہ فی ھذا المحل" عہ

یعنی یہ اسناد ضعیف ہے اس میں بعض مبھم مجہول لوگ ہیں جو اپنے جلنے والے شیعہ شیخ سے نقل کرتے ہیں۔ اور وہ جلنے والا شیعہ شیخ حسین الاشقر ہے اور اس مقام میں اس کی روایت قبول نہیں کی جا سکتی۔

۳۔ معترض احباب نے خاص طور پر "الصواعق المحرقہ لابن حجر الہیتمی" سے مذکورہ بالا روایت کو نقل کیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ خیانت کی ہے کہ ابن حجر الہیتمی نے اس روایت کے متصل جو نقد و جرح تحریر کی تھی اسے نقل کرنے سے گریز کیا ہے۔

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ ابن حجر نے روایت ہذا نقل کرنے کے بعد متصلاً تحریر کیا ہے کہ:

...... و فی سندہٖ شیعی غال

"یعنی اس روایت کے اسناد میں سخت قسم کے غالی شیعہ موجود ہیں" لہ

مطلب یہ ہے کہ علامہ الہیتمی نے روایت لانے کے بعد اس کا سقم بھی واضح کر دیا تھا لیکن معترض بزرگ نے اسے نقل نہ کیا۔

عہ تفسیر ابن کثیر ص ۱۱۲ ج ۴ تحت آیت المودۃ پ ۲۵

لہ { الصواعق المحرقہ لابن حجر الہیتمی ص ۱۰۱ طبع قدیم مصر
تحت آیت الرابع عشرۃ قل لا اسئلکم علیہ اجراً .....

مختصر یہ ہے کہ اس روایت کے نقل کرنے والے غالی شیعہ ہیں۔ فلہٰذا یہ روایت ہم پر حجت نہیں ہو سکتی اور قابل قبول نہیں ہے۔

۴ شاہ عبدالعزیزؒ نے اسی روایت پر "تحفہ اثنا عشریہ" میں کلام کرتے ہوئے جو تحریر فرمایا ہے ناظرین کرام کے افادہ کے لئے بعینہٖ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

...... طبرانی واحمد از ابن عباسؓ ہمیں قسم روایت کردہ اند لیکن جمہور محدثین این روایت را تضعیف نمودہ اند زیرا نکہ ایں سورت یعنی سورۃ شوریٰ بتمامہا مکی است و دراں جا امام حسنؓ وحسینؓ نہ بودند و نہ حضرت فاطمہ را علاقۂ زوجیت با حضرت علیؓ بہم رسیدہ بود۔ و در سلسلۂ این روایت بعضی شیعہ غالی واقع اند[1]

یعنی طبرانی اور امام احمدؒ نے ابن عباسؓ سے اس نوع کی روایت نقل کی ہے لیکن جمہور محدثین نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس واسطے کہ یہ سورۃ شوریٰ سب کی سب مکی ہے اور اس موقع پر امام حسنؓ اور حسینؓ مولود ہی نہیں تھے اور حضرت فاطمہؓ کا حضرت علیؓ سے نکاح اور شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ نیز اس روایت کے اسناد میں بعض غالی شیعہ پائے جاتے ہیں۔"

ان وجوہ کی بناء پر معترض احباب نے جو روایت پیش کی ہے وہ قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۰۴ طبع جدید۔ لاہور
تحت تشریح آیت المودۃ فی القربیٰ۔

مختصر یہ ہے کہ روایت ہذا واقعات کے برخلاف ہے جیسا کہ ابن کثیر اور شاہ عبدالعزیزؒ دونوں بزرگوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور مدینہ شریف میں اس کا نزول بعید ہے نہ ہی اس وقت حضرت فاطمہؓ کا نکاح ہوا اور نہ ہی حضرت علیؓ کی اولاد تھی تو ان کے حق میں لوگوں کا نہ ہی سوال کرنا درست ہوا اور نہ ہی جواب فرمانا درست ہوا۔

اگر اس چیز سے چشم پوشی بھی کر لی جائے تب بھی یہ روایت مجروح رواۃ کی تصنیف شدہ ہے کسی صحیح سند سے ثابت نہیں جس طرح کہ کبار علماء کے بیانات سے یہ چیز واضح ہو گئی ہے۔ اور حوالہ جات پیش کر دیتے ہیں۔ بیشمار علماء نے اس مقام میں نقد و تنقید ذکر کی ہے ہم نے صرف چار عدد نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

ایک دختر ہونے کا مسئلہ

گذشتہ سطور میں واضح کیا گیا ہے کہ آیت "المودۃ فی القربی" میں مسئلہ خلافت کا کچھ ذکر نہیں۔ بالکل اسی طرح آیت ہذا میں ایک دختر نبویؐ ہونے کا بھی کچھ مضمون نہیں۔ آیت میں صرف قرابت داروں سے محبت و مودّت کا مضمون موجود ہے۔

اور معترض حضرات ایک دختر نبویؐ ہونے کے ثبوت میں جو روایت پیش کرتے ہیں اس کی متعلقہ تشریح بھی سطور گذشتہ میں کر دی گئی ہے کہ یہ روایت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ اس کے اسناد میں مجروح مقدوح اور غالی شیعہ و رافضی وارد ہیں۔

اگر بالفرض مذکورہ روایت کو درست تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس

روایت میں حضرت فاطمہؓ کے اسم گرامی کے مذکور ہونے سے انؓ کی باقی بہنوں کی نفی ہرگز لازم نہیں آتی۔

اور اگر معترض کا یہ طریق استدلال درست تسلیم کر لیا جائے تو روایت میں صرف حضرت علیؓ کے اسم مبارک ذکر ہونے سے ان کے باقی برادران (حضرت جعفرؓ حضرت عقیلؓ وغیرہم) کی نفی لازم آئے گی جسے معترض بھی تسلیم کرنا گوارا نہیں کرے گا۔ اور واقعتاً بھی یہ ہرگز درست نہیں۔ فلہذا یہ طرز و طریق استدلال بیّن طور پر غلط ہے۔

وہم ③ ثالث

آیت تطہیر کا مفہوم

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کی سورۃ احزاب (پ۲۱ کا آخر اور پ۲۲ کی ابتدا) میں ازواج مطہرات (اہل بیت النبیؐ) کے حق میں ایک مستقل رکوع نازل فرمایا ہے اس میں سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے لئے اداب اور شرف وفضل اور مقام ومرتبہ کو وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔

فتوحاتِ کثیرہ کی بنا پر جب مسلمان آسودہ حال ہونے لگے تو ازواج مطہرات نے اپنی فقر وفاقہ کی حالت ختم کرنے کی خاطر اپنے خرچ واخراجات میں اضافہ کا مطالبہ پیش کیا تھا۔ اللہ کریم کو دنیا کی طرف اس قدر التفات پسند نہیں آیا، اور یہ آیات نازل ہوئیں اور پورا رکوع ان کے حق میں اتارا۔ آیت تطہیر انہی آیات میں سے ایک آیت ہے اور باعتبار سابق ولاحق واقعات کے رکوع ہذا کا نزول ۵ھ میں ہے۔

یہاں پہلے اس رکوع کا مختصر خلاصہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ آیت مذکورہ کا مفہوم سیاق وسباق کے لحاظ سے معلوم ہو سکے:۔

خلاصہ مفہوم

۱۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات دنیا کی آرائش اور زینت کی طالب نہیں تھیں اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا کو طلب کرنے والی

تھیں اور دار آخرت کے درجات عالیہ کا ارادہ رکھتی تھیں ورنہ ان کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اچھے طریقے سے الگ کر دیتے جیسا کہ ان کو حکم خداوندی تھا۔ لیکن ان کو چھوڑ کر الگ نہیں فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ازواج نیک کردار و نیک اعمال اور نیک نیت تھیں اور اللہ کریم نے ان کے لئے اجر عظیم تیار فرمایا ہے۔

۲۔ ہر کار خیر اور عمل صالح میں ازواج مقدس کے لئے دوگنا اجر ہے اور عمدہ رزق آخرت میں ملے گا۔ اگر بالفرض ان سے کوئی صریح بداخلاقی یا نافرمانی کی کوئی بات صادر ہو جائے تو اس کی سزا بھی دوگنی ہے اور یہ چیز ان کے بڑے درجہ اور مقام کی عظمت کو بیان کرتی ہے۔

۳۔ (اس امت کی) تمام عورتوں میں ان کے مرتبے کی کوئی عورت نہیں اگر یہ پرہیز گاری اختیار کریں۔ اور بوقت ضرورت مردوں کے ساتھ گفتگو کرنے میں نرم لہجہ ہرگز اختیار نہ کریں تاکہ ان کے دل میں خیال فاسد کا طمع راہ نہ پا سکے۔

۴۔ ازواج مقدس کے لئے اپنے خانۂ مبارک میں قرار پذیر رہنے کا حکم ہے اور جاہلیت کے دور کے موافق زیب و زینت دکھلانے کے لئے باہر نکلنے پر پابندی ہے۔

۵۔ ازواج مطہرات کے لیے حکم ہے کہ نماز (پنجگانہ) قائم کریں زکوٰۃ ادا کریں اور اللہ اور رسول کی اطاعت میں رہیں۔

۶۔ اللہ تعالیٰ اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (اخلاق رزیلہ اور حب مال وغیرہ) کی پلیدی دور کرنا چاہتے ہیں اور بحکم "ارادہ تشریعی" ان کو خوب پاک کرنا اور پاک رکھنا چاہتے ہیں۔

۷ — شرف زوجیت ان کے لیے ابدی اور تقوی و طہارت ان کی صفت دائمی ہے۔ اس بنا پر ان کو "ازواج مطہرات" کے مبارک لقب سے ہمیشہ یاد کیا جاتا ہے۔

۸ — اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت و دانش کی باتیں جو ان کے پاک گھرانوں میں ہمیشہ تلاوت کی جاتی اور کہی جاتی ہیں ان کو خوب یاد رکھنے کا حکم انہیں فرمایا گیا ہے۔ اس بنا پر کہ نبی اقدس کا گھرانہ حکمت کا خزینہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

۹ — وحی الٰہی جیسی نعمت عظمٰی صرف ازواجِ مطہرات کے پاکیزہ گھروں میں نازل ہوتی ہے اور کسی کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی پھر ازواج مطہراتؓ میں سے حضرت عائشہؓ کیلئے مزید خصوصیت یہ ہے کہ ان کے فراش و لحاف میں بھی اس نعمت سے مشرف ہونا منقول ہے (تفسیر ابن کثیر تحت آیۃ ہذا)

۱۰ — مذکورہ آداب و فضائل کے ساتھ ساتھ ازواج مطہرات کے احترام کے لئے ایک خصوصی چیز جو ابتداء سورۃ ہذا میں بیان کی گئی ہے۔ امت مسلمہ کے لئے اس کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا لازم ہے وہ یہ ہے :۔

فرمانِ خداوندی ہے "النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم" یعنی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے ساتھ زیادہ حق رکھنے والے ہیں۔ ان کی جانوں سے اور آنجنابؐ کے ازواج (مقدس) مومنوں کی مائیں ہیں۔

ازواج مقدسہ کے حق میں "تمام مومنوں کی مائیں" ہونے کا یہ عالی رتبہ باقی فضائل کے ساتھ مسلم و مشہور ہے اور دائما اس کو ملحوظ رکھنے کا حکم ہے۔

اس تمام رکوع پر نظر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تخاطب اور کلام شروع ہے آداب و اخلاق سمجھانے کے ساتھ ساتھ ان کے شان کے مناسب فضائل و مراتب بیان فرمائے گئے ہیں جو ان کے علو مقام کے آئینہ دار ہیں۔

فریق مقابل کا استدلال

شیعہ احباب نے آیات مذکورہ میں سے نصف آیت تطہیر کو مندرجۂ ذیل مسائل کے لئے اپنا مستدل بنایا ہے یہ پُوری آیت کا قریباً نصف حصّہ ہے۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا۔

یعنی بیشک اللہ تعالیٰ کا یہی ارادہ ہے کہ لے جاتے تم سے اے نبی کے گھر والو رجس یعنی ناپاکی کو۔ اور تم کو خوب پاک کر دے۔

طرز استدلال

روایات میں آتا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہُوئی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ اور حضرت علیؓ کو بلایا۔ ان پر اپنی چادر اوڑھائی اور فرمایا کہ اے اللہ! میرے یہ اہل بیت ہیں ان سے ناپاکی کو دُور فرما اور ان کو پاک کر دے۔

شیعہ احباب کہتے ہیں کہ اس مقام سے معلوم ہوا کہ :-

۱۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان چار حضرات (حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ اور حضرت علیؓ) کو اپنی چادر میں داخل فرمایا تو "اہل البیت" یہی چار افراد ہیں جو قرآن مجید کی آیت بالا میں مذکور ہے (یعنی ازواج النبیؐ "اہل البیت" میں شامل نہیں ہیں اور اس کا مصداق نہیں)

۲۔ نیز معلوم ہوا کہ اگر آنجنابؐ کی کوئی اور صاحبزادی ہوتی تو اس کو بھی اس چادر میں داخل کیا جاتا۔ اور اہل بیت میں شامل کیا جاتا۔ پس حضرت فاطمہؓ ایک

ہی صاحبزادی تھیں اور آنجنابؐ کی کوئی دوسری صاحبزادی نہ تھی۔

۳۔۔۔ اور واضح ہو گیا کہ یہ چاروں نفوس "معصوم عن الخطا" تھے اور ان کی تطہیر نص سے ثابت ہو چکی ہے۔

دفع دہم

فریق مقابل کے استدلال کی خفت واضح کرنے کے لئے اس مقام میں چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں ان پر توجہ کرنے سے ان کی کمزوری استدلال پوری طرح نمایاں ہو جائے گی۔

۱

تحریر مدعٰی کے طور پر یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ قرآن مجید کی آیت (آیت تطہیر) میں اہل البیت کا مصداق اصل میں سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات ہیں اور ان کو ہی اہل البیت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور باقی آنجناب صلعم کی اولاد شریف کو خبر واحد کے ذریعے بالتبع اہل بیت میں شامل کیا گیا ہے۔

اب ہم اس چیز پر ذیل میں چند شواہد پیش کرتے ہیں کہ اصل میں اہل البیت کی مصداق آنجنابؐ کے ازواج مطہرات ہیں۔

۱۔۔۔ قرآن مجید کے دوسرے مقام میں اہل بیت کا لفظ "زوجہ" پر اطلاق کیا گیا ہے حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ محترمہ (حضرت سارہ) کو خطاب فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے کلام کرتے ہیں:۔

قالوا اتعجبين من امر الله رحمۃ الله وبرکاته علیکم اهل البیت ..... الخ (پ۱۲ سورۃ ہود تحت واقعہ ابراہیمؑ)

یعنی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں نے کہا اے سارہ! کیا تم تعجب کرتی ہو اللہ تعالیٰ کے تکوینی امر سے۔ اللہ کی رحمت اور برکات ہوں تم پر اے اہل البیت (یعنی اے گھر والو)۔"

یہاں "اہل البیت" کا لفظ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کے حق میں فرمایا گیا ہے اسی طرح دیگر آیات میں بھی "اہل البیت" کے لفظ کا اطلاق "زوجہ" پر ہوا ہے مگر یہاں صرف اختصار کی خاطر صرف ایک آیت کے حوالہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔

۲۔ صحیح حدیث میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج مطہرات پر "اہل البیت" کے لفظ کا اطلاق فرمایا ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح اور شادی کی۔ اس موقعہ پر دعوتِ ولیمہ ہوئی اور جب دعوتِ ولیمہ سے فارغ ہوئے تو آنجنابؐ حضرت زینب کے پاس تشریف لے گئے پھر اس کے بعد حضرت زینبؓ کے گھر سے باہر تشریف لائے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ کے پاس تشریف لے جا کر فرمایا "السلام علیکم اہل البیت" فقالت وعلیک ورحمۃ الله کیف وجدت اهلك بارك الله لك ..... الخ یعنی اے اہل بیت تم پر سلام ہو ..... الخ

اس کلام میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کے لئے اہل البیت کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں اور "اہل البیت" کے الفاظ کا

اطلاق گھر والوں پر کیا ہے۔[1]

مندرجہ بالا حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ "اہل البیت" کا اطلاق ازواج پر، اور اپنے اہل خانہ پر درست ہے۔

۳۔ آیت تطہیر کے ماقبل میں "فی بیوتکن" اور اس آیت کے مابعد میں " و اذکرن ما یتلی فی بیوتکن " کے الفاظ میں ازواج مطہرات کے " بیوت " کا ہی ذکر خیر ہے اور یہ ازواج مطہرات کے ہی گھر ہیں۔ آیت میں انہیں کو " بیت " اور ان کے مکینوں کو اہل البیت فرمایا گیا ہے۔ یہاں ازواج مطہرات کے ماسوا کسی دوسرے کو اہل البیت نہیں فرمایا گیا۔ بیوت کی اضافت جو کن کی طرف ہے اس سے یہ تخصص واضح ہو رہا ہے (علماء اس نکتہ کو خوب جانتے ہیں) چاہے یہ اضافت ملک کی یا اضافت سکنی کی قرار دی جائے۔

اب کسی خبر واحد کے ذریعے یہاں اہل البیت کے مفہوم سے ازواج مطہرات کو خارج نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ روایت کے ذریعے اہل البیت کے مفہوم میں اولاد شریف کو بالتبع شامل کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ روایت از روئے قواعد محدثین صحیح ثابت ہو جائے۔

نیز لفظ "البیت" میں جو الف ولام استعمال ہوا ہے اسے قاعدہ لغوی نحوی کی روسے " الف لام عہد خارج " کہا جاتا ہے جو اپنے استعمال کے اعتبار سے ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیوت کی طرف اشارہ کرتا ہے یہ وہی بیوت ہیں جو اس

---

[1] بخاری شریف ص۷۰۶ ج۲۔
باب قولہ تعالیٰ لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم پ۲۲

آیت کے ماقبل میں "فی بیوتکن" میں ذکر ہو چکے ہیں اور ما بعد میں فی بیوتکن میں دوبارہ مذکور ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

رفع اشتباہ کے طور پر یہاں مختصراً اتنا ذکر کر دینا مناسب ہے کہ آیت تطہیر میں لفظ "عنکم" اور "یطھرکم" کے کم ضمیر جمع مذکر استعمال ہوئی ہے۔ یعنی عنکم میں کم ضمیر مجرور متصل ہے اور یطھرکم میں کم ضمیر منصوب متصل ہے)

یہاں سے فریق مخالف یہ اشتباہ پیدا کر دیتے ہیں کہ:۔

اگر یہ خطاب ازواج مطہرات کو تھا تو "جمع مذکر" کی بجائے جمع مؤنث کی ضمیر چاہیئے تھی اور وہ نہیں لائی گئی تو گویا لغوی قواعد کے خلاف یہ چیز ہے۔

اس کے متعلق معروضات پیش خدمت ہیں:۔

اوّل:۔ قرآن مجید کی ایک دوسری آیت "ورحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت" پ۱۲ سورہ ہود میں حضرت سارہ (مؤنث) کے لیے "علیکم" کی ضمیر جمع مذکر استعمال ہوئی ہے۔

دوم: اسی طرح قرآن مجید میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ کو فرماتے ہیں۔

"اذ قال موسیٰ لاھلہ انی انست نارًا ساتیکم منھا بخبر او اتیکم بشھاب قبس لعلکم تصطلون"

(پ۱۹ سورۃ نمل) اس آیت میں بھی مؤنث سے خطاب ہے مگر ضمیر مؤنث کی بجائے "جمع مذکر" استعمال ہوئی ہے۔

سوم: سابقاً اسی مسئلہ میں بخاری شریف کی ایک حدیث ذکر کی گئی ہے جس میں السلام علیکم اہل البیت فقالت وعلیک"...... الخ کے الفاظ

نقل کئے گئے ہیں اس میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ کے لئے (علیکم میں) کم ضمیر جمع مذکر استعمال فرمائی ہے[1]

چہارم :- اسی طرح مسلم شریف میں روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج مطہرات کے حق میں مندرجہ ذیل الفاظ میں ضمیر جمع مذکر استعمال فرمائی :- فقال ھو علیھا صدقۃ ولکم ھدیہ فکلوہ" یعنی فرمایا کردہ چیز (بریرۃ) پر صدقہ ہے اور تمہارے لئے ہدیہ ہے پس تم اس کو کھا سکتے ہو۔

پنجم : ایک دفعہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس تشریف لائے (کھانے کی کسی چیز کے متعلق) دریافت فرمایا :- ھل عندکم شیئ ؟؟ قالت لا الا ان نسیبۃ بعثت الینا الخ یعنی تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے ؟ تو (حضرت عائشہؓ) نے عرض کیا اور تو کوئی چیز نہیں مگر نُسیبہ نے جو کچھ بھیجا ہے وہ موجود ہے۔الخ

یہاں بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ کے لئے "عندکم" میں (کم) ضمیر جمع مذکر استعمال فرمائی ہے[2]

مذکورہ بالا آیات قرآن اور احادیث نبویؐ میں اپنے اپنے ازواج کے حق میں خطاب فرماتے ہوئے جمع مذکر کی ضمیریں استعمال فرمائی گئی ہیں۔ اور موقعہ مؤنث

---

[1] بخاری شریف ص ج-۲ طبع دہلی
باب قولہ تعالیٰ لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم پ۲۲ (سورہ احزاب)

(۲) مسلم شریف ص۳۴۵ ج-اول آخر کتاب الزکوٰۃ
باب اباحۃ الھدیۃ - طبع دھلی۔

کا تھا ان سوالات کا جو جواب شیعہ دوست دیں گے ان کے اپنے سوال کا جواب بھی انہیں انہی کے جواب میں مل جاتے گا۔

شیعہ کی طرف سے تائید

شیعہ علماء نے بھی جمع مؤنث سے خطاب کے لئے جمع مذکر کی ضمیر کا استعمال ذکر کیا ہے۔ امالی الشیخ الطوسیؒ میں حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کی شادی کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج مطہرات کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ ہ۔ ھَیِّئُوا لابنتی وابن عمی ..... الخ یعنی اے بیبیو! میری بیٹی اور میرے چچا کے بیٹے کیلئے زفاف کی تیاری کر دو[1]

یہاں بھی مؤنث کے موقعہ میں جمع مذکر کی ضمیر استعمال کی گئی ہے۔

لفظ اہل البیت :-

۱۔ لغوی لحاظ سے لفظ "اہل البیت" مذکر ہے۔ اگرچہ اس کا مصداق (ازواج النبیؐ) مؤنث ہو مگر لفظ کی رعایت کے اعتبار سے یہاں مذکر ضمیریں (کم) لائی جا سکتی ہیں۔

۲۔ اور لفظ اہل البیت میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بھی داخل ہے اس بناء پر کہ آپؐ ان میں ہی مقیم تھے اس وجہ سے مذکر کی ضمیر (کم) ان پر بھی تغلیباً لائی جا سکتی ہے۔

۳۔ نیز یہ بات بھی استعمال لغت عرب میں پائی جاتی ہے کہ اگرچہ موقعہ ضمیر مؤنث کا ہو مگر وہاں مذکر کی ضمیر اظہار عظمت و محبت کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ حاصل یہ ہے مندرجہ استعمالات اور مذکورہ امور کے پیش نظر یہ واضح ہو گیا کہ آیت تطہیر میں (عنکم۔ ویطہرکم) میں ضمیر جمع مذکر کا استعمال

---

[1] امالی الشیخ الطوسی ص ۴۲ طبع نجف اشرف تحت واقعہ رخصتی حضرت فاطمہ

بالکل درست ہے اور کچھ قابل اشکال نہیں مندرجہ چیزوں سے شبہ اور اشکال عمدہ طریقہ سے مرتفع ہو گیا ہے۔

آیت تطہیر و حدیث کساء میں ہمارا مؤقف

اس مقام میں ہمارے علماء اہل سنت یہ فرماتے ہیں کہ آیت تطہیر (اپنے سیاق و سباق کے اعتبار سے) ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حق میں ہے اور اس آیت کا بالاصل مصداق ازواج مطہرات ہیں پھر جب اس کا نزول ہو چکا اور یہ شرف ازواج مقدسہ کے لیے ثابت ہو گیا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار حضرات (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو اس شرف میں دعا کے ذریعے شامل فرمایا ہے چنانچہ اس مسئلہ کو علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں بعبارت ذیل ذکر فرمایا ہے:۔

۱۔ ...... فهذه دعوة من النبى صلى الله عليه وسلم لهم بعد نزول الاية، احب ان يدخلهم فى الآية التى خوطب بها الازواج " مطلب یہ ہے کہ نزول آیت (تطہیر) کے بعد ان چاروں حضرات کے حق میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ دعا ہے اور آپ پسند فرما رہے ہیں کہ جس آیت میں ازواج کو خطاب فرمایا گیا ہے۔ اس میں ان کو شامل کریں[1]

۲۔ اور علامہ ذہبی نے المنتقی میں بھی یہی مضمون درج کیا ہے[2]

---

[1] { تفسیر القرطبی (الجامع الاحکام القرآن) ص ۱۸۳/۱۸۴ جلد ۱۴
تحت الآیت واذکرن ما یتلی فی بیوتکن ..... الخ (سورہ احزاب) }

(۲) ۔ المنتقی للذہبی ص ۴۲۸ تحت بحث آیت تطہیر۔

اسی طرح شاہ عبدالعزیزؒ تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ :۔

۳ اُم سلمہ رضؓ گفت کہ مرا نیز شریک بکن فرمود کہ انتِ علی خیر او انتِ علی مکانکِ" دلیل صریح است برآنکہ نزولِ آیت درحق ازواج بود و آنحضرت ﷺ ایں چہار کس را نیز بہ دُعائے خود دریں وعدہ داخل ساختہ واگر نزول آیت درحق اینہا می بود حاجت بدعا چہ بود؟ وآنحضرتؐ چرا تحصیلِ حاصل می فرمود؟ ولہٰذا ام سلمہؓ را دریں دُعا شریک نہ کرد کہ درحقِ او ایں دُعا را تحصیل حاصل دانست[1] "

"یعنی ام المؤمنین ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ مجھے بھی آپؐ اس میں شریک کریں تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ تُو تو پہلے خیر پر ہے یا تو اپنے مقام و مرتبے پر ہے" (یعنی تجھے اس کی حاجت نہیں) ۔

یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آیت تطہیر کا نزول ازواج مطہرات کے حق میں تھا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چہار افراد کو بھی اپنی دُعا کے ذریعے اس وعدہ میں شامل فرمایا اگر آیت کا نزول ان چہار نفوس کے حق میں تھا تو ان کے لئے دعا کی کیا حاجت تھی؟ اور آنجنابؐ نے تحصیل حاصل کیوں فرمائی؟ اور اسی وجہ سے ام سلمہؓ کو اس دُعا میں شامل نہیں فرمایا تھا کہ یہ دُعا اس کے حق میں تحصیل حاصل سمجھی"۔

---

[1] تحفہ اثناعشریہ ص۲۰۳ طبع جدید لاہور
در بحث آیت تطہیر۔

دفع وہم دوم

دوسری چیز جو فریق مخالف یہاں سے اخذ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ :-

"آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہؓ تھیں اگر کوئی دوسری صاحبزادی ہوتی تو اس کو بھی چادر میں لے کر اہل بیت میں شامل کرتے"

اس کے متعلق کچھ گزارشات ذیل میں پیش خدمت ہیں ان پر توجہ فرمالیں :-

۱۔۔۔ آیت تطہیر میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے عدد کا کچھ ذکر خیر نہیں نہ ایک دختر کا ذکر ہے نہ متعدد صاحبزادیوں کا۔ دوسرے لفظوں میں بنات کے عدد بیان کرنے کے متعلق آیت ہذا کا کچھ تعلق نہیں۔ یہاں صرف ازواج مطہرات کا ہی ذکر ہے سطور گذشتہ میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے۔

۲۔۔۔ اسی طرح روایت کساء میں صرف ایک دختر کا ذکر ہے لیکن اس چادر میں ایک بیٹی کے آنے سے دیگر بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی ہرگز نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ روایت بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عدد و تعداد بیان کرنے کے لئے ہے۔ یہ روایت کساء صرف فضیلت کے بیان میں ذکر کی گئی ہے

۳۔۔۔ نیز یہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک داماد کو ذکر کرنے کے بعد دیگر دامادوں (حضرت ابو العاصؓ و حضرت عثمانؓ) کی نفی نہیں کرتی۔ یہ رشتے اپنی جگہ تاریخی حقیقت ہیں روایت کساء کی فضیلت اگر کسی کو ملے اور کسی کو نہ ملے اس سے ان رشتوں کی نفی ہرگز نہیں ہوتی۔

۴۔۔۔ اور یہ روایت حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی دیگر اولاد شریف یعنی حضرت

زینب بنت علیؓ یا حضرت ام کلثومؓ بنت علیؓ کی نفی نہیں کرتی۔ جبکہ روایت ہذا میں صرف حضرات حسنؓ اور حسینؓ کا ذکر آیا ہے اور باقی اولاد کا نہیں۔ اگر کوئی شخص یہ دعوے کرے کہ حضرت زینب بنت علی اہل بیت میں سے نہیں کیونکہ آپ اس چادر کے نیچے نہ تھیں تو اس سے یہ استدلال کرنا کہ وہ حضرت حسین کی حقیقی بہنیں نہ تھیں کس قدر کمزور استدلال ہو گا۔

بنابریں دعا مذکور میں عدم شمول سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر صاحبزادیوں کی نفی لازم نہیں آتی۔ اور نہ ہی دیگر بنات رسولؐ کی نفی کے لئے کلام چلایا گیا ہے۔ چادر نبویؐ میں حضرت علیؓ کے ماسوا ان کی حسنین شریفین کے بغیر دیگر اولاد کو داخل نہیں کیا گیا۔ اسی طرح آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اقارب مثلاً حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب اور حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب وغیرہم کو نہ ہی بلایا گیا اور نہ ہی ان کو چادر میں داخل کیا گیا۔ حالانکہ یہ سب حضرات رشتہ داران نبویؐ اور اقربائے خاص ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ ان مذکور چاروں حضرات کو اس فضیلت حاصل ہونے سے دیگر حضرات اقرباء نبوی کے شرف و فضیلت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور ان تینوں صاحبزادیوں کے لئے جو شرف و فضیلت اسلام میں حاصل ہے اور جو نسبی و صلبی نسبت انہیں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے موجود ہے اس پر ان چاروں حضرات کی فضیلت کچھ اثر انداز نہیں ہوتی ہر ایک کا الگ ایک مقام و مرتبہ ہے جو اسے حاصل ہے

دفع وہم سوم

اس آیت سے تیسری چیز جو فریق مقابل ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ :-

"آیت تطہیر کا مصداق یہ چاروں نفوس (حضرت فاطمہؓ حضرات حسنینؓ اور حضرت علیؓ) ہیں اور اس آیت کے ذریعے ان کی تطہیر ثابت ہے یعنی یہ چاروں معصوم عن الخطاء ہیں۔ ان سے خطا صادر نہیں ہوتی"

مندرجہ بالا وہم کے جواب میں درج ذیل گذارشات ملاحظہ فرمائیں۔

۱ــــ پہلی بات یہ ہے کہ آیت مذکور میں ان چاروں حضرات کا کوئی ذکر موجود ہی نہیں اور نہ ہی سیاق وسباق سے ان کا ذکر جاری ہے بلکہ اس کے برعکس اس رکوع کی تمام آیات ازواج مطہراتؓ کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ جس طرح کہ اُوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

۲ــــ دوسری بات یہ ہے کہ آیت بالا کے الفاظ (لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا) سے ان حضرات کا معصوم عن الخطاء ہونا مراد لیا جاتے تو اسی نوع کے الفاظ دیگر حضرات (مثلاً وہ صحابہ کرام جو جنگ بدر میں حاضر تھے) کے حق میں بھی وارد ہوتے ہیں۔ مثلاً ویـنزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم ویذھب عنکم رجز الشیطن (پ سورۃ انفال رکوع ۲) یعنی اتارتا ہے تم پر آسمان سے پانی تاکہ تم کو اس سے پاک کردے اور لے جائے تم سے شیطان کی پلیدی۔

دوسری آیت ولکن یُرید لیطھرکم ولیتمّ نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون (پ۶ سورۃ المائدہ رکوع ۲)

یعنی لیکن اللہ ارادہ کرتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کرے تاکہ تم شکر گذار ہو۔

اگر یہ کلمات معصومیت کا فائدہ دیں اور عصمت کے لئے مفید ہوں تو جن اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات میں خطاب کیا گیا ہے انکی عصمت اور معصومیت بھی ثابت ہونی چاہیئے حالاں کہ ان اصحابؓ کے حق میں علو مراتب کے باوجود کوئی بھی سُنی یا شیعہ معصومیت کا عقیدہ نہیں رکھتا۔

اس مفہوم کو شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں آیت تطہیر کی بحث کے آخر میں بالفاظ درج ذیل فرمایا ہے۔

• اگر ایں کلمہ مفید عصمت مے شد بایستے کہ ہمہ صحابہ علی الخصوص حاضران جنگ بدر قاطبۃ معصوم مے شد زیرا کہ درحق ایشاں تبفرلق فرمودہ اند۔ قولہ تعالیٰ۔ ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون (وقولہ تعالیٰ، لیطھرکم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطان[1] ..... الخ

مختصر یہ ہے کہ آیت تطہیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ کے متعلق ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے خطاؤں کے دور کرنے اور لغزشوں سے معافی دینے اور پاک کرنے کا ارادہ تشریعی) رکھتے ہیں جیسا کہ دیگر احکام شرعی میں ارادہ تشریعی

لہ (۱) { تحفہ اثنا عشریہ صہ ۲۰۴ (فارسی) طبع حیدیہ لاہور تحت بحث آیت تطہیر۔

مراد ہوتا ہے۔ مثلاً یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔
بنا بریں یہاں سے عقیدہ عصمت کا مستنبط کرنا درست نہیں یہ عقیدہ نہ
ازواج مطہرات کے حق میں اور نہ ہی اولاد نبویؐ کے حق میں صحیح ہے۔
آخر میں یہ تحریر ہے کہ :۔

"یہ الگ بات ہے کہ خود سیدہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے اکیلی دختر نبوی ہونے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا اور آیت تطہیر کو اپنے اس دعویٰ پر کبھی دلیل نہیں بنایا یہ چیز قابل توجہ ہے غور فرمادیں۔

وہم ④ رابع

آیت : یایها النبی قل لازواجك وبناتك ونساء المومنین یدنین علیهن من جلابیبهن ...... الخ

(پ ۲۲ رکوع ۷ از سورۃ احزاب)

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (پردے کا حکم دیتے ہوئے اپنے نبی اقدس صلعم کو ارشاد فرمایا) :-

"اے نبی! اپنی ازواج (مطہرات) اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں کو فرما دیجئے کہ اپنی چادریں اپنے اوپر لٹکا لیں۔ یہ بات اس چیز کے زیادہ قریب ہے کہ یہ پہچانی جائیں اور ان کو ایذا نہ پہنچائی جائے"..... الخ

معترض لوگوں نے آیت ہذا کے لفظ "بناتک" کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی (حضرت فاطمہؓ) تجویز کرنے کے لئے (اور باقی دختران نبوی صلعم کی نفی کرنے کے لئے) دلیل بنایا ہے۔ اس نص قطعی کا خلاف کرتے ہوئے اپنے مزعومہ دعویٰ کو مدلل کرنے کے لئے کلام چلایا ہے۔ اس زعم کو دور کرنے کے لئے چند چیزیں پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

دفع وہم

۱ــــ آیت ہذا اپنی عبارت النص کے اعتبار سے اس مسئلہ کو بیان کر رہی ہے کہ پردے کا حکم (جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے) آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم

کی تمام ازواج مطہرات آپ کی تمام صاحبزادیوں اور مومنوں کی ان تمام
عورتوں کے لیے ہے جو نزولِ آیت کے وقت تک ایمان لا چکی تھیں۔
اوّلاً و بالذات یہ نیک و صالح بی بیاں مخاطب ہیں اور پھر ثانیاً و بالعرض
آنے والی تمام مسلمان عورتیں اس حکم میں داخل ہیں۔

۲۔ آیت ہذا کی عبارت اس بات پر صاف دلالت کرتی ہے کہ نبی اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ازواج تھے جن کو پردہ کرنے کا ارشاد فرمایا گیا اور
آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد صاحبزادیاں تھیں جن کو تستر کا حکم فرمایا گیا
اور اسی طرح مومنوں کی بہت سی خواتین تھیں جن کو پردہ داری کا حکم دیا
گیا یعنی آیت کے الفاظ ازواج بنات اور نساء تینوں جمع کے
الفاظ ہیں اس اعتبار سے ان تمام خواتین کے لئے یہ حکم ہے۔
آیت ہذا میں جمع کے مذکورہ بالا ہر سہ الفاظ اپنے حقیقی معنوں میں استعمال ہوتے
ہیں اور ان تینوں الفاظ میں یہاں باعتبار تعظیم کے لفظ جمع سے واحد مراد لینے
کے لئے کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔

۳۔ مفسرین حضرات نے بھی اس آیت کی تفسیر میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم
کی متعدد صاحبزادیوں کا ذکر خیر کیا ہے۔
چنانچہ علامہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں آیت ہذا کے تحت
آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چار صاحبزادیوں کا ذکر خیر کیا ہے اور ہر ایک
صاحبزادی کے الگ الگ احوال تحریر فرماتے ہیں۔ جو اس بات کا بیّن
ثبوت ہے کہ مفسرین کے نزدیک بھی آیت ہذا کے لفظ "بناتک" کا صحیح
مصداق متعدد دختران نبوی صلعم ہیں۔ صرف ایک دختر مراد نہیں۔ اور ہم نے
قبل ازیں بنات ثلاثہ کے سوانح میں تفسیر قرطبی سے بھی ان کے احوال نقل

کر دیئے ہیں [1]

۴۔ آیت ہذا کے نزول کے وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیوں کا زندہ موجود ہونا ثابت ہے جیسا کہ ان کے الگ الگ سوانح حیات میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ اور شیعہ کے ائمہ کرام و علماء و مجتہدین کے فرمودات کو اس پر بطور شواہد پیش کیا ہے۔

فلہذا آیت مذکورہ کا لفظ "بنات ک" دختران نبوی کے حق میں بلحاظ تعداد درست ہے۔ اور اس لفظ جمع کی واحد کے لئے تاویل کرنا بلا وجہ اور بغیر ضرورت کے ہے اور اس طرح تاویل کرنے سے آیت ہذا کا صحیح مفہوم مجروح ہوتا ہے۔ اور واقعات جو حقیقت پر مبنی ہیں ان کا خلاف ہوتا ہے اور انکی تکذیب ہوتی ہے اور اپنے اکابر و اسلاف کی مخالفت اور تکذیب کرنا بلکہ تغلیط کرنا مستحسن طریق نہیں۔

" اور لفظ بنات ک میں تعظیماً جمع مراد لینا درست نہیں اس لیے کہ جہاں تعظیماً جمع ہو وہاں عموماً صیغہ مذکر کے ساتھ لائی جاتی ہے اور یہاں مؤنث کے صیغے کے ساتھ مستعمل ہے فلہذا "تاویل مذکور صحیح نہیں۔

۵۔ اور اگر لفظ "بنات ک" میں جمع تعظیم کی تاویل کر کے صرف ایک دختر مراد لی جائے تو یہاں سے ایک دوسرا غلط مفہوم کوئی اور شخص بھی اخذ کر سکتا ہے کہ اگر "بنات ک" سے صرف ایک دختر مراد ہے تو لفظ "ازواجک" سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی "زوجہ" مراد ہے اور ازواج یہاں جمع تعظیم کے طور پر مذکور سمجھا جائے گا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی دیگر زوجہ ہی نہیں ہے۔

امید ہے معترض حضرات اس تاویل کو پسند نہیں فرمائیں گے۔ فلہذا جس طرح

---

[1] تفسیر احکام القرآن للقرطبی ص ۲۴۲-۲۴۳ جلد (۱۴) سابع عشر

یہ تاویل درست نہیں بالکل اسی طرح لفظ بنا تک" میں ان کی مجوزہ تاویل (کہ یہ تعظیماً جمع ہے) بھی درست نہیں۔ وجہ ظاہر ہے کہ یہ تاویل سنتِ نبوی (صلعم) و ملی سیرت و اسلامی تاریخ اور واقعات کے برخلاف ہے۔ سابقاً اس کی تفصیل دے دی گئی ہے اور ابتداء کتاب میں "اصل استدلال" کے عنوان کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

قاعدہ یہی ہے کہ مستعمل شدہ لفظ کو اپنے اصل معنیٰ اور ظاہر مفہوم پر ہی رکھا جاتا ہے۔ ظاہر عبارت سے ہٹا کر دوسرا مفہوم نہیں مراد لیا جاتا۔ مگر وہاں کوئی قرینہ صارفہ موجود ہو تو تب اس کے اصل معنیٰ کو چھوڑ کر دوسرا معنیٰ مراد لیا جاتا ہے۔ اور آیت بالا میں قرینہ صارفہ موجود ہی نہیں ہے۔

بنا بریں آیت مذکورہ کے الفاظ "ازواجک و بناتک" میں یہی قاعدہ ملحوظ رکھنا ہوگا۔ ورنہ آیت کا جو صحیح مفہوم و معنیٰ ہے وہ غلط ہو جائے گا۔ قرآن مجید میں غلط استدلال قائم کرنا کسی مسلمان کے لئے ہرگز روا نہیں۔

ناظرین کرام! ان چند معروضات پر اگر توجہ فرما سکیں تو معترض احباب کے استدلال کی کج روی اور کج بحثی عیاں ہو جائے گی۔

یہ بحث کتاب ہذا کی ابتداء میں بقدر ضرورت پیش کر دی گئی تھی لیکن یہاں دفع وہم کے طور پر مزید ذکر کر دی گئی ہے تاکہ اچھی طرح دفع اشتباہ ہو جائے۔

وہم ۵ خامس

بناتِ ثلاثہ رضی اللہ عنہن کے متعلق خلاف۔ لکھنے والوں نے یہ ایک وہم پیش کیا ہے کہ "سہم ذوی القربیٰ" میں سے ان تینوں صاحبزادیوں کو حصّہ نہیں دیا گیا اور نہ ان کے ازواج کو حصّہ خمس میں شامل کیا گیا۔ جبکہ حضرت فاطمہؓ اور ان کے زوج حضرت علیؓ کو برابر "سہم ذوی القربیٰ" سے حصّہ عطا کیا جاتا رہا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ تھیں اور ایک ہی داماد حضرت علی المرتضیٰؓ تھے۔ اگر کوئی اور صاحبزادی یا داماد ہوتے تو ان کو بھی سہم ذوی القربیٰ سے حصّہ دیا جاتا۔ ان لوگوں نے ایک دختر نبوی ہونے کی یہ دلیل بنائی ہے اور بطریق مذکور استدلال قائم کیا ہے۔

دفع وہم

نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کو مالِ غنیمت سے حصّہ خمس دیا جاتا تھا۔ نبیّ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی یہ حصّہ اقرباء کو برابر دیا جاتا رہا۔ لیکن اس حصّہ کے مستحق ہونے کی بنیاد فقر اور احتیاج پر تھی۔ اس بناء پر جو حضرات اقرباء میں سے اپنے فقر و احتیاج کی بناء پر مستحق تھے ان کو حصّہ خمس دیا جاتا تھا۔

اس ضروری تشریح کے بعد مسئلہ واضح ہوا کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ مع دیگر اقارب کے فقر و احتیاج کی بناء پر خمس کے مستحق تھے اس وجہ سے ان کو

یہ حصہ ادا کیا جاتا تھا۔

باقی صاحبزادیاں اور ان کے ازواج چونکہ غنی تھے ان میں فقر و احتیاج نہیں تھا اس لئے انہیں یہ حصہ ادا نہیں کیا جاتا تھا۔

علماء احناف نے اس مسئلہ کی دلیل دو طرح سے ذکر کی ہے۔

۱

ایک تو خلفاء الراشدین حضرات ابوبکر عمر عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل اور فعل اسی طرح پایا گیا ہے کہ اقرباء نبویؐ میں سے حصہ خمس صرف فقراء اور قابل امداد لوگوں کو ہی دیا جاتا تھا اغنیاء کو نہیں دیا جاتا تھا۔

۱ــــ چنانچہ علامہ بدرالدین العینیؒ نے شرح الہدایۃ میں اس مسئلہ کو بعبارت ذیل درج کیا ہے:-

"...... ثم قسم ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم ثلاثۃ اسہم، سہم للیتامٰی و سہم للمساکین و سہم لابناء السبیل و کان ذالک بمحضر من الصحابۃ و لم ینکر علیہم احد فحل الاجماع و کفٰی بہم قدوۃ" [1]

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ چاروں حضرات مال خمس کو تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے ایک حصہ

---

[1] عینی شرح ہدایۃ ص ۸۳۵ ج ثانی طبع ہند تحت کتاب السیر

یتیمی کے لئے ایک حصّہ مساکین کے لئے اور ایک حِصّہ مسافروں کے لئے۔
اور یہ معاملہ تمام صحابہؓ کی موجودگی اور حاضری میں پیش آتا تھا۔ اس مسئلہ پر صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے انکار اور اعتراض نہیں کیا۔ پس یہ مسئلہ اجماع کے مقام میں ٹھہرا اور خلفاء اربعہ اُمّت کے لئے پیشوائی میں کافی ہیں یعنی ان حضرات کا عمل تمام اُمّت کے لئے قابل استدلال ہے اور صحیح ہے۔

۲۔ نیز ابوبکر الجصاص رازیؒ نے اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے امام محمد باقرؒ سے دریافت کیا کہ :-

...... ما فعل علیؓ بسھم ذوی القربیٰ حین ولی فقال سلك به سبیل ابی بکرؓ و عمرؓ...... قال ابوبکر الجصاص لو لم یکن ھذا رأیه لما قضیٰ به........ فثبت ان رأیه ورأیھما کان سواء فی ان سھم ذوی القربیٰ انما یستحقه الفقراء منھم ولما اجمع الخلفاء الاربعة علیه ثبتت حجته باجماعھم لقوله صلی اللہ علیه وسلم علیکم بسنتی وسنة خلفاء الراشدین من بعدی[1]......

"مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے سھم ذوی القربیٰ کے مسئلہ میں جبکہ وہ اپنے دور میں خود خلیفہ اور حاکم ہوئے تو کیا صورت اختیار کی تو

---

[1] احکام القرآن للجصاص ص۸۷ ج۳
تحت باب القسمه الخمس

جواب میں محمد باقرؒ نے فرمایا کہ حضرت علیؓ نے اس مسئلہ میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا راستہ اختیار فرمایا...... ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی اپنی رائے اور حضرات شیخینؓ کی رائے یکساں تھی اس مسئلہ میں کہ ذوی القربیٰ میں سے صرف فقراء حضرات خمس کے مستحق ہیں۔ جب خلفاء اربعہ کا اس مسئلہ پر اجماع ہو گیا تو ان کے اجماع کے ذریعے حجت قائم ہو گئی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میری سُنّت کو لازم پکڑو اور میرے بعد خلفاء راشدین کے طریقہ کو مضبوط پکڑو۔"

۳۔ اور ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں بھی یہ واقعہ درج کیا ہے کہ ایک شخص نے امام محمد باقرؒ سے سہم ذوی القربیٰ کا سوال کیا کہ حضرت علیؓ نے اس مسئلہ میں کیا صورت اختیار فرمائی؟ جبکہ وہ اپنی خلافت میں والی و حاکم تھے۔ تو محمد باقرؒ نے فرمایا۔

"سلك به والله سبيل ابي بكرؓ وعمرؓ" [۱]

"کہ اللہ کی قسم! اس مسئلہ میں حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا راستہ اختیار فرمایا۔"

یعنی کوئی دوسری راہ اختیار نہیں کی اور ذوی القربیٰ میں سے جو فقراء و محتاج ہوتے تھے ان کو خمس سے حِصّہ دیا جاتا تھا۔ اغنیاء کو نہیں دیا جاتا تھا۔

---

[۱] } فتح القدیر لابن الہمامؒ ص ۳۲۹ ج ۴ کتاب السیر

دوسری دلیل حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کا قول ہے جو صحیح روایات میں موجود ہے کہ:۔

"ان بنا العام عنه غنىً و بالمسلمين اليه حاجة"

یعنی حضرت عمرؓ کے دور میں جب مال غنیمت سے حصۂ خمس الگ کر کے حضرت علیؓ سے کہا گیا کہ یہ آپ حضرات اقرباء نبویؐ کا حق ہے تو آپؓ نے فرمایا کہ:۔

"اب ہمیں امسال حق خمس سے استغناء حاصل ہے لہٰذا اسے ہمارے سوا دوسرے حق داروں میں تقسیم کر دیا جائے۔ دیگر مسلمانوں کو اس کی حاجت و ضرورت ہے۔" [1]

مختصر یہ ہے کہ تصریحات مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اقرباء محتاج اور قابل امداد ہوتے تھے ان کو خمس سے حصہ دیا جاتا تھا۔ بنا بریں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے صرف حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کو

---

[1] (۱) مسند امام احمد ص ۸۴-۸۵ جلد اول تحت مسندات علیؓ

(۲) ابوداؤد شریف ص ۶۱ ج ۲ بیان مواقع قسم الخمس طبع مجتبائی دہلی

(۳) کتاب الخراج للامام ابی یوسف ص ۲۰ باب فی قسمة الغنائم

فقر و احتیاج کی بنا پر خمس سے حصّہ دیا جاتا تھا اور باقی صاحبزادیاں اور ان کے ازواج چونکہ محتاج نہیں تھے اور ان کی مالی حالت بہتر تھی اس بناء پر ان کو خمس سے حصّہ نہیں دیا گیا۔

اب اس چیز کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ہونیکی دلیل بنانا اور تقسیم خمس کے ذریعے استدلال قائم کرنا ہرگز درست نہیں۔

معترض دوستوں نے اس مسئلہ کو غلط رنگ دے کر آنجناب صلّی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی ہونے کی دلیل بنا لیا ہے۔ جو کسی پہلو سے صحیح نہیں ہے۔

نیز ناظرین کرام پر واضح ہو کہ تقسیم خمس میں سہم ذوی القربیٰ کا مسئلہ "رحماء بینھم" حصّہ اوّل (صدیقی) میں گزر چکا ہے اس کی متعلقہ تفصیلات مطلوب ہوں تو وہاں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

دفعہ (۶) سادس

دعوت مباہلہ کا مسئلہ

قرآن مجید میں ہے :-

" فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکذبین ۝ " (پ ۳ سورۃ آل عمران)

یہ آیت مباہلہ کے نام سے مشہور ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ :-

" پس جو شخص آپ سے جھگڑا کرے (حضرت عیسٰی کے بارے میں) آپ کے پاس علم آجانے کے بعد۔ تو کہہ دیجیئے آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم عورتوں کو بلائیں۔ تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی ذاتوں کو بلائیں اور تم اپنی ذاتوں کو بلاؤ۔ پھر ہم گڑگڑا کر دعا مانگیں۔ پس جھوٹ بولنے والوں پر ہم اللہ کی لعنت کریں "

یہ واقعہ سنہ ۹ ھ میں نصاریٰ نجران کے ساتھ اہل اسلام کو پیش آیا تھا۔ انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ کئی معاملات میں خصوصاً حضرت عیسٰیؑ کے متعلق کج بحثی شروع کر دی اور قرآن مجید کی جانب سے اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو چیزیں بیان کی گئی تھیں ان پر نصاریٰ کو تسلی نہیں ہوئی تھی تو اس موقعہ پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے تم مباہلہ کر لو جس

طرح کہ آیت میں حکم دیا گیا ہے۔ اس میں مسلمانوں اور نصاریٰ دونوں جماعتوں کو حکم ہے کہ اپنے اپنے لڑکوں، عورتوں اور اپنوں کو بلا لائیں پھر سب خدا کے سامنے عاجزی کے ساتھ دُعا مانگیں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔

اس دعوت مباہلہ پر نصرانی آپس میں مشورہ کرنے کے بعد مباہلہ کے لئے تیار نہ ہوئے اور نصرانیوں کے آمادہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ مباہلہ عمل میں نہ آسکا اور تیاری کے مراحل میں ہی ختم ہو گیا یعنی عملاً مباہلہ نہیں ہوا۔ نصرانیوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور واپس چلے گئے۔ اس واقعہ کی تفصیلات آیت ہذا کے تحت تفسیر کی کتابوں میں موجود ہیں۔

روایات میں موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مباہلہ کے لئے تیار ہونے لگے تو آپ نے حضرات حسنینؓ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو اسی وقت بُلا لیا تھا۔

ایک صاحبزادی ہونے پر شیعہ کا استدلال :

واقعہ مباہلہ سے شیعہ صاحبان نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی صاحبزادی ہونے پر اس طرح استدلال قائم کرتے ہیں کہ

" نصاری کے ساتھ مباہلہ کرنے کے موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین حضرت علیؓ اور صرف حضرت فاطمہؓ کو ساتھ لیا تھا اور اگر دیگر صاحبزادیاں بھی ہوتیں تو انہیں بھی اس موقعہ پر ساتھ لیا ہوتا۔ اور بالفرض اگر دوسری صاحبزادیاں فوت ہو چکی تھیں تو ان کے شوہروں کو ہی بلا لیا ہوتا" صرف ایک فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کو بلانے سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی تھی اور حقیقی داماد بھی ایک علیؓ بن ابی طالب تھے۔

دفع دھم

مسئلہ ھذا کے سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل چیزیں مختصراً پیش خدمت ہیں، ان پر غور کر لینے سے دوستوں کے استدلال کی خامی خوب واضح ہو جائے گی اور مسئلہ ہذا کی حقیقت صحیح شکل میں نظر آسکے گی۔

۱۔ پہلی بات یہ ہے کہ ان دوستوں نے آیت مذکورہ بالا سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ہونے پر استدلال قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ آیت ہذا میں اولاً تو لفظ "بنات" مذکور ہی نہیں وہاں عورتوں کے لئے نسائنا اور بیٹوں کے لئے ابنائنا کے الفاظ موجود ہیں لیکن بیٹیوں کے لئے "بنات" کے الفاظ مذکور ہی نہیں۔ تو آیت قرآنی میں اپنی بیٹیوں اور دختروں کو بلانے کا حکم ہی مذکور نہیں فلہذا ایک دختر ہونے پر آیت قرآنی سے استدلال کس طرح صحیح ہوا؟؟

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ روایت میں حضرت فاطمہؓ کو بلانے کا ذکر موجود ہے تو وہ استدلال بالروایۃ متصور ہوگا۔ استدلال بالآیۃ نہ ہوگا۔ یعنی اس آیت کا "بنات" کے مسئلہ سے کچھ تعلق نہیں صرف روایت میں یہ مسئلہ ہے۔

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس مقام میں متعدد روایات موجود ہیں یہاں ان کو ملحوظ خاطر رکھنا دیانت داری کا تقاضا ہے بعض روایات کو قابل اعتماد سمجھنا اور دوسری روایات کو بلا وجہ قابل اعتنا نہ سمجھنا انصاف کے خلاف ہے۔ اس مقام کی ایک روایت تو وہ ہے جس میں مباہلہ کے موقع پر حضرات

حسنینؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کو بُلا کر ساتھ لینے کا ذکر ہے وہ بالکل درست ہے

اس روایت سے شیعہ حضرات یہ مطلب اخذ کرتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک حقیقی صاحبزادی تھی اور حقیقت داماد صرف حضرت علیؓ ہی تھے۔ اگر دیگر صاحبزادیاں ہوتیں یا حضرت علیؓ کے بغیر کوئی اور بھی حقیقی داماد ہوتا تو ان کو بھی اس موقع پر بلا کر ساتھ لیا ہوتا

اب یہاں یہ چیز قابل غور ہے کہ شیعہ کے نزدیک واقعہ ہذا (مباہلہ) ۹ھ میں اور ایک قول کے مطابق ۱۰ھ میں پیش آیا تھا۔ چنانچہ تلخیص الشافی (ص ۴۸۱ طبع قدیم اور ص ۷ ج ۳ طبع جدید فصل فی انّ امیر المؤمنین علیہ السلام افضل الصحابۃ) میں اسی طرح درج کیا ہے۔ اس واقعہ سے قبل آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی تینوں صاحبزادیاں اس عالم سے انتقال فرما چکی تھیں۔ اور یہ چیز فریقین کے درمیان مسلمات میں سے ہے کوئی مختلف فیہ چیز نہیں۔

حضرت رقیہؓ سن دو ہجری (جنگ بدر کے موقع پر) میں فوت ہوئیں۔ اور حضرت زینبؓ سن ۸ھ (آٹھ) میں اور حضرت ام کلثوم شعبان ۹ھ میں قبل از واقعہ مباہلہ فوت ہو چکی تھیں۔

(جیسا کہ ہر سہ صاحبزادیوں کے حالات میں بیان کیا گیا) اس بنا پر ان صاحبزادیوں کا واقعہ ھذا میں شامل نہ ہونا ایک ظاہر بات ہے۔ لہٰذا اس موقعہ پر صرف ایک حضرت فاطمہؓ زندہ تھیں اور انھیں ساتھ لیا گیا۔ نیز یہ چیز بھی قابلِ لحاظ ہے کہ خواتین میں سے صرف حضرت فاطمہؓ کا روایت میں ذکر کیا جانا اور مردوں میں سے صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا جانا اور اسی طرح حضرات حسنینؓ کے ذکر کیے جانے سے اس واقعہ میں شامل باقی خواتین اور دیگر حضرات کی نفی لازم نہیں آتی دوسرے لفظوں میں روایت مذکورہ میں ان حضرات کا ذکر کیا جانا دیگر حضرات کی نفی کو مستلزم نہیں ہے اور عدم ذکر الشی سے

عدم وجود الشی لازم نہیں آتا۔

چنانچہ اس موقعہ کی دیگر روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ :-

عن جعفر بن محمد عن ابیہ فی ھٰذہ الایۃ فقل تعالوا ندع ابناءنا..... الخ

الآیۃ قال فجاء بابی بکر وولدہٖ وبعمر وولدہٖ وبعثمان وولدہٖ وبعلی وولدہٖ" لہ

مطلب یہ ہے کہ امام جعفر صادق اپنے والد گرامی امام محمد باقر سے ذکر کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضؓ کو ان کی اولاد سمیت۔ عمر فاروق رضؓ کو ان کی اولاد سمیت اور عثمان غنی رضؓ کو ان کی اولاد سمیت اور علی المرتضیٰ رضؓ کو ان کی اولاد سمیت (موقعہ مباہلہ پر) بلاکر ساتھ لائے۔"

نیز علماء کرام نے یہاں ایک اور روایت حضرت عمرؓ سے نقل کی ہے کہ :-

عن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لولا عنتھم یارسول اللہ بید من کنت تاخذ؟ قال صلی اللہ علیہ وسلم آخذ بید علیؓ وفاطمۃؓ والحسنؓ والحسینؓ وعائشۃؓ وحفصۃؓ" لہ

لہ (۱) { تفسیر الدر المنثور للسیوطی ص ۴۰ ج ۲ - تحت الایۃ فقل تعالوا....... الخ

۲ - تفسیر روح المعانی ص ۱۹۰ ج ۳ پارہ سوم تحت آلایۃ

۳ - تفسیر للشوکانی ص ۳۴۸ ج ۱ - اوّل تحت آیت مباہلہ پارہ سوم

لہ (۱) { سیرۃ حلبیہ ص ۲۴۴ ج ۳ - باب یذکر فیہ مایتعلق بالوفود التی وفدت علیہ صلی اللہ علیہ وسلم -

اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آنجناب (نجران والوں کے ساتھ) مباہلہ کرتے اور بددعا فرماتے تو آپ کن کن لوگوں کا ہاتھ پکڑ کر مباہلہ کی بددعا فرماتے؟ تو آنجناب نے فرمایا کہ میں علیؓ فاطمہؓ حسنؓ حسینؓ عائشہؓ اور حفصہؓ کا ہاتھ پکڑ کر مباہلہ کرتا۔"

مندرجات بالا کی روشنی میں یہ واضح ہوا کہ :۔

۱۔۔۔ حضرت علیؓ کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تینوں حضرات کو بھی اس موقعہ پر مع ان کی اولاد کے بلا لیا گیا تھا۔ اور مباہلہ کی تیاری میں یہ تمام حضرات مدعو تھے۔ اگر مباہلہ کا عملی اقدام ہوتا تو حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے ساتھ ساتھ یہ تینوں حضرات بھی مع اولاد کے شامل کیئے جاتے۔

۲۔۔۔ اسی طرح خواتین میں سے حضرت فاطمہ کے علاوہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو بھی اس موقعہ پر شامل کیا جانا منظور خاطر تھا اور اگر مباہلہ کا عملی اقدام ہوتا تو حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو بھی ساتھ لیا جاتا۔

معلوم ہوا کہ واقعہ مباہلہ میں شیعہ صاحبان نے جو ایک آدھ روایت کو سامنے رکھ کر تخصصات قائم کیئے ہیں وہ بالکل بے جا ہیں اور اس سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی ہونے یا صرف ایک حقیقی داماد ہونے کا جو استنباط کیا ہے وہ کسی پہلو سے درست نہیں ہے اس کو غلو عقیدت کا ہی نتیجہ کہا جا سکتا ہے اور بس۔

خلافت بلا فصل پر شیعہ کا استدلال

اس دور کے شیعہ حضرات نے واقعہ مباہلہ سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک حقیقی صاحبزادی ہونے پر استدلال کیا ہے اور ہم نے اس

استدلال کی خفت اور کمزوری سطور گذشتہ میں واضح طور پر بیان کر دی ہے۔

اور شیعہ کے سابق علماء اس واقعہ سے حضرت علیؓ المرتضیٰ کی خلافت بلافصل پہ استدلال کرتے رہے ہیں۔ حالانکہ وہ بھی اپنی جگہ بے جا اور غیر موزوں استدلال ہے۔ اور کچھ وزنی نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ:۔

(۱) آیت مباہلہ میں تو مسئلہ خلافت کا ذکر تک موجود نہیں اور روایت مباہلہ میں بھی مسئلہ خلافت کے متعلق کلام نہیں پایا گیا وہاں اس کا فقدان ہے نیز یہ بات بھی ہے کہ آیت مباہلہ یا روایت مباہلہ سے خود حضرت علیؓ نے نہ اپنی خلافت بلافصل پر استدلال کیا ہے اور نہ ہی کبھی اس کا دعویٰ کیا ہے۔

البتہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباہلہ کی تیاری میں حضرت علی المرتضےؓ اور ان کے صاحبزادوںؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کو مدعو کرنے کی عزت بخشی اور یہ اعزاز اپنی جگہ فضیلت کی چیز ہے جس کے ہم قائل ہیں اور ساتھ ہی ساتھ دیگر روایات کی رو سے (جن کا ذکر اُوپر گزر چکا ہے) حضرات خلفاء ثلاثہؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ (امہات المؤمنین) بھی اسی شرفِ دعوت سے مشرف ہوئے تھے فلہٰذا ان تمام حضرات کا احترام اور شرف بھی لائق لحاظ اور قابل قدر ہے۔

(۲) اگر آیت مباہلہ کے لفظ "انفسنا" سے بقول شیعہ حضرت علی المرتضےؓ کی ذات مراد لی جائے اور نفس رسولؐ قرار دیا جائے اور رسول اللہ کی جمیع صفات نبوت میں حضرت علیؓ کے لیے مساوات تسلیم کی جائے تو حضرت علیؓ کو نبوّت و رسالت ختم نبوّت اور بعثت الی کافۃ الخلق وغیرہ وغیرہ صفات سے متصف تسلیم کرنا پڑے گا اور یہ بالکل باطل اور خلاف واقعہ ہے۔

بصورت دیگر حضرت علی المرتضےؓ کی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض صفات

میں مساوات تسلیم کی جائے تو کوئی مفید ہی نہیں اور نہ ہی اس سے اصل مقصد کا اثبات ہو سکتا ہے۔

اسی طرح اگر بالفرض آیت مباہلہ کو حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت و امامت کی دلیل قرار دیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ حضرت علیؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں ہی آنجنابؐ کے خلیفہ ہوں اور یہ بھی صحیح نہیں اور رواقعات کے خلاف ہے۔

پس آیت مذکورہ میں لفظ "انفسنا" سے اہل قرابت "ہم نسب" "ہم ملت" اور "اپنی جماعت" کے افراد مراد ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی دیگر آیات مبارکہ مثلاً "ولا تخرجون انفسکم من دیارکم"۔ ثم انتم ھٰؤلاء تقتلون انفسکم۔ اور "ولا تلمزوا انفسکم" وغیرہ وغیرہ آیات میں "انفس" کا مفہوم و مراد اہل قرابت، اہل دین، اور اپنی جماعت کے لوگ ہیں۔

فلہذا آیت مباہلہ کا مطلق خلافت سے کوئی تعلق نہیں چہ جائیکہ اسے خلافت بلافصل کی دلیل قرار دیا جائے۔ اور اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کا استدلال آیت مباہلہ سے کسی پہلو سے درست نہ ہوا۔ اور علمی اصطلاح میں یہ دلیل اپنے مدعیٰ کو ثابت نہیں کر سکی۔ فلہذا یہاں تقریب تام نہیں۔

وہم (۷) سابع

اس دور میں ہوائے نفس غالب ہونے کی وجہ سے لوگ مسلمات اور حقائق کے انکار پر کربستہ ہو گئے ہیں اور کتاب و سنت اور اسلامی سیرت و تاریخ کے برخلاف کرنے میں کچھ حجاب محسوس نہیں کرتے۔

چنانچہ آجکل یہ چیز بڑی شدومد سے پیش کی جا رہی ہے کہ نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی حضرت فاطمہؓ ہیں اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر صاحبزادیوں کے دختران نبیؐ ہونے کی نفی کی جا رہی ہے۔

معترضین کا استدلال

چونکہ حضرت فاطمہؓ کے فضائل و مناقب کثرت سے مختلف کتب میں پائے جاتے ہیں اور "دیگر صاحبزادیوں کے حالات و فضائل سے کتابوں کے صفات کورے نظر آتے ہیں"۔ اس لئے یہ چیز حضرت فاطمہؓ کے ایک ہی دختر نبویؐ ہونے کی دلیل ہے۔۔۔۔ اور زینبؓ رقیہؓ اور اُم کلثومؓ صلبی و نسبی دختران نبویؐ نہیں ہیں بلکہ نبی کی "روایتی" اور رواجی بیٹیاں ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ کثرت فضائل فاطمہؓ وحدت بنت النبیؐ ہونے کی دلیل ہے دیگر دختران کی کوئی فضیلت نہیں پائی جاتی فلہذا وہ دختران نبیؐ نہیں ہیں۔

دفع وہم

مذکورہ بالا وہم کے ازالہ کے لئے درج ذیل چیزوں پر نظر فرماویں معترضین کے استدلال کی سبکی معلوم ہو جائے گی۔

ا۔ ناظرین کرام پر واضح ہے کہ ہم نے قبل ازیں ہر ایک صاحبزادی کے سوانح حیات تفصیل کے ساتھ پیش کر دیئے ہیں ان میں ہر سہ صاحبزادیوں حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے احوال زندگی کے ہر پہلو کو بیان کیا ہے اس میں ان کے فضائل و کمالات پوری طرح آ گئے ہیں۔ اگر اطمینان خاطر مقصود ہو تو ایک دفعہ ان صاحبزادیوں کے سوانح کی فہرست مضامین پر ہی نظر کر لیں۔ تو آپ پر معترض احباب کی غلط بیانی اور دروغ گوئی کا اندازہ ہو جائے گا۔

ہم نے ان صاحبزادیوں کے سوانح حیات میں پیدائش سے وفات تک کے احوال کو شیعہ و سنی کتب سے نقل کیا ہے۔ اب یہاں گذشتہ چیزوں کے دوہرانے کی مزید حاجت نہیں۔ سابقہ تحریر کردہ حالات ہی اس چیز پر کافی شاہد ہیں۔ اور معترض صاحب کی دروغ بیانی پر گواہ ہیں

۲۔ ایک شخصیت کی "کثرت فضیلت" سے دوسروں کے نسب کی نفی نہیں کی جا سکتی۔ مثال کے طور پر حضرت علی المرتضیٰؓ کے فضائل کثرت سے دستیاب ہوتے ہیں لیکن ان کے بھائیوں حضرت جعفرؓ اور حضرت عقیلؓ کے فضائل نسبتاً کم ملتے ہیں اب کوئی شخص حضرت علیؓ کے برادران مذکور کی اس لیے نفی کر دے کہ ان کے فضائل کم دستیاب ہوتے ہیں اور حضرت علیؓ کے فضائل کثرت سے" ملتے ہیں اور وہ اس چیز کو دوسرے برادران کی نفی پر دلیل بنا دے تو یہ طریق استدلال درست نہ ہو گا۔

اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے بہت سے بیٹے تھے۔ فضائل کثیرہ صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کے پائے جاتے ہیں۔ نیز حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ[12] عدد بیٹے مشہور ہیں لیکن فضائل کثیرہ صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے دستیاب ہوتے ہیں، باقی فرزندوں کی ان حالات میں نفی کر دینا درست نہیں ہے۔ ٹھیک اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا معاملہ ہے۔

اسی طرح حضرت فاطمہؓ کے فضائل اگر زیادہ پائے جاتے ہیں اور ان کی دوسری بہنوں کے فضائل نسبتاً کم دستیاب ہیں تو اس سے حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کے نسب کی نفی کرنا اور فضائل کی کمی بیشی کو نسب کی نفی کے لئے دلیل بنانا ہرگز درست نہیں۔

مختصر یہ ہے کہ عدم کثرت فضائل سے عدم نسب و نفی نسل کا قاعدہ تجویز کر لینا عقلاً و نقلاً صحیح نہیں ہے۔

۴— نیز یہ چیز بھی قابلِ غور ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں حضرت فاطمہؓ آنجنابؐ کی اولاد شریف میں سے اکیلی رہ گئی تھیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ (سگی ماں) بھی بہت پہلے فوت ہو چکی تھیں اور آپ کی کوئی خالہ بھی زندہ موجود نہ تھیں۔ حضرت فاطمہؓ کی سگی بہنیں حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ بھی یکے بعد دیگرے داغ مفارقت دے چکی تھیں۔ اب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے آپ کی توجہات کریمانہ کا واحد مرکز صرف حضرت فاطمہؓ تھیں اور حضرت فاطمہؓ کی رعایت ملحوظ خاطر رہتی تھیں۔

عموماً اس دور میں سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کے متعلق متعدد فضائل کی چیزیں بیان فرمائی ہیں۔ جو صحیح روایات میں مذکور

ہیں وہ اپنی جگہ درست ہیں۔

لیکن یہاں سے حضرت فاطمہؓ کی دیگر بہنوں کے نسبی و صلبی ہونے کی نفی کرنا نہایت قبیح امر ہے اور ان ہر سہ صاحبزادیوں کو "روایتی بیٹیاں" اور "رواجی بیٹیاں" کہنا، آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کی (معاذ اللہ) تحقیر و تذلیل ہے جو کسی مسلمان کے لئے ہرگز درست نہیں۔

نیز یہ چیز آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت فاطمہؓ کی ایذائے روحانی کا باعث بھی ہے یہ ان حضرات کے حق میں پسندیدہ طریق نہیں ہے نہ یہ حضرت فاطمہ رضی کی خیر خواہی ہے نہ سردار دو عالم صلعم کی۔

وہم ۸ ثامن

معترض احباب نے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ثابت کرنے کے لیے ایک روایت تفسیر الدر المنثور سے نقل کی ہے اور اسے ایک صاحبزادی ہونے پر کھلا ہوا آسمانی ثبوت تجویز کیا ہے۔

اس روایت کے راوی " فرقد السبخی " ہیں اور ابن ابی حاتم نے اسے تخریج کیا ہے۔ فرقد السبخی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی انجیل میں ہوئی تھی اور اس روایت میں ہے کہ آخر الزماں نبیؐ کی نسل ایک مبارک زوجہ سے ہوگی اس کے لیے ایک بیٹی ہوگی پھر اس بیٹی کے لیے دو بیٹے ہوں گے۔ الخ

اس روایت میں آخری نبیؐ کی ایک دختر کا ذکر ہے پس ایک بنت رسولؐ ہونا یہاں سے معلوم ہوگیا یہ ایک کھلا ہوا آسمانی ثبوت ہے۔

دفع وہم

اس وہم کے ازالہ کے لیے مندرجہ ذیل معروضات پر توجہ فرمائیں:۔

اہل علم حضرات پر خواب واضح ہے کہ تفسیر الدر المنثور میں ہر قسم کی

روایات فراہم کردی گئی ہیں۔ اور عموماً ان کی صحت وسقم پر صاحب کتاب کچھ کلام نہیں فرماتے۔ علامہ السیوطی روایت کے تخریج کرنے والے محدث اور راوی کا نام ذکر کرنے پر ہی اکتفا کر کے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتے ہو جاتے ہیں۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ ناظرین خود صاحب تخریج اور راوی کی طرف رجوع کر کے روایت کی صحت یا عدم صحت پر نظر کر لیں اور اس کے درجہ قبولیت کا اندازہ کر لیں۔

روایت مذکورہ بالا کا راوی "فرقد السبخی البصری" (ابن یعقوب) ہے اسکے متعلق علماء نے مندرجہ ذیل کلام کیا ہے جس سے اس راوی کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔ اور اس کا لائق اعتبار و اعتماد نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

۱۔ ابن ابی حاتم رازی (صاحب تخریج روایت ہذا) کہتے ہیں کہ فرقد السبخی صاحب حدیث نہیں یعنی محدثین میں اس کا کوئی مقام نہیں ..... یہ معروف روایات کے مقابلے میں منکر روایات لاتا ہے .... مقام حدیث میں ضعیف ہے قوی نہیں [۱]"

۲۔ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ یہ شخص حدیث میں ضعیف ہے اور منکر روایات لاتا ہے اور صاحب حدیث نہیں [۲]

---

[۱] کتاب الجرح والتعدیل ص ۸۱-۸۲ جلد ۳ قسم دوم لابن ابی حاتم الرازی۔ تحت فرقد السبخی۔

[۲] طبقات ابن سعد ص ۱۱ ج ۷ قسم ثانی تحت فرقد ابن یعقوب السبخی۔

۳۔ تقریب میں ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ فرقد حدیث میں کمزور ہے اور کثیر الخطار ہے[1]

۴۔ تہذیب میں ہے کہ فرقد حدیث میں "لا شیئ" ہے اس کی حدیث میں مناکیر ہوتے ہیں .... اور یہ شخص احکام اور سنن میں حجت نہیں۔ .... اور فرقد مرسل روایت کو مرفوع بنا دیتا تھا اور موقوف کو مسند بنا دیتا تھا اور اس کا اس کو پتہ نہ چلتا تھا اس وجہ سے اس کے ساتھ حجت پکڑنا باطل ہے[2] ...... الخ

اس فن کے اکابر علماء کی مذکورہ بالا تصریحات، اور خود ابن ابی حاتم کی تحقیق کے مطابق یہ شخص باب حدیث میں ضعیف، کثیر الخطا اور منکر روایات دینوالا ہے۔ اور قابل استدلال اور لائق حجت نہیں۔

فلہٰذا اس کی مذکورہ روایت اثبات حکم کے لئے دلیل نہیں بن سکتی۔ مقام استدلال میں صحیح روایت سے دلیل پیش کرنا لازم ہے۔ محدثین کے نزدیک جو صحیح روایت ہو وہ پیش کریں۔

بالفرض والتقدیر اگر روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو روایت مذکورہ بالا کی عربی عبارت :-

.... انما نسله من المبارکة یعنی خدیجة ..... لها ابنة

---

[1] - تقریب لابن حجر عسقلانی ص۲۷۴ - تحت فرقد ابن یعقوب

[2] - تہذیب التہذیب لابن حجر ص۲۶۳-۲۶۴ ج ۸ ثامن - تحت فرقد

یعنی فاطمہ ولھا ابنان فیستشھدان یعنی الحسن والحسین.....الخ
میں غور کرنے سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ :-

۱۔ روایت میں ہر سہ الفاظ المبارکہ ابنۃ اور ابنان کی جو تشریح لفظ یعنی سے کی گئی ہے وہ رواۃ میں سے کسی راوی کے اپنے توضیحی الفاظ ہیں۔
اصل روایت میں وارد نہیں۔ بلکہ اس سے خارج ہیں۔

۲۔ روایت ہذا کے ذریعے پیغمبر آخر الزماں کے حق میں بشارت دی جارہی ہے اور پیش گوئی فرمائی جارہی ہے کہ اس نبی اُمّی کی نسل ایک مبارک خاتون سے جاری ہوگی اور اس کی ایک ایسی بیٹی ہوگی جس کے دو بیٹے ہونگے جو شہید ہونگے ..... الخ

مطلب یہ ہے کہ یہاں پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل کے جاری ہونے کا سلسلہ ذکر فرمایا جارہا ہے اس روایت میں نہ تو آنجناب کے باقی ازواج مطہرات کی نفی کی جارہی ہے اور نہ ہی حضرت خدیجہؓ کی دیگر اولاد شریف خواہ بیٹے (قاسم۔ عبداللہ) ہوں یا بیٹیاں (زینبؓ رقیہؓ ام کلثومؓ) کی نفی مقصود ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر روایت ہذا کو صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس سے آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کی اجرائے نسل کی پیشگوئی مذکور ہوئی نہ کہ آنجناب کی صرف ایک دختر ہونے کا مسئلہ بیان ہوا۔

وہمِ ⑨ تاسع

معترض لوگوں کی طرف سے ایک دخترِ نبویؐ ہونے پر یہ شبہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے خطباتِ جمعہ ہوں یا عیدین، ان میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے صرف ایک حضرت فاطمہؓ کا نام مبارک ذکر کیا جاتا ہے اور کسی دیگر دخترِ نبویؐ کا نام ذکر نہیں کیا جاتا۔

یہ چیز اس بات کی دلیل ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی صاحبزادی تھی۔ اگر دیگر صاحبزادیاں بھی ہوتیں تو ان کے اسماء گرامی بھی خطبات میں ذکر کیے جاتے۔

دفعِ وہم

پہلی بات تو یہ ہے کہ عموماً خطبات میں ایک صاحبزادی کا ذکر خیر آنے سے دوسری صاحبزادیوں کی نفی نہیں ہوتی۔ قاعدہ ہے کہ عدم ذکر الشیئ لا یستلزم عدمہ

دوسری چیز یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے متعلق مسلمانوں کے بعض طبقوں (خارجی، ناصبی وغیرہ) کے خیالات خلاف تھے اور حضرت فاطمہؓ کو عقیدت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ اس بناء پر حضرت فاطمہؓ کا ذکر خیر خطبات میں علمائے کرام کر دیتے تھے تاکہ مخالف عناصر کے غلط خیالات کا ازالہ ہوتا رہے۔

موجودہ دَور سے قبل دیگر ہر سہ صاحبزادیوں حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ حضرت اُمِ کلثومؓ کے خلاف لوگوں کے جذبات نہیں پائے جاتے تھے۔ اس

بنا ، پر ان معزز خواتین کا ذکر خیر خطبات میں لانا ضروری خیال نہیں کیا گیا۔

اب جبکہ حالات بدل چکے ہیں اور نظریات میں عظیم تبدیلیاں واقع ہو گئی ہیں ۔ حتیٰ کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی ہر سہ صاحبزادیوں کو مبارک نسل نبویؐ سے خارج قرار دیا جا رہا ہے اور بڑے تحقیر آمیز کلمات کے ساتھ ان مقدس ہستیوں کا ذکر " روایتی بیٹیوں " اور رواجی بیٹیوں " کے عنوانات سے کیا جا رہا ہے ۔ تو یہ ضروری ہو گیا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں کے اسماء گرامی خطبات میں ذکر کیے جائیں تاکہ معترضین کے غلط اور فاسد خیالات کا ازالہ ہوتا رہے ۔ اور اہل اسلام کی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک خاندان کے ساتھ صحیح عقیدت مندی قائم و دائم رہے ۔

حالات کے بدل جانے سے مسائل میں تبدیلیاں واقع ہوا کرتی ہیں ۔ مثلاً حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی خطبات میں اسی لئے رکھے گئے تھے اس دور میں اس کی ضرورت سامنے آتی تھی ۔ اب اس دور میں ہر چہار صاحبزادیوں کے اسماء مبارکہ کا خطبات میں ذکر کرنا انہیں حالات کی وجہ سے ہو گا ۔

وہم عاشر

بعض لوگوں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ہونے پر مولوی وحید الزمان صاحب حیدر آبادی کی ایک عبارت پیش کی ہے جس میں درج ہے کہ حضرت فاطمہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکلوتی بیٹی تھیں۔

اس کے متعلق ہم چند چیزیں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ان پر نظر غائر کر لینے سے مذکورہ حوالہ کا خود بخود جواب پورا ہو جائے گا اور اکلوتی بیٹی ہونے کے وہم کا دفع ہو سکے گا۔

اصل بات یہ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ہونے کا نظریہ بعض شیعہ لوگوں نے ایجاد کیا ہے تو جو لوگ شیعوں کے نظریات سے متاثر ہیں وہی اس قسم کے خیالات ذکر کیا کرتے ہیں۔

اب ہم جناب علامہ وحید الزمان صاحب حیدر آبادی (مترجم صحاح ستہ) المتوفی ۲۵ شعبان ۱۳۳۸ھ/ ۱۵ مئی ۱۹۲۰ء کے نظریات اور خیالات کو ان کی اپنی ہی عبارات کی صورت میں ناظرین کی خدمت میں مختصراً پیش کرتے ہیں۔ تفصیلات کا موقع نہیں ہے اور اتنی چیز پہلے معروض خدمت ہے کہ جناب وحید الزمان (وقار نواز جنگ) کچھ زمانہ سنی حنفی تھے۔ اسی دور میں انہوں نے شرح وقایہ کا ترجمہ "نور الہدایہ" کے نام سے کیا تھا۔

ان کے تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ ان کی طبع میں ایک قسم کی تلوّن مزاجی اور انتہا پسندی تھی۔ کچھ عرصہ مقلد رہنے کے بعد غیر مقلد بن گئے اور آزادانہ تحقیق کے

کاربند ہوگئے۔ اِسی دَور میں اُنھوں نے صحاح ستہ کے تراجم کیے۔

پھر ایک مدّت دراز کے بعد ملا معین سندھی ٹھٹھوی کی کتاب "دراسات اللبیب" وغیرہ سے متاثر ہوئے اور شیعی نظریات کے حامل ہوگئے۔ اسی دَور میں اُنھوں نے "انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات" مرتب کی۔ اس میں متعدد مقامات پر اُنھوں نے اپنے ان شیعی خیالات کا اظہار کیا ہے، ان میں سے چند ایک حوالہ جات پیشِ خدمت ہیں جس سے ان کے معتقدات کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

جناب وحید الزمان صاحب "مسئلہ خلافت" کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

۱۔ "حضرت علیؓ اپنے تئیں سب سے زیادہ خلافت کا مستحق جانتے تھے اور ہے بھی یہی۔ آپ بلحاظ قرابتِ قریبہ اور فضیلت اور شجاعت کے سب سے زیادہ پیغمبر کی قائم مقامی کے مستحق، مگر چونکہ آنحضرتؐ نے کوئی صاف و صریح نص خلافت کے باب میں وفات کے وقت نہیں فرمائی اور صحابہ نے اپنی رائے اور مشورہ سے بلحاظ "مصلحتِ وقت" ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ بنا لیا تو آپ صبر کر کے خاموش رہے۔ اگر اس وقت تلوار نکالتے اور مقابلہ کرتے تو دینِ اسلام مِٹ جاتا۔"

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات
تحت مادہ عجز)

اسی طرح ایک دوسری جگہ جناب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں کہ:

۲۔ "اس مسئلہ میں قدیم سے اختلاف چلا آیا ہے کہ عثمانؓ اور علیؓ دونوں میں کون افضل ہیں۔ لیکن شیخین کو اکثر اہلِ سُنّت حضرت علیؓ سے افضل کہتے ہیں اور مجھ کو اس امر پر بھی کوئی دلیل قطعی نہیں ملتی۔ نہ یہ مسئلہ کچھ اصول اور ارکانِ دین سے ہے، زبردستی اس کو متکلمین نے

عقائد میں داخل کر دیا ہے :

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات
تحت مادہ عثم)

ایک مقام پر جناب وحید الزمان صاحب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اپنے خیالات کا یوں اظہار کرتے ہیں :

۳ - "..... بھلا ان پاک نفسوں پر معاویہ کا قیاس کیونکر ہو سکتا ہے، جو نہ مہاجرین میں سے تھے نہ انصار میں سے۔ نہ انہوں نے آنحضرتؐ کی کوئی خدمت اور جان نثاری کی بلکہ آپ سے لڑتے رہے۔ فتح مکہ کے دن ڈر کے مارے مسلمان ہو گئے۔ پھر آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کو یہ رائے دی کہ علی، طلحہ اور زبیر کو قتل کر ڈالیں۔ اس کے بعد خواہ مخواہ ظلم اور زبردستی سے مستحق کا حق تلف کر کے خود بلا مشورہ خلیفہ اور حاکم بن بیٹھے۔ ہزارہا صحابہ اور تابعین اور کمل اولیاء اللہ کو قتل کرایا اور زندگی بھر اپنی خطار پر اصرار کرتے رہے اور اہلِ بیت کے جنکے جوتوں کے طفیل انہیں یہ عزت ملی تھی، دشمن بن گئے۔ بر سرِ منبر حضرت علی المرتضٰی پر سب وشتم ولعن کرتے رہے اور تمام خطیبوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر خطبہ میں حضرت علی کو برا کہا کریں۔ معاذ اللہ ان پر لعنت کرتے رہیں ۔"

انوار اللغۃ، ملقب بہ وحید اللغات پارہ ۱۸
تحت مادہ عز)

تھوڑا سا آگے چل کر اسی صفحہ پر یوں رقمطراز ہیں :

۴ - "...... کسی سچے مسلمان کا جس میں ایک ذرہ برابر بھی پیغمبر صاحبؐ

کی محبت ہو، دل یہ گوارا کرے گا کہ وہ معاویہ کی تعریف اور توصیف کرے؟ البتہ ہم اہلِ سُنّت کا یہ طریق ہے کہ صحابہ سے سکوت کرتے ہیں۔ اسی لیے معاویہ سے بھی سکوت کرنا ہمارا مذہب ہے اور یہی اسلم اور قرینِ احتیاط ہے۔ مگر ان کی مدح وثنا کرنا اور ان کی نسبت کلماتِ تعظیم مثل حضرت و رضی اللہ عنہ کہنا سخت دلیری اور بیباکی ہے۔ اللہ محفوظ رکھے۔"

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات پارہ ۱۸
تحت مادہ عز)

نیز "انوار اللغۃ" ہی میں وحید الزمان صاحب نے حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص دونوں پر اپنے اندرونی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے ظالم اور فاسق کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ لکھتے ہیں:

۵۔ "..... ہم اہلِ سُنّت اور جماعت معاویہ اور عمرو بن العاص اور حجاج وغیرھم کی تکفیر نہیں کرتے نہ اُن پر لعنت کرنا بہتر جانتے ہیں بلکہ انکو ظالم اور فاسق سمجھتے ہیں اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ اگر وہ چاہے گا تو بخش دے گا کیونکہ وہ ارحم الراحمین ہے۔ اور جن لوگوں نے معاویہ اور عمرو بن العاص کو صحابیت کیوجہ سے واجب التعظیم اور واجب المدح سمجھا ہے اُنہوں نے غلطی کی۔"

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات
تحت مادہ صبر)

اسی انوار اللغۃ میں ایک مقام پر حضرت امیر معاویہؓ کے بارے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

۶۔ "....... بعض کم علم لوگ یہ کٹ حجتی کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم بھی تو حضرت علی سے لڑے پھر جو ان کا حکم ہے وہی معاویہ کا حکم ہوگا۔ ان کا جواب یہ ہے ان تینوں بزرگوں سے خطائے اجتہادی ہوئی تھی جس سے انہوں نے رجوع کیا اور تائب اور شرمندہ ہوئے، برخلاف معاویہ کے۔ وہ تو مرتے دم تک اہل بیت علیہم السلام کے دشمن اور مخالف رہے اور حضرت علی کو گالیاں دینے کے لیے تمام خطیبوں کو حکم دیا۔"

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات
تحت مادہ صبر)

اب ہم آخر میں ایک حوالہ مزید درج کرتے ہیں جس میں ماتم کے ساتھ جناب وحید الزمان صاحب کی گہری عقیدتمندی ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"..... اکثر لوگوں نے سال ہجری کا شروع محرم سے رکھا ہے مگر جب سے امام حسینؓ کی شہادت محرم میں ہوئی یہ مہینہ خوشی کا نہیں رہا مترجم کہتا ہے اگر سب مسلمان مل کر سال کا آغاز ماہ شوال سے کریں، تو بہت مناسب ہوگا اور غرہ شوال سال کا پہلا دن ہو۔ اس دن خوشی کریں، کھائیں پئیں۔ محرم کا مہینہ شہادت کیوجہ سے غم کا مہینہ ہو گیا ہے دوسری قومیں سال کے پہلے دن میں خوشی اور خرمی کرتی ہیں اور مسلمان روتے پیٹتے اور غم کرتے ہیں۔"

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات
تحت مادہ عود)

ان مطاعن کے جواب کے لیے ہماری کتاب "مسئلہ اقربا نوازی" کا باب۔

امیر معاویہؓ دیکھنا مفید ہے۔ مندرجہ بالا مطاعن بے کار روایات سے تجویز کیے گئے ہیں۔ علماء نے اپنے اپنے مقام پر ان کے جوابات درج کر دیئے ہیں۔ اسوقت ہم اس چیز کے جواب کے درپے نہیں۔

مندرجہ بالا حوالہ جات پیش کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے جناب وحید الزمان صاحب کے اندرونی نظریات ناظرین کرام خوب توجہ سے سماعت فرمائیں۔

یہ خیالات ان کے معتقدات کو نمایاں کر رہے ہیں کہ یہ بزرگ زندگی کے آخری ایام میں شیعی نظریات کے حامل ہو گئے تھے اور شیعہ لوگ حضرت فاطمہؓ کو اکلوتی بیٹی کہہ دیں تو ان کو اختیار ہے۔

کتاب وسنت اور تاریخ اسلامی کا خلاف کرنے میں ان کو کون روک سکتا ہے جو شخص پہلے سنی حنفی ہو، پھر کچھ مدت کے بعد تقلید سے آزاد ہو کر غیر مقلد ہو جائے اور پھر اس پر بھی اکتفاء نہ کرے بلکہ شیعہ نظریات کو اختیار کر لے تو ایسے متلوّن مزاج بزرگ کے بیانات پر کیا اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو دین وملت کے اجماعی مسائل پر استقامت نصیب فرمائے۔

کتاب "بنات اربعہ" یعنی (چہار صاحبزادیاں) بحمدہ تعالیٰ تمام ہوئی ہے اس میں کوشش کی گئی ہے کہ ان چاروں مقدس خواتین (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کے حالات زندگی ایک ترتیب سے ذکر ہوں، تمہیدات کے بعد حضرت ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے متعلقات اور ان کی اولاد کی تفصیلات ذکر کی ہیں۔

اس کے بعد شیعہ اکابرین کی طرف سے تائید ۱۴-۱۵ کتب معتبرہ سے نقل کی ہے پھر ہر ایک صاحبزادی رضؓ کے علی الترتیب سوانح حیات درج کئے ہیں۔ ساتھ ساتھ ازالہ شبہات کے عنوانات بھی شامل کئے ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات کے بعد چند اہم مباحث ذکر کئے ہیں پھر اس کے بعد "دفع توہمات" کا عنوان دیدیا ہے۔ جس میں جو قابل جواب شبہات باقی تھے ان کا بھی ازالہ کر دیا ہے اور اس دور میں جو شبہات لوگوں نے پھیلا رکھے ہیں۔ ان کو بعونہ تعالیٰ دور کر دیا ہے۔

اپنے سردار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد مقدس کے مقام و مرتبہ کے بیان کے لئے یہ ایک حقیر سی سعی کی ہے۔ مالک کریم

منظور فرمائے اور اہل اسلام کو اس سے نفع بخشے۔ اور آخرت میں ان حضرات کی سفارش وشفاعت نصیب فرمائے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وازواجہ وبناتہ واصحابہ واتباعہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا۔

شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ
مئی ۱۹۸۴ء

ناچیز دعاجو، محمد نافع عفا اللہ عنہ
(محمدی شریف)
ڈاک خانہ جامعہ محمدی شریف۔ تحصیل چنیوٹ۔ ضلع جھنگ
غربی پنجاب ——— پاکستان

برائے کتاب

بناتِ اربعہ

۱۔ کتاب الخراج لامام ابی یوسف — ۱۸۲ھ

۲۔ مسند ابی داؤد الطیالسی — ۲۰۳-۲۰۴ھ

۳۔ سیرت لابن ھشام (ابو محمد عبدالملک بن ہشام) — ۲۱۳-۲۱۸ھ

۴۔ طبقات ابن سعد (محمد بن سعد) — ۲۳۰-۲۳۵ھ

۵۔ نسب قریش للمصعب الزبیری — ۲۳۶ھ

۶۔ مسند امام احمد بن حنبلؒ — ۲۴۱ھ

۷۔ کتاب المحبّر (لابی جعفر بغدادی — ۲۴۵ھ

۸۔ الصحیح للبخاری (محمد بن اسماعیل) — ۲۵۶ھ

۹۔ تاریخ الکبیر للامام البخاری — ۲۵۶ھ

۱۰۔ الصحیح للمسلم (مسلم بن حجاج) — ۲۶۰-۲۶۱ھ

۱۱۔ کتاب المعرفۃ والتاریخ لابی یوسف یعقوب ابن

سفیان البسوی — ۲۴۰-۲۷۱ھ

۱۲۔ ابوداؤد شریف — ۲۷۵-۲۷۶ھ

۱۳۔ المعارف لابن قتیبۃ الدینوری — ۲۷۶ھ

۱۴۔ انساب الاشراف للبلاذری (احمد بن یحییٰ) — ۲۷۷-۲۷۹ھ

۱۵۔ السنن للنسائی — ۳۰۳ھ

۱۶۔ المنتخب من ذیل المذیل لابن جریر الطبری — ۳۱۰ھ

۱۷۔ الصحیح لابن حبان — ۳۵۴ھ

۱۸۔ کتاب الثقات لابن حبان — ۳۵۴

۱۹۔ احکام القرآن للجصاص — ۳۷۰ھ

۲۰۔ المستدرک للحاکم — ۴۰۵ھ

۲۱۔ حلیۃ الاولیاء (از ابونعیم الاصفہانی) — ۴۳۰ھ

۲۲۔ الاستیعاب لابن عبد البر — ۴۳۶ھ

۲۳۔ تاریخ بغداد للخطیب بغدادی — ۴۳۶ھ

۲۴۔ جمہرۃ انساب العرب لابن حزم — ۴۵۶ھ

۲۵۔ دلائل النبوۃ للبیہقی — ۴۵۸ھ

۲۶۔ السنن الکبریٰ للبیہقی — ۴۵۸ھ

۲۷۔ المبسوط لشمس الائمہ السرخسی کا — ۴۹۰ھ

۲۸۔ شرح السنّۃ

(ابو محمد الحسین بن مسعود الفرا البغوی) — ۵۱۶ھ / ۵۱۸ھ

۲۹۔ اسد الغابۃ لابن الاثیر الجزری — ۶۳۰ھ

۳۰۔ تفسیر احکام القرآن للقرطبی — ۶۷۱ھ

۳۱ — تھذیب الاسماء واللغات للنواوی — ۶۷۶ھ

۳۲ — ذخائر العقبیٰ للمحب الطبری — ۶۹۴ھ

۳۳ — مشکوٰۃ المصابیح

للشیخ ولی الدین الخطیب تالیف — ۷۳۷ھ

۳۴ — سیر اعلام النبلاء للذھبی)

(تاریخ اسلام للذھبی) — ۷۴۸ھ

۳۵ — زاد المعاد — لابن قیم — ۷۵۶ھ

۳۶ — المنار المنیف — لابن قیم — ۷۵۶ھ

۳۷ — البدایۃ والنہایۃ — لابن کثیر

(ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی — ۷۷۴-۷۷۵ھ

۳۸ — الاصابۃ لابن حجر العسقلانی — ۸۵۲ھ

۳۹ — فتح الباری شرح البخاری

لابن حجر العسقلانی — ۸۵۲ھ

۴۰ — شرح ھدایۃ لبدر الدین العینی — ۸۵۵ھ

۴۱ — سیرۃ حلبیۃ لعلی بن برھان الدین الحلبی — ۹۰۰ھ

۴۲ — وفاء الوفاء للسمہودی (نور الدین السمہودی — ۹۱۱ھ

۴۳ — اللآلی المصنوعۃ للسیوطیؒ — ۹۱۱ھ

۴۴ — الخصائص الکبریٰ للسیوطیؒ — ۹۱۱ھ

۴۵ — تفسیر الدر المنثور للسیوطیؒ — ۹۱۱ھ

۴۶ — الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی — ۹۷۳-۹۷۵ھ

۴۷ — کنز العمال لعلی المتقی الھندی — ۹۷۵ھ

۴۸	الموضوعات الکبیر لعلی القاری	سنہ ۱۰۱۴ھ
۴۹	شرح مواھب اللدنیہ للزرقانی (سن تالیف)	سنہ ۱۱۱۷ھ
۵۰	قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین (از شاہ ولی اللہ دہلویؒ)	سنہ ۱۱۷۶ھ
۵۱	تحفہ اثناء عشریہ (از شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ)	سنہ ۱۲۳۹ھ
۵۲	نبراس (شرح شرح عقاید) (از مولانا عبدالعزیز پرہارویؒ)	سنہ ۱۲۳۹ھ
۵۳	منتہی الکلام (از مولانا حیدر علی فیض آبادی)	سنہ ۱۲۴۷ھ
۵۴	تفسیر للشوکانی (محمد بن علی الشوکانی)	سنہ ۱۲۵۰ھ
۵۵	موضوعات للشوکانی (محمد بن علی الشوکانی)	سنہ ۱۲۵۰ھ
۵۶	روح المعانی۔ سید محمود آلوسی	سنہ ۱۲۷۰ھ
۵۷	الفتح الربانی (ترتیب مسند احمد بن حنبلؒ) (از عبدالرحمان البناء الساعاتی)	سنہ ۱۳۵۱ھ
۵۸	تاریخ الخمیس الدیار البکری (الشیخ حسین بن محمد بن الحسن)	سنہ ۹۶۰ھ
۵۹	الروض الانف للسہیلی (ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ السہیلی)	سنہ ۵۸۱ھ
۶۰	منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد	
۶۱	تنزیہ الشریعۃ العراق الکنانی (ابوالحسن علی بن محمد بن العراق الکنانی)	سنہ ۹۶۳ھ
۶۲	فتح القدیر لابن ہمام (الشیخ کمال الدین محمد بن عبدالواحد)	سنہ ۸۶۱ھ
۶۳	بدائع الصنائع (از علاؤ الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی)	سنہ ۵۸۷ھ

کتب شیعہ استفادہ نمونہ

برائے کتب

بناتِ اربعہ

۱ــــ کتاب سلیم بن قیس الهلالی الکوفی
ـ توفی تقریباً ۹۰ھ مطبع حیدریہ نجف اشرف عراق

۲ــــ تاریخ یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب
العباسی ۲۵۵ھ/۲۵۶ طبع جدید ـ بیروت

۳ــــ فرق الشیعہ (از ابو محمد الحسن بن موسیٰ النوبختی)
من علماء القرن الثالث ـ طبع عراق

۴ــــ قرب الاسناد (عبداللہ بن جعفر الحمیری ابوالعباس القمی)
من علماء القرن الثالث

۵ــــ مع الجعفریات اوالاشعثیات
(از ابو علی محمد بن محمد الاشعث الکوفی) طبع ایران

۶ــــ اصول کافی (از محمد بن یعقوب کلینی رازی ۳۲۹ھ
طبع نول کشور لکھنؤ

۷ــــ فروع کافی (از محمد بن یعقوب کلینی رازی ۳۲۹ھ۔ طبع نول کشور لکھنؤ

۸ــــ مروج الذہب،

۹ــــ التنبیہ والاشراف للمسعودی الشیعی ۳۴۶ھ

۱۰ــــ الامالی، للشیخ الصدوق (ابوجعفر محمد بن علی بن

بابویہ القمی) ۳۸۱ھ ـ طبع ایران

۱۱ــــ کتاب الخصال للشیخ الصدوق

(ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی ۳۸۱ھ

۱۲ــــ رجال کشی (از شیخ ابوعمرو محمد بن عبد العزیز)

من علماء القرن الرابع

۱۳ــــ نہج البلاغۃ، از تالیفات شیخ سید شریف الرضی

ابوالحسن محمد بن ابی احمد الحسین ۴۰۶ھ

۱۴ــــ تنزیہ الانبیاء ــــ شیخ مرتضی علم الہدیٰ ــــ ۴۳۶ھ

۱۵ــــ الارشاد للشیخ المفید (محمد بن النعمان المفید ۴۱۳ھ

۱۶ــــ تہذیب الاحکام ـ لمحمد بن حسن بن علی الطوسی ۴۶۰ھ

۱۷ــــ کتاب الاستبصار " " " " " ۴۶۰ھ

۱۸ــــ تفسیر مجمع البیان للطبرسی (الشیخ ابوعلی الطبرسی) ۵۴۸ھ

۱۹ــــ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مع ترجمہ فارسی

للشیخ علی بن عیسیٰ اربیلی ۶۸۶ھ تبریز ـ ایران

۲۰ــــ الصافی شرح اصول کافی از ملا خلیل القزوینی

تالیف ۱۰۶۰ھ نول کشور ـ لکھنؤ

۲۱ــــ حیات القلوب: از ملا باقر مجلسی ۱۱۱۱ھ نول کشور ـ لکھنؤ

۲۲ــــ الانوار النعمانیہ للشیخ نعمت اللہ الجزائری ۱۱۱۲ھ طبع تبریز

۲۳ــــ منتہی المقال لابی علی سنہ ۱۲۰۰ھ

۲۴ــــ تنقیح المقال لعبد اللہ مامقانی سنہ ۱۳۰۰ھ

۲۵ــــ منتھی الآمال للشیخ عباس القمی سنہ ۱۳۵۹ھ

۲۶ــــ تحفۃ العوام حاجی حسن بن علی الشیعی

۲۷ــــ منتخب التواریخ از محمد ہاشم الخراسانی سنہ ۱۳۵۲ھ

۲۸ــــ بصائر الدرجات للشیخ محمد بن حسن الصفار سنہ ۲۹۰ھ

۲۹ــــ روضات الجنات (محمد باقر مرزا الخوانساری)

تاریخ تالیف، سنہ ۱۲۸۷ھ

مختصر سوانح مؤلف

اسم: (مولانا) محمد نافع عفا اللہ عنہ ولد حضرت مولانا عبدالغفور صاحبؒ

وجہ تسمیہ: حضرت مولانا محمد نافع کے والد گرامی حضرت مولانا عبدالغفور صاحبؒ ۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۹۱۴ء حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔

ان ایام میں حاجیوں کی سواری کے لئے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سفر کے لئے اونٹ استعمال ہوتے تھے۔ چنانچہ آپ نے بھی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جانے کے لئے اونٹوں کی سواری اختیار کی اور مدینہ طیبہ کے "نافع" نامی ایک شخص سے ایک اونٹ کرایہ پر لیا۔ آپ کو اپنے اس شتربان کا نام بہت پسند آیا۔

مولانا عبدالغفور صاحبؒ جب حج سے واپس تشریف لائے تو قریباً ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۵ء میں آپ کے ہاں فرزند متولد ہوا۔ چنانچہ آپ نے اس کا نام "نافع" تجویز کیا اور اسم "محمد" تبرکاً شامل کر کے "محمد نافع" رکھا۔

پیدائش

ایک اندازہ کے مطابق ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۵ء قریہ محمدی شریف ضلع جھنگ (پنجاب)
(یہ تاریخ اندازاً ذکر کی گئی ہے ورنہ صحیح تاریخ پیدائش کہیں تحریراً نہیں پائی گئی)

تعلیم و تربیت

آں موصوف نے اپنے والد گرامی سے ۱۳۵۲ھ بمطابق ۱۹۳۳ء میں قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد ابتدائی دینی کتب کی تعلیم استاذ مولانا اللہ جوایا شاہ صاحب (المتوفی ۱۳۶۲ھ) اور اپنے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکرؒ سے حاصل کی۔

اور پھر اس کے بعد مدرسہ اشاعت العلوم جامع مسجد کچہری بازار لائل پور (فیصل آباد)

میں داخل ہوئے جہاں مولانا محمد مسلم صاحب عثمانی اور مولانا حکیم عبدالمجید صاحبؒ سے فصول اکبری علم الصیغہ اور نحو میر صغریٰ و کبریٰ وغیرہ کتب پڑھیں۔

اسی دوران قریہ محمدی شریف ضلع جھنگ میں آپ کے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکرؒ نے دارالعلوم جامع محمدی شریف کی بنیاد رکھی۔

سب سے پہلے حضرت مولانا احمد شاہ صاحبؒ بخاری فاضل دیوبند بطور صدر مدرس تشریف لائے۔

چنانچہ مولانا محمد نافع صاحب واپس گھر تشریف لائے اور مقامی دارالعلوم "جامعہ محمدی شریف" میں اپنی تعلیم جاری رکھی اور

علم نحو میں ہدایۃ النحو۔ کافیہ الفیہ اور شرح جامی

علم فقہ میں قدوری۔ ہدایہ (اولین) وغیرہ

معقولات میں ایسا غوجی۔ مرقاۃ۔ شرح تہذیب۔ اور قطبی کا کچھ حصہ پڑھا۔

اس دوران جب جامعہ ہذا میں حضرت مولانا قطب الدین صاحب اچھالوی مدظلہ تشریف لائے تو آپ نے ان سے قطبی کا باقی حصہ اور میبذی پڑھیں۔ اور علم فقہ میں شرح وقایہ (اخیرین) اور علم بلاغت میں مختصر معانی وغیرہ کتب پڑھیں۔

مولانا شیر محمد صاحب سے نورالانوار اور شرح وقایہ (اولین) وغیرہ کتب پڑھیں۔

بعدازاں ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء میں جامعہ محمدی شریف میں مولانا غلام احمد صاحب لاہوری کے مشہور شاگرد مولانا احمد بخش صاحب از موضع گدائی (ڈیرہ غازی خان) تشریف لائے تو ان سے آپ نے جلالین۔ شرح نخبۃ الفکر۔ ھدایہ (اخیرین) اور دیوان متنبی وغیرہ کتب کی تعلیم حاصل کی۔

مزید حصول علم کے لئے آپ واں بھچراں (ضلع میانوالی) تشریف لے گئے اور قریباً سات ماہ میں حضرت مولانا غلام یٰسین صاحب سے مشکوٰۃ شریف حمداللہ عبدالغفور (حاشیہ شرح جامی) وغیرہ کتب پڑھیں۔

اس کے بعد ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء میں آپ نے موضع انی ضلع گجرات میں مشہور استاذ مولانا ولی اللہ صاحبؒ گجراتی (المتوفی شوال ۱۳۹۳ھ/نومبر ۱۹۷۳ء) کا شرف تلمذ حاصل کیا

اور مختلف فنون اصول فقہ میں توضیح تلویح، مسلم الثبوت میر زاہد ملا جلال، میر زاہد رسالہ قطبیہ میر زاہد امور عامہ اور قاضی مبارک اور شرح عقاید نسفی ومطول وغیرہ کتب کی تعلیم حاصل کی۔

اور آخر ۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم دیوبند (بھارت) میں داخلہ لیا اور دورۂ حدیث شریف معروف طریقہ سے مکمل کیا۔ یہ وہ دور تھا جب اس مشہور دارالعلوم میں شیخ الادب و الفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہیؒ، حضرت مولانا ابراہیم صاحب بلیاویؒ، حضرت مفتی ریاض الدین صاحب اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سینکڑوں طلباء کو علوم دینیہ کا درس دیتے تھے اور مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ جیل فرنگ میں قید تھے۔

مولانا محمد نافع نے مذکورہ بالا حضرات سے دورۂ حدیث پڑھا۔

چنانچہ جب آپ ۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم دیوبند (بھارت) سے فارغ التحصیل ہوئے تو آپ کو سند فراغ ۱۳۰۵۴ سے نوازا گیا۔ یہ سند ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۳ء میں حاصل ہوئی۔

آپ جب واپس وطن ہوئے تو اسی سال ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں اپنے مقامی دارالعلوم جامعہ محمدی میں سلسلہ تدریس شروع کیا۔

قیام پاکستان ۱۹۴۷ء کے بعد تنظیم اہل سنت والجماعت سے تعلق قائم رہا اور رد رافضیت کے خلاف کام کیا۔ پھر اس کے ساتھ تحقیقی اور تصنیفی کام کی طرف متوجہ ہوئے اور تنظیم اہل سنت کے ہفت روزہ جریدہ ''الدعوۃ'' میں تحقیقات نافعہ کے عنوان سے مختلف موضوعات پر مضامین تحریر کیے۔

اسی دوران آپ نے اپنے استاد محترم حضرت مولانا احمد شاہ صاحبؒ بخاری کے ماہنامہ ''الفاروق'' کے لئے بھی کئی مضامین مختلف موضوعات پر تحریر کیے۔

جب ۱۹۵۳ء/۱۳۷۳ھ میں تحریک ختم نبوت مرزائیت کے خلاف شروع ہوئی تو اس میں بھرپور عملی حصہ لیا اور گرفتاری پیش کی اور تین ماہ پہلے جھنگ میں پھر بورسٹل جیل لاہور میں گزارے۔ وہاں سے رہائی کے بعد اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا احمد شاہ صاحبؒ بخاری کے مشورہ اور ہدایات کے موافق کتاب ''رحماء بینھم'' کے موضوع پر تحقیقی کام کرنے کے لئے مواد فراہم کرنا شروع کیا۔

تالیفات

۱۔ مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین

۱۹۳۵ء/۱۳۷۱ھ میں قادیانیوں کے ایک مشہور مجلّہ "الفضل" لاہور نے ایک مستقل نمبر "اجرائے نبوت" پر شائع کیا تو اس کے جواب میں آپ نے "مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین" کے نام سے کتابچہ شائع کیا جس میں مرزائیوں کے اعتراضات کا مسکت جواب دیا گیا۔

۲۔ حدیثِ ثقلین

مشہور حدیث شریف ...... ترکت فیکم الثقلین ...... الخ پر بحث کی ہے اور "کتاب اللہ و سنتی" کے الفاظ والی روایت کی اسانید کو جمع کیا ہے اور دونوں روایات پر عمدہ مواد جمع کر کے تحقیق ذکر کی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۶۳ء/۱۳۸۳ھ میں تالیف کی گئی۔

۳۔ رحماء بینھم

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خصوصاً خلفاء اربعہؓ کے باہم ربط و اتفاق کے سلسلہ میں "رحماء بینھم" کے نام سے پہلی کتاب حصہ صدیقی ۱۹۷۱ء/۱۳۹۱ھ میں تالیف کی گئی۔ دوسری کتاب حصہ فاروقی ۱۹۷۶ء/۱۳۹۶ھ اور تیسری کتاب حصہ عثمانی ۱۹۷۸ء/۱۳۹۸ھ میں تالیف کی گئی۔

اور ان ہر سہ جلد میں خلفاء اربعہؓ کے باہمی تعلقات نسبی کے علاوہ محبت و اخوت کے باہمی روابط کو واضح کیا گیا ہے۔ کتاب "رحماء بینھم" ایک مشہور علمی تحقیقی تالیف ہے۔ اس کتاب سے مؤلف کے کئی ہم عصر جید علماء نے استفادہ کیا۔ مثلاً مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے اپنی کتاب "تکملہ فتح الملہم فی شرح المسلم جلد سوم میں اس کتاب کے اقتباسات نقل کئے ہیں اور حوالہ جات دیئے ہیں جس سے اس تالیف کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ مسئلہ اقربا پروری

یہ کتاب ۱۹۸۰ء/۱۴۰۰ھ میں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر معاندین کے اقربا نوازی کے طعن کے جواب میں تالیف کی گئی۔

یہ کتاب رحماء بینھم حصہ عثمانی کا ایک تکملہ ہے۔

۵۔ حضرت ابوسفیانؓ اور ان کی اہلیہ

یہ کتابچہ ۱۹۸۳ء/۱۴۰۳ھ میں تالیف کیا گیا اور اس میں حضرت ابوسفیانؓ بن حرب اور ان کی اہلیہؓ کے مختصر کوائف کے علاوہ ان کی اسلام میں خدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔

بعدازاں دوسرے ایڈیشن میں یزید بن ابی سفیانؓ اور حضرت ام حبیبہؓ کے تذکرہ کا اضافہ کیا گیا۔

۶۔ بنات اربعہؓ

اس تالیف میں کتاب و سنت اور جمہور علماء اہلسنت و شیعہ کی مستند کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کے چار صاحبزادیاں تھیں۔

یہ تالیف ۱۹۸۴ء/۱۴۰۴ھ میں مکمل ہوئی۔ کتاب میں چاروں صاحبزادیوں کے متعلقہ حالات و سوانح کو جمع کر دیا گیا ہے۔

۷۔ سیرۃ سیدنا علی المرتضیٰ

اس تالیف میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حسب و نسب کے علاوہ آں جنابؓ کی غلو عقیدت اور تنقیص شان سے بالاتر ہو کر صحیح سوانح حیات لکھنے کی سعی کی گئی ہے اور مختلف شبہات کا ازالہ بھی کر دیا گیا ہے۔

یہ تالیف ۱۹۸۸ء/۱۴۰۹ھ میں مکمل ہوئی۔

۸۔ سیرت سیدنا امیر معاویہؓ

صفر ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء میں یہ کتاب دو جلدوں میں تالیف کی گئی ہے۔

ایک جلد میں سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ کی سوانح حیات اور اسلام میں ملی خدمات

کا ذکر ہے۔

جبکہ دوسری جلد میں معاندین کی طرف سے آپ پر وارد کردہ تقریباً اکتالیس مطاعن کا مسکت جواب تحریر کیا گیا ہے۔

۹۔فوائد نافعہ

رجب ۱۴۲۰ھ/ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں یہ کتاب دو جلدوں میں تالیف کی گئی۔

پہلی جلد میں عام طور پر ''دفاع عن الصحابہؓ'' کا مضمون مفصل ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ دوسری جلد میں حضرات حسنین شریفینؓ کی سوانح حیات کو مرتب کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ان حضرات کی شہادتوں کو صحیح طور پر بیان کردیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رائے گرامی حضرت مولانا عبدالستار تونسوی دامت برکاتھم عالیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتِمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ

اس پُر آشوب دور میں جہاں شعائر اسلام کا استخفاف و استحقار اور امور دین سے اعراض و انکار روزمرہ کے مشاغل بن گئے ہوں اور دین متین داخلی و خارجی فتنوں سے ہمکنار ہو، آئے دن فتنوں کا ایک سیلاب اُمنڈتا چلا آرہا ہو اور اہل باطل کی ریشہ دوانیاں اور کارستانیاں "مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ" کی صورت نمودار ہو رہی ہوں، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی تحریف و انکار کے نشے میں دنیا میں روز افزوں ہوں اور حب اہل بیت کے نام پر صحابہؓ سے نفرت و بیزاری کا بیج بویا جا رہا ہو، حتیٰ کہ اسلام کے نام پر پورا کفر مسلط کیا جا رہا ہو۔ ایسی سنگین صورتحال میں معاندین کی یہ روش کتنی دلسوز ہے کہ تربیت یافتگان رسول کو ہدف طعن و تشنیع بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے اور خلفائے ثلاثہؓ حضرات صدیق و فاروق و غنی رضی اللہ عنہم کی تکفیر و سب و شتم میں طبع آزمائی کر کے دل کی آگ بجھائی جائے۔ گویا نام نہاد محبان، شجر اسلام کی جڑ کاٹنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

ع چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمان

اس کربناک داستان کا آغاز اس تحریک و تخریب سے ہوا جس کے پرچار کنندگان شیعہ اثنا عشری اور روافض کے نام سے مشہور ہیں۔ مگر شیعی نظریات کے اولین موجد عبداللہ بن سبأ یہودی اور اس کے رفقاء تھے۔ جنہوں نے یہودیت کی شہ پر اسلامی فتوحات و ترقی کو روکنے اور امت مسلمہ کی وحدانیت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے خطرناک چالیں چلیں۔ ابن سبأ نے سب سے پہلے نظریۂ امامت ایجاد کر کے اس کا خوب پرچار کیا اور پھر ساتھ ہی اصحاب ثلاثہؓ کی تکفیر اور ان پر واشگاف الفاظ میں سب و تبرا کرنے کا آغاز کیا جس کا اقرار شیعہ مجتہدین مثلاً ابو عمر وکشی، مامقانی اور باقر مجلسی جیسے لوگ بھی اپنی کتب معتبرہ میں کر چکے ہیں۔ بلکہ شیعہ

مجتہدین نے لکھا کہ "فَمِنْ هٰهُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَ الشيعة اَصْلَ التَّشَيُّعُ وَالرِّفْضَ مَاخُوذ مِنَ اليهودية (فرق الشیعہ، ص ۳۰، رجال کشی ص ۱۰۸، تنقیح المقال ص ۸۷، بحارالانوار ص ۲۸۷ ج ۲۵، تفسیر مراٰۃ الانوار ص ۶۲) یعنی یہیں سے وہ لوگ جو شیعہ کے مخالف ہیں یہ کہتے ہیں کہ شیعیت ورفضیت، یہودیت سے ماخوذ ہے" نیز مرزا غلام احمد قادیانی دجال بھی اپنی کتاب میں ایک موقعہ پر لکھتا ہے کہ

"میرے استاد ایک بزرگ شیعہ تھے اُن کا مقولہ تھا کہ وبا کا علاج فقط تولاّ اور تبرأ ہے یعنی آئمہ اہل بیتؓ کی محبت کو پرستش کی حد تک پہنچا دینا اور صحابہؓ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے رہنا، اس سے بہتر کوئی علاج نہیں۔" (دافع البلاء، ص ۷) اس سے واضح ہوا کہ قادیانیت، شیعیت کی پیداوار ہے۔ جبکہ شیعیت، یہودیت کا چربہ ہے ......ع

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

بہرحال شیعہ مجتہدین کی صراحت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابن سبأ نے عقیدۂ امامت کے ذریعے حب آل رسولؐ کا لبادہ اوڑھ کر نفاق اور تقیہ کے سیاہ و دبیز پردے میں شیعیت کی بنیاد رکھی۔ اس اسلام دشمن تحریک میں ظاہراً صحابہؓ کو مورد طعن بنایا گیا۔ مگر اہلِ علم سے مخفی نہیں کہ شیعہ امامیہ کو اصالۃً جو کچھ عداوت تھی وہ اسلام، قرآن اور صاحب قرآنؐ سے تھی۔ صحابہ کو مورد طعن محض اس لئے بنایا گیا کہ قرآن حکیم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے چشم دید گواہ صحابہؓ ہی ہیں، جب عینی گواہ مجروح ہو جائیں گے تو سارے دین سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اسی لئے امام ابوزرعہؒ نے فرمایا: "اِذَارَأَيْتَ الرَّجُلَ يَنْتَقِصُ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاعْلَمْ اَنَّهُ زِنْدِيْقٌ (ابوزرعہ الرازی ص ۱۹۹، ص ۲۳۱) جب تم ایسے شخص کو دیکھو کہ جو صحابہؓ کی تنقیص وتردید کرتا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے" پس اسی سبب سے ہم سمجھتے ہیں کہ فتنۂ رفض کئی وجوہ کی بناء پر عام کھلے کفر و زندقہ سے کہیں زیادہ سنگین ہے۔ لیکن عوام الناس حُبِ اہل بیتؓ کے خوشنما نعرے سے دھوکہ کھا گئے اور اہل تشیع کو مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ تصور کرنے لگے۔ یہ غلط فہمی اس وجہ سے ہوئی کہ شیعوں کی کتب اصلیہ نایاب تھیں اور اُن کے عقائد ونظریات کا کَمَا يَنْبَغِيْ کسی کو علم نہ ہو..کا اور ساتھ ہی شیعیت پر کتمان وتقیہ کی سیاہ چادر تنی رہی، ورنہ شیعہ اثنا عشریہ مذہب نہ صرف بے شمار

ضروریات دین کا منکر و مکذب ہے بلکہ اس کا کلمہ سے لے کر قرآن تک مسلمانوں سے جدا ہے۔ انہیں مسلمان کہنا خود اسلام کی نفی ہے۔ علماء امت ہمیشہ مسلمانوں کو ان کی شقاوت و ضلالت اور کفر و نفاق سے آگاہ کرتے رہے۔ مثلاً علامہ محمد بن ابی بکر العربیؒ، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ وغیرہم۔ آج سے تقریباً پون صدی قبل استاذی المکرم امام اہلسنت حضرت علامہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ نے اثناعشریہ کے کفریہ عقائد مثل تحریف قرآن، عقیدۂ بداء، عقیدۂ امامت، تکفیر صحابہؓ اور قذف عائشہؓ کی بنیاد پر ان کی تکفیر کا فتویٰ جاری کیا۔ جس پر مشائخ دیوبند شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا و مرشدنا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ، حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ جیسے اساطین علم کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں۔............ دیکھیے۔

(ماہنامہ بینات ص ۹۳، ص ۹۴، ص ۱۷۰ تا ص ۱۷۵ کراچی۔ خمینی اور اثنا عشرہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ)

احقر بھی شیعہ عقائد کی تفصیل اپنی عربی تالیف ''کشف الغوامض فی عقیدۃ الروافض'' میں تحریر کر چکا ہے۔ اہل ذوق مراجعت فرمائیں۔ مگر اس کے علاوہ شیعہ سنی کے مابین نزاعی مسائل پر میں خود ایک جامع کتاب کی ضرورت عرصے سے محسوس کر رہا تھا مگر تبلیغی مصروفیت کے ساتھ فرق باطلہ سے مناظروں کی مشغولیت، تدریسی امور اور دیگر وقتی مشاغل نے اس قابل نہ چھوڑا کہ اس حوالے سے کوئی ضخیم کتاب مرتب کر سکوں مگر اس سلسلے میں عالم شہیر، محقق کبیر حضرت مولانا محمد نافع صاحب ادام اللہ تعالیٰ بقاءہ بالخیر، نے ہر عنوان سے الگ الگ ایک جامع کتاب تالیف فرمائی ہے۔ بندہ نے ان کی اکثر کتب مثلاً رحماء بینھم (مکمل)، حدیث ثقلین، بناتؓ اربعہ، سیرۃ حضرت علی المرتضیٰؓ، سیرۃ امیر معاویہؓ وغیرہ دیکھیں اور ابھی ان کی نئی تالیف فوائد نافعہ ہر دو جلدوں کو تقریباً اکثر مقامات سے دیکھا ہے۔ ماشاء اللہ موصوف نے اہل سنت والجماعت کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ بحمداللہ میری دیرینہ آرزو پوری ہوگئی ہے۔ بلا مبالغہ عرض ہے کہ عدیم الفرصت ہونے کی وجہ سے میں خود ایسی جامع کتب نہ لکھ سکتا۔ مولانا موصوف کی مذکورہ کتب میں درج شدہ دلائل ٹھوس، حوالے صحیح اور

مطابق ہیں۔ ان کی تحقیق انیق سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ریت کے ذرات سے سونا الگ کرنا جانتے ہیں۔ فاضل محقق نے مقامِ صحابہؓ اور مقام اہل بیتؓ کی وضاحت کر کے نہ صرف مسلک حقہ کو واضح کیا ہے بلکہ روافض کے اعتراضات اور شکوک وشبہات کا خواب استیصال کیا ہے۔ مولانا کی تالیفات روافض خود ساختہ نظریات پر ضرب کاری ہیں۔ ردمطاعن میں اُن کا اندازِ تحریر عالمانہ، محققانہ مگر مصلحانہ ہے۔ یہ کتب عقل سلیم وفہم مستقیم رکھنے والے حضرات کے لئے باعثِ ہدایت اور اہلِ باطل پر اتمام حجت ہیں...... لیھلک من ھلک عنْ بینة و یحییٰ مَنْ حییَ عن بینة............

احقر اپنے حلقہ کے علماء کرام وطلباء کو مشورہ دیتا ہے کہ مذکورہ کتب سے ضرور استفادہ کریں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کی یہ عظیم کاوش قبول فرمائے اور اسے مسلمانوں کے لئے مثمر ونافع بنائے۔

آمین یا رب العالمین

محمد عبدالستار تونسوی عفا اللہ عنہ
رئیس تنظیم اہل السنۃ پاکستان)
یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

❁